

سوانح  
حضرت مسلم بن عقيل عليه السلام



مصنف

زبدۃ العلماء سید آغا ہدی لکھنوی

504

سیدیل سکیٹیج  
پبلسٹیڈ ایڈریس نمبر C1-8

سوانح

# مُسْلِمِ ابْنِ عَقِيلِ عَلَيْهِ السَّلَامُ

سیدیل سکیٹیج  
پبلسٹیڈ ایڈریس نمبر C1-8

مصنف

زبدۃ العلماء سید آغامدی لکھنوی

ناشر

رحمت اللہ تک ایجنسی  
بالمقابل بڑا امام بارگاہ، گھاڑا در، کراچی ۷۴۰۰۰

فون 2431577

ہر پیسہ روپے

# فہرست مضامین

صفحہ	عنوان	نمبر شمار	صفحہ	عنوان	نمبر شمار
۲۵	پیدائش اور حلیہ	۲۰	۶	قومی جرائد کی رائیں	۱
۲۵	نام اور لقب	۲۱	۸	کتاب کے مصادر	۲
۲۶	والدین	۲۲	۱۱	بسم اللہ الرحمن الرحیم	۳
۲۶	والد ماجد	۲۳	۱۱	تمہید	۴
۲۷	اسیری اور اسلام	۲۴	۱۲	پہلا مقدمہ عقیدہ	۵
۲۷	علمی کمالات	۲۵	۱۴	دوسرا مقدمہ کوفہ	۶
۲۸	حمسہ کی وجہ	۲۶	۱۶	مسجد کوفہ	۷
۲۸	عقیدہ پنجم خدا کی نظر میں	۲۷	۱۹	نقل مسجد کوفہ	۸
۲۹	بھائی سے ناجائز مطالبات	۲۸	۲۰	تیسرا مقدمہ قاضی شریح	۹
۲۹	عقیدہ دربار معاویہ میں	۲۹	۲۳	قاضی شریح بن عبد اللہ	۱۰
۲۹	دربار میں عقیدہ کے زلزلہ	۳۰	۲۴	چوتھا مقدمہ ہانی بن عروہ	۱۱
۳۰	افکن جوابات		۲۵	پانچواں مقدمہ طلوعہ	۱۲
۳۱	تہی دستی	۳۱	۲۶	چھٹا مقدمہ سلسلہ نسب	۱۳
۳۲	عقیدہ کو سزا کے سخت	۳۲	۲۶	ساتواں مقدمہ اولاد مسلم	۱۴
۳۳	وفات عقیدہ	۳۳	۳۲	شب عاشورہ فرزند ان مسلم	۱۵
۳۳	حضرت عقیدہ کا آخری مرتبہ	۳۴		کاجذیہ	
۳۳	خانان پر صدقہ حرام ہے	۳۵	۳۲	عبد اللہ بن مسلم	۱۶
۳۳	نسل و خاندان	۳۶	۳۳	محمد بن مسلم	۱۷
۳۵	حضرت مسلم کی ماں	۳۷	۳۳	دختر مسلم	۱۸
۵۱	خانان مسلم کے مشہور افراد	۳۸	۳۵	حضرت مسلم کا تعارف	۱۹

صفحہ	عنوان	نمبر شمار	صفحہ	عنوان	نمبر شمار
۶۶	روانگی کو مسلم	۵۹	۵۱	حضرت اُمّ بانی رض	۳۹
۶۶	سقر میں پہلا شگون بد	۶۰	۵۱	افسانہ خواستگاری رسول	۴۰
۶۷	دوسرا شگون بد	۶۱	۵۲	رسول کی نظریں احترام	۴۱
۶۸	خط کا مضمون	۶۲	۵۲	علم و عمل	۴۲
۶۹	کوفہ میں داخلہ	۶۳	۵۲	اقتدار طبیعت	۴۳
۷۰	بصرہ میں حدیث پیغام	۶۴	۵۳	اُمّ بانی رض کی شجاعت	۴۴
۷۳	پہلی قربانی نامہ بر کا قتل	۶۵	۵۴	وفات اُمّ بانی رض	۴۵
۷۴	حضرت مسلم کے مشکلات	۶۶	۵۴	پرورشِ مسلم بن عقیل	۴۶
۷۴	ابن زیاد کو بصرہ سے تبادلو	۶۷	۵۴	ذاتی اوصاف	۴۷
۷۶	ابن زیاد کو کوفہ میں	۶۸	۵۵	زہد	۴۸
۷۸	نقل مکان اور بانی رض کی میزبانی	۶۹	۵۵	عبادت	۴۹
۸۱	ابن زیاد کے قتل سے مسلم کا انکار	۷۰	۵۵	شجاعت	۵۰
۸۲	مسلم حضرت یوسف کی منزل پر	۷۱	۵۶	جہاد	۵۱
۸۲	شریک بس عور کی وفات	۷۲	۵۷	شادی	۵۲
۸۳	تلاشِ مسلم میں حکومت کوفہ	۷۳		دربارِ معاویہ میں مسلم کی سخت گفتگو	۵۳
۸۴	کا جاسوس		۵۸		
۸۶	بانی رض کی المناک گرفتاری	۷۴	۵۹	واقعاتِ زندگی	۵۴
	بانی رض کی جنگ اور دشمن	۷۵	۶۱	سفرِ مسلم اور کوفہ کا سفر	۵۵
۸۹	کے نقصانات		۶۲	انتخابِ مسلم کا راز	۵۶
۹۱	قصر ابن زیاد پر هجوم	۷۶		کربلا میں نہ رکھنے کے	۵۷
۹۳	حضرت مسلم کا خروج	۷۷	۶۳	علل و اسباب	
۹۶	گرفتاریاں	۷۸	۶۵	حسین کا خطِ اہل کوفہ کے نام	۵۸
۹۶	بیعت شامی کا آخری منظر	۷۹			

صفحہ	عنوان	نمبر شمار	صفحہ	عنوان	نمبر شمار
۱۳۶	قبر	۱۰۱	۹۸	محمد بن کثیرؓ کی میزبانی	۸۰
۱۳۷	باب المراثی	۱۰۲	۹۸	محمد بن کثیرؓ کی مدافعت جنگ	۸۱
۱۳۸	طفلانِ مسلمہ کی شہادت	۱۰۳	۱۰۰	ضعیف العمر عورت کی میزبانی	۸۲
۱۳۹	نویں قربانی	۱۰۴	۱۰۱	طوبہ کا ٹکصردا آخری آرامگاہ	۸۳
۱۳۳	دسویں قربانی	۱۰۵		ابن زیاد کا خطبہ اور گرفتاری	۸۴
۱۳۹	باب المراثی	۱۰۶	۱۰۳	پیر انعام	
۱۵۰	روضہ	۱۰۷	۱۰۶	حضرت مسلمؓ کی گرفتاری کا سامان	۸۵
۱۵۰	کرامات	۱۰۸	۱۰۷	شیر گزستہ کی جنگ	۸۶
۱۵۱	نقل روضہ	۱۰۹	۱۱۰	پہلوان کی لڑائی	۸۷
۱۵۲	تالوت	۱۱۰		اسیری اور زندگی کے آخری لمحات	۸۸
۱۵۲	حضرت مسلمؓ کی تعلیمات	۱۱۱	۱۱۲	لمحات	
۱۵۶	حضرت مسلمؓ کے پسماندگان	۱۱۲	۱۱۹	شہادتِ مسلمؓ	۸۹
۱۵۷	مقتولین کی فہرست	۱۱۳	۱۲۰	مرثیہ	۹۰
۱۵۷	مدیر اودھ پنج مکتوبہ کے ناشر	۱۱۴	۱۲۱	ہانیؓ کی شہادت	۹۱
۱۶۰	علامہ کنتوی کے تاخرات	۱۱۵	۱۲۲	پانچویں اور چھٹی قربانی	۹۲
	ریگزار مصر میں شجاعتِ مسلمؓ	۱۱۶	۱۲۳	گرفتاریاں	۹۳
۱۶۲	کے جوہر		۱۲۳	سرِ مسلمؓ نیرید کے سامنے	۹۴
	حضرت امیر المؤمنینؓ کا	۱۱۷	۱۲۵	شہادتِ مسلمؓ کے بعد کیا ہوا؟	۹۵
	ایک اشارہ	۱۱۸	۱۲۶	ساتویں قربانی	۹۶
۱۶۸	آداب زیارت	۱۱۸	۱۲۸	آٹھویں قربانی	۹۷
۱۶۹	باب المراثی	۱۱۹	۱۲۳	اولادِ مسلمؓ	۹۸
۱۷۳	منظوم سوانح حضرت مسلمؓ	۱۲۰	۱۲۳	عبداللہ بن مسلمؓ	۹۹
۱۷۵			۱۳۵	محمد بن مسلمؓ	۱۰۰

## طبع اول پر قومی جبرائیل کی رائیں

اخبار رضا کار لاہور | اس وقت ہمارے پیش نظر خدام عزرا کا چودھواں

رسالہ ہر کار شہادت حضرت امام حسینؑ کے وفادار ایلچی حضرت مسلم بن عقیلؑ کی سوانح عمری ہے جو شیعہ قوم کے سحر نگار مصنف مولانا سید آغا مہدی صاحب قبیلہ رضوی مدیر ”الواعظ“ کے زور قلم کا نتیجہ ہے مولانا نے محترم متعدد کتابوں کے مصنف اور ایک خاموش دینی مبلغ ہیں۔ آپ عرصہ سے کوشش فرما رہے ہیں کہ شہدائے کربلا کی سیرت دنیا کے سامنے پیش کرنے کے لئے اختصار کو پیش نظر رکھتے ہوئے سوانح عمریاں مرتب کی جائیں۔ چنانچہ زیر نظر رسالہ بھی اسی سلسلہ عالیہ کی ایک کڑی ہے۔ جس میں عام فہم سادہ اور دلکش پیرایہ میں واقعہ کربلا کے پہلے شہید جناب مسلمؑ کی حیات طیبہ کے حالات قلب بند کئے گئے ہیں اور کوشش کی گئی ہے کہ حضرت مسلمؑ کے جملہ حالات پر صیر حاصل تبصرہ کیا جائے۔ لہذا ہم بلا خوف و ہرجا کہہ سکتے ہیں کہ مولانا نے محترم اس میں ایک حد تک کامیاب رہے ہیں جس کے لئے وہ قابل ستائش ہیں۔ ہم افراد قوم سے پُر زور سفارش کرتے ہیں کہ وہ مولانا کے محترم کی ہمت افزائی کرتے ہوئے حضرت مسلمؑ کی مقدس زندگی کا مطالعہ کر کے اپنے اندر جذبہ فداکاری اور وفاداری پیدا کرنے کی کوشش کریں کیونکہ شہدائے کربلا کی زندگی ایک بہترین شاہراہ عمل ہے۔

رضا کار لاہور۔ ۸ جون ۱۹۲۵ء

(الملاح) رسالہ مسلم ریویو بابت ماہ اکتوبر ۱۹۲۵ء میں صفحہ ۵۶ پر قدیم ہندوستان کے رجب سے اہل قلم ایس امیر علی منصور امی اے بی ایل ایف ٹی ایس ایف او آر ایس ایم جی ایل لندن کا تبصرہ انگریزی زبان میں قابل دید ہے۔

اخبار سرفراز قومی گھر لکھنؤ | جناب مولانا سید انعامہدی صاحب قیلہ کی  
ذات گرامی بحیثیت مصنف و صاحبِ قلم کے

محتاج تعارف نہیں ہے۔ مدوح نے بہت سے مفید رسالے اور علمی مضامین تحریر فرما کر قابلِ قدر علمی خدمات انجام دی ہیں۔ فی الحال ہمارے سامنے آپ کی ایک اور کتاب سوانحِ عمری حضرت مسلم بن عقیلؓ موجود ہے۔ تالیف و تصنیف کی دشواریوں پر نظر رکھتے ہوئے یہ کتاب بھی بہت مفید اور دلچسپ ہے۔ موصوف نے ابتداء میں چھ مختصر مقدمات درج کئے ہیں جن میں مندرجہ ذیل تذکرے ہیں۔ کوفہ، مسجد کوفہ، قاضی شریح، حضرت ابانی بن عروہ، طوقہ، سلسلہ نسب۔ یہ تمام مقدمات بہت دلچسپ ہیں اس کے بعد اصل کتاب کے مضامین ہیں جو بہت جستجو اور صحت سے مہیا کئے گئے ہیں مجموعی حیثیت سے کتاب قابلِ مطالعہ ہے۔ بعض مقامات پر مصنف کی دُور رس نگاہوں نے نہایت عمدہ استنباط کیا ہے۔ ایک خاص بات کتاب سے اور ظاہر ہوتی ہے یعنی مصنف کے قوتِ مشاہدہ کی مثال میں وہ شعر پیش کیا جاسکا ہے جو مسجد کوفہ میں پتیل کے کٹہرے پر درج ہے اور مولف نے اس کو تحریر کیا ہے یا روضہ جنابِ مسلمؓ پر جو عبارات اور اشعار درج ہیں ان کا اندراج کتاب کی دلچسپی کو اور زیادہ کرتا ہے۔

آخر میں چند باتوں پر جنابِ مصنف کو توجہ مبذول کرنے کی ضرورت ہے تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کا خیال رہے اور ولادت جنابِ مسلمؓ کے متعلق تحریر ہے کہ رسولِ عربیؐ کا دور ختم ہونے کے بعد عہدِ حضرت امیرؓ میں پیدا ہوئے۔ یہاں تحقیق کو قدم آگے بڑھانا چاہیے تاکہ اجمالِ دفع ہو سکے (۲) حوالے مفصلاً ہونا چاہئیں تاکہ نگاہِ تجسس اصل ماخذوں میں آسانی سے مضامین کو تلاش کر سکے۔

”سرفراز“ مہفتہ وار الرجون ۱۹۴۵ء

## معروضہ

پہلا مشورہ مدیر محترم کا یقیناً قابل توجہ ہے مگر ۲۶ سال کے بعد طبع دوم کی نوبت خدا الارہام ہے۔ ابھی تک جو تفصیل دریافت نہیں ہوئی اس پر قلم اٹھانے کے لئے تیار نہیں اور اختراع کی عادت نہیں۔

دوسری تجویز کی حتی الوسع تعمیل کی ہے اور حوالوں میں تفصیل انشاء اللہ آپ پائیں گے۔ وصالو فیتى الابل اللہ وھو حسبی ونعم الوکیل۔  
مصنّف



## کتاب کے مصادر

- |  |  |
|--|--|
| ۷۔ البحر المحیط تفسیر ابن حیان اندلسی<br>عربی۔ طبع مصر         | ۱۔ ارشاد شیخ مفید علیہ الرحمہ عربی                     |
| ۸۔ بحار الانوار جلد دہم علامہ مجلسی                            | ۲۔ ارشاد یہ چودھویں رات کا چاند<br>از تاج العلماء اردو |
| ۹۔ تاریخ ابن دردی زین الدین ابن مگر<br>عربی۔ طبع مصر           | ۳۔ تحائف اہل اسلام طبع ۱۸۹۷ء<br>مطلع الانوار           |
| ۱۰۔ تاریخ الامم والملوک ابو جری طبری                           | ۴۔ ادب المفرد محمد بن اسماعیل بخاری<br>طبع قاہرہ ۱۳۷۵ھ |
| ۱۱۔ تصحیح النظر فی توضیح نجمۃ الفکر مولوی<br>محمد حسین ہزاروی۔ | ۵۔ ازج المطالب عبید اللہ بسمل<br>امرتسری               |
| ۱۲۔ تاریخ الکامل ابن اثیر جزری<br>عربی                         | ۶۔ اصابت فی تمیز الصحابہ ابن حجر مکی                   |

۲۵۔ ریاض المصابی مولوی محمد مہدی

ابن محمد جعفر۔ عربی۔ طبع ایران

۲۶۔ روضہ بہیہ شرح لمعہ (مشقیہ)

شہید ثانی<sup>۲</sup>

۲۷۔ شیون و شین مرزا بندوبست مضطر

طبع گلزار محمدی

۲۸۔ صواعق محرکہ۔ ابن حجر مکی۔ عربی

۲۹۔ ضیاء الابصار مولوی اکبر علی کھنوی

۳۰۔ طبقات ابن سعد

۳۱۔ عرود الوثقی۔ سید کاظم طباطبائی

طبع نجف اشرف

۳۲۔ غایۃ الاوطار ترجمہ اردو در مختار

طبع نو لکھنور ۱۸۷۷ء

۳۳۔ غر الخصالص ابراہیم بن یحییٰ

دطواطہ طبع مصر۔ عربی۔ ۱۳۱۸ھ

۳۴۔ مقاتلان حسین کا مذہب

از سید العلماء۔ اردو

طبع سوئم۔ ۱۹۳۳ء

۳۵۔ مائتین فی مقتل الحسین علامہ کنٹوری

۳۶۔ مجمع الجریں فخر الدین بن طریح

عربی۔ طبع ایران

۱۳۔ تذکرہ خواص الامہ عربی سبب

ابن جوزی

۱۴۔ تنزیہ الانساب اردو۔

مولوی ماہ عالم طبع ۱۹۱۹ء

۱۵۔ تنقیح المقال علامہ مامغانی

عربی۔ طبع نجف

۱۶۔ جامع الاخبار محمد بن محمد عدیہ الرحمہ

۱۷۔ جامع البیان تفسیر ابو جریر طبری

چاپ مصر۔

۱۸۔ جلاء العیون علامہ سید محمد باقر

مجلسی۔ فارسی

۱۹۔ حدیقۃ الاقالیم مرتضیٰ حسین

عثمانی۔ اردو

۲۰۔ حیات القلوب۔ مجلسی

۲۱۔ ذکر شہید علیہ الرحمہ

۲۲۔ ذخیرہ رستگاری مولانا سید

علی اکبر خلف سلطان العلماء۔ اردو

۲۳۔ ربیع الابرار زحشری۔

عربی۔ طبع مصر

۲۴۔ ریاض الجنان فی نیل مشہدی الجنان

مولوی اشرف علی۔ عربی۔ طبع ۱۲۷۷ھ

- ۳۷- مرآة البلاد باسم علی رضوی  
مخطوطات مکتبه ممتاز العلماء  
فارسی
- ۳۸- مجالس المؤمنین قاضی نور اللہ  
شوستری علیہ الرحمہ - فارسی
- ۳۹- مستدرک نہج البلاغہ آل  
کاشف العطاء طبع نجف اشرف  
عربی ج ۲
- ۴۰- مستطرف شہاب الدین محلی  
طبع مصر
- ۴۱- مخطوطات دکن نصیر الدین ہاشمی
- ۴۲- معجم البلدان یا قوت جموی بغدادی  
عربی
- ۴۳- مفاتیح الغیب تفسیر کبیر  
فخر الدین رازی مکتبه ممتاز العلماء  
طبع قدیم نسخہ - عربی
- ۴۴- مفاتیح الجنان شیخ عباس قمی  
طبع نجف اشرف - فارسی
- ۴۵- مقتل ابی مخنف لوط بن یحییٰ  
ازدی - طبع بمبئی - عربی
- ۴۶- من لا یحضرہ الفقیہ محمد بن  
علی بن بابویہ قمی ملقب بصدوقی  
مطبع جعفری لکھنؤ (عربی حدیث)
- ۴۷- مناقب آل ابی طالب -  
ابن شہر آشوب طبع بمبئی -  
عربی
- ۴۸- ناسخ التواریخ سپہر کاشانی  
طبع بمبئی - فارسی
- ۴۹- نور العین ابوالسحاق اسفرائینی
- ۵۰- نور العین فی مشہد الحسین  
قاضی صبغتہ اللہ - عربی
- مخطوطات کتب خانہ آصفیہ دکن
- ۵۱- نور الاخبار فی تاریخ النبی وآلہ الاخیار  
مولوی علی نقی حاکمی فارسی طبع بمبئی
- ۵۲- فتوحات بہنا شیخ علامہ محمد بن محمد  
المعز عربی - طبع بمبئی ۱۲۸۶ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

اَنْتَ وَاَوْلٰی فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَةِ تَوَكَّلْ عَلٰی اللّٰهِ وَارْحَمِ اللّٰهَ الْعَلِیْمَ۔

پانے والے تو ہی دنیا اور عقبی میں میرا پرست ہے مجھے دنیا سے مسلمان اٹھا اور نیکوں میں شامل فرما۔

علمی نقطہ و خیال سے اردو کا مطلع جتنا پریشتر تاریک تھا تقریباً اس قدر اب نہیں ہے اس لئے میں امید کرتا ہوں کہ شہدائے کربلا کی شخصیت پر جس قسم کا سلسلہ تالیف میں نے شروع کیا ہے اس کے پڑھنے والے ملک میں کثرت سے نکلیں گے البتہ عمل کرنے والے چند سے زائد نہ ہوں گے لیکن میں اس سلسلہ میں ہرگز شکستہ خاطر نہیں ہوں۔ ہمیں اپنے فرائض کو استقلال اور خاموشی کے ساتھ ادا کرتے رہنا چاہیے اور اس امر سے بالکل نہ مایوس ہونا چاہیے کہ قوم سے قوت عمل دور ہے اور وہ اپنی اصلی ضروریات پر اب تک مطلع یا کم از کم متوجہ نہیں ہوئی ہے۔

حافظ و طیف کہ تو دعا گفتن است و بس

در بند این مباش کہ نشنید یا شنید

فقیر باب اہل بیتؑ

آقا مہدی الرضوی

مسجد حسین چوک لکھنؤ

۲۹ شوال ۱۳۶۳ھ

حضرت معلم کی زندگی یقیناً گنجینہ معارف ہے وہ اس خاندان سے ہیں تمہید جس کے آگے دنیا، عزت، دولت، حکومت کے لئے موجود رہتی تھی۔

مگر وہ اس کی جانب متوجہ ہونا بھی حرام سمجھتے تھے چچا جس عظمت و ملطنہ کار و حسانی فرما کر اٹھا اس کا حال کسے نہیں معلوم۔ توارث کے اثر سے دنیاوی زندگی کی وقعت ان کی نظر میں ذرہ برابر بھی باقی نہیں رہی۔ بے ثباتی عالم کا مرقع نظروں کے سامنے تھا۔

انہوں نے پہلا کام یہ کیا کہ مال و متاع کو خیر یاد کہہ کر اپنی تمام ہمت اس دولت لازوال کی سعی حصول میں صرف کر دی۔ جس کا نام شہادت ہے۔

واقعا کر بلا سے پہلے حسینیت کو منضبط کرنے اور کسی خاص بیج پر متعین کرنے کے لیے ایک پیشرو کی ضرورت تھی۔ تلاش شروع ہوئی اور آخر کار نظر انتخاب جس پر اکر رکھی وہ مسلم تھے۔ مجھے اسی انسان کا مل کے حالات پیش کرنے کا فخر حاصل ہوا ہے۔ ان کی شہادت قہر ظلم و استبداد کی پہلی خشت تھی۔ وہ اگر قتل نہ ہوتے تو مذہب کا شیرازہ نہ بکھرتا۔ امانی کی شان و شوکت حال میں باقی رہتی اور واقعہ کر بلا ظہور میں نہ آتا۔ حضرت آدم سے حضرت خاتم النبیین ہر دور میں بہت سے نیک دنیا طابان حقیقت کی وضع میں پھرتے رہے اور دینی تاجداروں نے ان کی نمائندگی عظمت کو خاک میں ملایا۔ حضرت مسلم کو بھی کو نہ کے بہائم صفت انسانوں کا سامنا ہوا اور انہوں نے بے سرو سامانی اور کس میرسی کے علم میں جان دے کر چہرہ جراثیم بے نقاب کر دیا۔ میں نے اس سوانح حیات میں اس مقصد کو شروع کرنے سے پہلے چند مقدمات نذر قریطاس کیے ہیں جن کو ظاہر نظر میں موقوف سے کوئی تعلق نہیں معلوم ہوتا لیکن عنوان مطالعہ کو آگے بڑھانے کے بعد واضح ہو گا کہ شخصیت کا تعارف اور شہادت کی عظمت موقوف ہے مقدمات پر۔

عنوان تحریر میں حتی الامکان عربی عبارتوں سے قطع نظر کی ہے اور عیون الفاظ اور حوالوں کو فٹ نوٹ میں اپنے اپنے مقام پر جگہ دی ہے تاکہ پڑھنے والوں کے ذہن کو وحشت نہ ہو۔ مطالعہ کے بعد معلوم ہو گا کہ مسلم حسینیت کے دائرہ سیاست کا مرکزی نقطہ تھے۔ ان کی ذات تقریباً ان تمام صفات کی جامع تھی جن کا مظاہرہ آگے چل کر کر بلا والوں نے کیا۔

پہلا مقدمہ عقیل

حضرت علی کے بڑے بھائی تھے۔ یہ نام عرب میں اپنی معنویت کے لحاظ سے کثرت سے لوگوں کا تھا اور عوام و خواص

عقیل نام رکھنے پر ولدیت سے ان کی پہچان تھی۔ میرت علی میں جا یا جان کی یاد اور ذکر ہے جس کا احصاء کرنا نہیں ہے بعض خصوصیات پر توجہ مبذول کرنے سے قارئین کتاب کو فائدہ پہنچانا ہے۔ وہ معصومہ عالم ناطقہ زہرا صلوات اللہ علیہا کی رخصتی کے جلوس میں شریک تھے اور جب بھاوج نے دشمنوں کے منظام سے اس دنیا کو چھوڑا تو وہ جنازہ میں بھی حاضر تھے۔ ان کی رفیقہ زندگی عقیل بن عبد الرحمن خولانی کی پہنچی تھیں ان کی اولاد کا کر بلا میں امام حسین پر قربان ہونا سب سے بڑی خصوصیت تھی اور ان کی نسل واقعہ کر بلا کے بعد قطع نہیں ہوتی۔ اولاد میں شرف الدولہ مشہور انسان تھے چنانچہ کتاب زہراء المؤمنین سے طبرسی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب حکارم الاخلاق میں صراحت کی ہے کہ شرف الدولہ ان کی نسل سے تھے۔ صاحب ابواب الجنان نے ان کی نجابت اور بلند ہمتی کی تعریف کی ہے اور یہ واقعہ نذر قرطاس کیا۔ تازی عبارت کا ترجمہ یہ ہے کہا جاتا ہے کہ شرف الدولہ حضرت عقیل کے خاندان کے امیروں میں تھا۔ حسب نسب اور بلند ہمتی سے اپنا نظیر رکھتا تھا۔ کسی دن ایک شخص اس کی بزم میں حاضر ہوا اور ساتھ چلا اور اپنی کوئی حاجت پیش کی اور چلتے وقت حاجت مند نے سادگی میں عرض کیا کہ ایسا الامیر لا تمسلی حاجتی۔ سرکار میری ضرورت کو فراموش نہ کیجیے گا۔ جواب دیا جب میں تمہارا مطالبہ ادا کر دوں گا تو ضرور بھول جاؤں گا۔ یہ کہہ کر اس کی امداد کی۔ یہ جواب کس قدر عاقلانہ تھا۔ کسی کو فراموش کرنا مستحسن نہیں ہے مگر اس محل پر یہ یاد رکھنا ہی بہتر ہے۔ حضرت عقیل پر چند سطر میں سوانح حضرت محمد علیہ السلام طبع دوئم میں بھی ہیں۔

## دوسرا مقدمہ کوفہ

یہ عراق عرب کا سب سے پرانا شہر ہے جس کی بنیاد حضرت آدمؑ کے مقدس ہاتھوں سے قائم ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ مسجد کوفہ کو مسجد آدمؑ کہتے ہیں۔ کوفہ نام اس لئے رکھا گیا کہ شہر کی بستی اور عمارتیں مثلاً دائرہ کے ہیں۔ عرب تکوناً القوم اس وقت کہتے ہیں جب لوگ چاروں طرف سے سمٹ کر آئیں اور گھیرا باندھ کر بیٹھیں۔ حدیث میں ہے کہ جب کوفہ کی بنیاد قائم ہوئی ہے تو تمہیں کلام کرنے والوں نے کہا تکتوفوا فی حدہ الموضع ای اجتمعوا۔ یہیں ٹھہرو یعنی سب کے سب اکٹھا ہو جاؤ۔ پس اس دن سے یہ نام رکھ دیا گیا۔ کوفہ کہے جانے کا ایک سبب یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ کوفہ لال رنگ کی مٹی کو کہتے ہیں اور یہاں کی زمین سُرخ مٹی مائل ہے۔ کوفہ ان چار شہروں میں سے ہے جو خلاق عالم کی نظر انتخاب کے رہیں محنت ہیں۔ اور قرآن مجید میں "طور سینین" کہہ کر صین خطہ کی قسم کھائی ہے وہ کوفہ ہی ہے۔ حدیث میں ہے کہ کوفہ حرم خدا، حرم رسولؐ، حرم امیر المؤمنین علی بن ابی طالب علیہم السلام ہے وہاں ایک درہم کسی محتاج کو دینا دوسری جگہ کے ستودہ ہموں کی خیرات کے برابر ہے اور کوفہ کی دو رکعت نماز اجر و ثواب میں ستورکتوں کے مساوی ہے۔

کلام عرب میں اس شہر کو "کوفان" کے لفظ سے بھی یاد کیا ہے۔ جس میں الف اور نون کی زیادتی ہے۔ جناب امیر کے حکیمانہ خطبہ میں ہے۔ اے کوفان تجھ پر دئے ہو کس قدر پاک ہے تیری ہوا اور کتنی سرسبز ہے تیری زمین تجھ سے

---

۱۔ مرآة البلاد قلمی کتبخانہ جناب ممتاز العلماء و طالب شرابہ۔ ۲۔ مجمع البحرین لغت حدیث ۳۔ مفتاح الجنان ۴۔ دیچک یا کوفان ما اطیب ہواک الخ مستدرک نہج البلاغہ ص ۳۱۳ جلد دوم چھاپہ نجف اشرف

نکلنے والا گناہ لے کر نکلا اور تجھ میں آنے والا رحمت لے کر آیا سلسلہ شبانہ روز ختم  
 نہ ہوگا کہ ہر مومن تجھ میں آنے پر تیار ہوگا اور ہر فاسق ٹھہرنے پر گھبرائے گا۔  
 یہ آبادی غالباً ظہور حضرت جنت کے زمانہ میں ہونے والی ہے کوفہ کو یہ شرف  
 بھی حاصل ہے کہ وہ ہمارے امام عصر کا صدر مقام ہونے والا ہے۔ امام جعفر صادقؑ  
 نے اپنی علم افروز نرم میں یہ پیشین گوئی فرمائی ہے کہ ظہور کے موقع پر کوفہ کی آبادی  
 اس قدر بڑھے گی کہ گریلا کی دونوں نہروں تک کوفہ کے مکانات کا سلسلہ آجائے گا  
 اگر مڑکوں کے نام یاد اسلاف کے جذبہ میں نہیں رکھے گئے تو کوفہ میں اب تک وہ  
 آثار موجود ہیں جن کا بھی یہ شبہ حاصل تھا۔ چنانچہ "شارع مالک اشتر" کو چہ  
 مالک اشتر کا نشان آج بھی باقی ہے۔ تمام اہل کوفہ کو بے وفا کہنا ہرگز  
 درست نہیں ہے۔ بے وفائی کا تعلق اسی غدار طبقہ سے ہے جس کے ظاہر و باطن  
 میں آسمان و زمین کا فرق تھا اور عہد شکنی جس کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا ورنہ  
 اہل کوفہ میں ایسی فردیں بھی ہر دور میں رہیں جو پیکرِ وفا تھے۔ میثم تمارؓ، کمیل  
 بن زیادؓ، رشید ہجرؓ سب کوفہ کے رہنے والے تھے اور خاص شہادتِ حسینؑ  
 کے موقع پر کوفہ سے جو مدد پہنچی وہ کسی طرح نظر انداز نہیں ہو سکتی۔ آئندہ  
 کے بیانات سے انشاء اللہ العزیز معلوم ہوگا کہ کوفہ میں کیسے سرفروش موجود  
 تھے۔ اس میں شک نہیں کہ شہادتِ حسینؑ کے بعد کوفہ ویران ہوا اور ان  
 بازاروں میں جہاں کبھی آئینہ بندی تھی صدیوں خاک اڑتی رہی لیکن زمانہ کا  
 انقلابی دربار پھر کوفہ میں رونق پیدا کر رہا ہے جو پیش خیمہ ہے ظہور حضرت جنت کا۔  
 بادیہ نشین عرب تیرہ سو برس پہلے جس دورِ انحطاط سے گذر رہے تھے اس زمانہ

لے واصلت بیوت اہل کوفہ بنصری کو بلا ارشاد شیخ مفید

میں دیاں سے

گھروں میں نہ غلہ نہ جنگل میں کھیتی، عرب اور کل کائنات اس کی یہ تھی  
تو صنعت و حرفت کا چیرچا تھا نہ کوئی خاص تجارت تھی جو عرب کے سوا  
دوسرے شہروں میں نہ ہو اس لئے ہم وہاں کی کسی شے کا نام نہیں جانتے جس کو  
دنیا کے سامنے پیش کریں۔ البتہ کوفہ باب مدینہ علم کی منزل تھا اس لئے خط کوئی  
ایسا مشہور ہوا کہ دنیا کے ہر علم نواز حلقہ میں اس کے کتبے موجود ہیں کوفہ میں  
مسلمانوں کی مخلوط آبادی تھی اور یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ تمام اہل کوفہ شیعوں تھے  
خط کوفی حضرت امیر المومنینؑ کی ایجاد ہے۔

مسجد کوفہ | مساجد میں خانہ کعبہ کے بعد دنیا کی سب سے قدیم اور قابل احترام  
عمارت مسجد کوفہ ہے جس کی عظمت و امتداد پر فریقین میں  
اتفاق ہے۔ سنی اور شیعوں دونوں فرقوں کی معتبر کتابیں مسجد کوفہ کو انبیاء کرام کا حصلا  
ثابت کرتی ہیں اور اب تک وہاں بعض انبیاء کی نمازوں کی یادگار قائم ہے۔ پیغمبرؐ  
نے شبِ معراج اس مسجد کے محاذ میں پہنچ کر نماز پڑھی اور جبریل امینؑ نے تعارف میں  
عرض کیا کہ یہ وہ مسجد ہے جسے میں نے بیس مرتبہ آباد کیا اور بیس مرتبہ ویران ہوتے  
دیکھا اور ہر دو مرتبہ کے دوران میں پانچ سو برس کا فاصلہ ہے۔ اس بنا پر مسجد  
کی تاسیس واقعہ معراج سے دس ہزار سال پہلے معلوم ہوتی ہے۔

جائے عبادت ہونے کے ساتھ اس زمین کے ذرے انبیاء کی حقیقت کے بھی  
ثبوت ہیں اور حضرت نوحؑ کی بدکردار امت کی تنبیہ کے لئے اس زمین کے ایک  
جزو کو اپنی صداقت کی نشانی قرار دیا اور طوفانِ نوحؑ ہمیں سے شروع ہوا۔ اس

مسجد میں خالی بیٹھنا بھی عبادت ہے۔ اور یہاں پہنچ کر مسافر کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ چاہے تو نماز پوری پڑھے اور چاہے قصر کرے۔ جن لوگوں نے اس مسجد میں نماز پڑھی ہے یہ خدا کے سامنے ان کی غیر مسترد سفارش کرے گی۔ جناب امیر نے ایک طولانی حدیث میں فرمایا ہے کہ اگر لوگوں کو پیہ چل جائے کہ مسجد کو فہ میں کتنے برکات ہیں تو وہ زمین کے ہر گوشہ سے کھنچ کر یہاں آئیں اگرچہ ان کو برستان میں بھی چلنا کیوں نہ پڑے۔ دوسرے موقع پر حضرت نے اس مسجد کو مسلمانوں کے قبلہ اولیٰ پر فضیلت دی ہے۔ ایک شخص خدمت مبارک میں آیا اور عرض کیا کہ میں بیت المقدس جانے والا ہوں زاد و راہلہ سب فراہم کر چکا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ سفر خرچ صرف کر دے اور سواری بیچ ڈال اور اس مسجد میں بیٹھ رہ۔ یہ مسجد ان مسجدوں میں سے ہے جس میں دو رکعت نماز کی دس رکعتوں کے برابر ہیں اور مسجد کے دروازہ سے لے کر بارہ میل تک اس کی برکت پھیلی ہوئی ہے۔ اسی طرح ایک ہزار گز تک زمین کے نیچے اس کے برکات پہنچے ہوئے ہیں۔ اس میں ایک ہزار نماز اور صحتی نے نمازیں پڑھی ہیں۔

مسجد کو فہ کا یہ غیر معمولی فضل و شرف جناب امیر المؤمنین کے پیش نظر تھا اور آپ کو اپنے دور حکومت میں موقع مل گیا کہ اس مسجد کو ہمیشہ اپنی تبلیغ کا مرکز رکھا۔ اگر آپ کی جگہ کوئی جاہ پرست انسان ہوتا تو دارا حکومت کی فلک نما عمارت بنوا کے شانہ طور پر قیام کرتا لیکن وہ تو اپنے عملیات سے دنیا میں ذہنی انقلاب پیدا کرنا چاہتے تھے۔ ان کی دُور بین نگاہیں ظاہری سطحوں

لہ جامع الاخبار ۳۷ شرح لمعہ ذکرئی ۳۷ من لایحضرہ من لایحضر  
 ۳۷ معجم البلدان شہاب الدین ابی عبد اللہ یاقوت بن عبد اللہ حموی بغدادی

پر نہیں پڑیں۔ پانچ سال تک حکومت کو اسی مسجد میں ایسا فروغ دیا کہ کہیں ذکرہ القضا  
کہیں بیت الطشت کہیں باب ثعبان، مسجد کا چپہ چپہ ان کے عدل و انصاف کا  
گہوارہ ہے تو کہیں خراب خون کے چھینٹوں سے رنگین ہے۔ اس مقام پر جہاں  
نماز صبح کے اثناء میں آپ کے سر مبارک پر ابن ملجم کی ضرب لگی بیتل کا ایک کٹہرا  
لگا ہوا ہے جس پر یہ شعر تحریر ہے

سجدہ بود بر گاہ خالق اکبر ؛ زدند تیغ بفرق علی ادین محراب

حضرت آدم سے حضرت خاتم تک بیشتر نبی اور وصی نبی سفر کر کے آئے  
اور نمازیں پڑھ کے چلے گئے مگر کسی نے کوڑہ کو اپنا گھر نہ بنایا مگر جناب علی بن ابی  
طالب نے مستقل سکونت اختیار کی اور مسجد کے برکات کو اپنا لیا۔ بیشک حضرت  
نوح کا گھر بھی اسی مسجد میں تھا مگر وہ گھر طوفان آجانے سے قہراً دو ثابث ہوا  
اور علی کا گھر رحم و کرم کام کوز تھا۔ اور یس نبی بھی اس مسجد میں بیٹھ کر پڑھے سیتے  
اور درس دیتے تھے مگر کوئی بیان کرنے والا نہیں کہ وہ کیا درس تھا۔ لیکن علی نے  
منبر کوڑہ پر جو درس دیا وہ دنیا قیامت تک فراموش نہ کرے گی۔ مسجد کوڑہ کا دروازہ  
باب الثعبان اژدھے والا بہت مشہور ہے۔ اس دروازے سے جن اژدھے کی  
سورت میں داخل ہوا تھا اور جناب امیر و عنان فرما رہے تھے۔ اموی دور میں اس  
دروازہ پر ہاتھی باندھا گیا تاکہ لوگ باب الفیل کہنے لگیں اور فضیلت پر پروردہ  
پڑھائے۔

یہ فضیلت مسلمانوں میں ناقابل انکار ہے کہ جناب علی ابن ابی طالب کا  
دروازہ مسجد نبوی میں کبھی بند نہیں ہوا اور آپ کی گزرگاہ خانہ رعد کی طیب و طاہر

زمین تھی لیکن تاریخ سے یہ بھی واضح ہے کہ آپ کے کوفہ والے گھر کا دروازہ بھی مسجد کوفہ کی حدود میں تھا۔ ایک مسلم الثبوت شاعر مسجد کوفہ سے اپنے ہم ارادت مندی کے ذیل میں خصوصیات مسجد بیان کرتے ہوئے کہتا ہے ”اور وہیں امیر المومنین کا دروازہ بھی تھا جہاں سے آپ آتے جاتے تھے“

**نقل مسجد کوفہ** | مسجد کی عظمت کے لحاظ سے اس خانہ خدا کی شیبہ بھی اقطاع عالم میں کئی جگہ بنائی گئی اور ہندوپاک اس یادگار کے منظر ہیں۔

وہ علاقہ سندھ میں قلعہ بھنبھور کے کھنڈرات بحیشم خود دیکھنے کے بعد میں اس نتیجہ تک پہنچا کہ قلعہ پر جو قبل میلاد عیسیٰ کی بنیاد ہے جب مسلمانوں کا اقتدار قائم ہوا تو ایک مسجد بنائی گئی جس پر اٹھالیہ عمر مساجد اللہ من امن باللہ والیوم الاخر کی آیہ کریمہ ثبت ہوئی۔ یہ سطح قطعہ زمین وہاں اب بھی نمایاں ہے اور رہے سبے حروف میں سنگ تعمیر کے جو بخط کوفی تھا جہاں تک مٹی ہوئی تحریر پڑھی گئی اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ متوکل عباسی کے زمانہ کی عمارت تھی جس کو بیدار مغز حکومت پاکستان نے کھدائی میں زیر زمین سے نکال نکال کر میوزیم کی بلڈنگ میں منظر عام کے لئے لٹب کیا ہے اور خط کوفی کو عربی خط نسخ میں منتقل کر کے بورڈ پر لکھا ہے ”مما امر به الامیر ہارون بن محمد مولیٰ امیر المومنین اعزہ اللہ علی یدی علی بن عیسیٰ مولیٰ امیر المومنین۔ امیر ہارون بن محمد مولیٰ امیر المومنین اللہ سے عزت بخشے نے علی بن عیسیٰ مولیٰ امیر المومنین اللہ سے

مکرم بنائے) کے ذریعہ ۲۳۹ء مطابق ۸۵۲ء عیسوی میں اس کی تعمیر کا حکم دیا۔  
 فریم کی انگریزی اور اردو تحریر میں یہ بھی درج ہے کہ یہ مسجد کوفہ کی مسجد سے  
 بہت مشابہ تھی اور دارالانشاء کا عملہ بتاتا ہے کہ قدیم ہندوستان کی پہلی مسجد  
 یہی ہے۔ یہ تشابہ بانی مسجد کے مذہب پر بھی دلیل ہے اور سوال باقی نہیں رہتا  
 کہ وہ کس عقیدے کا شخص تھا۔ بہر حال یہ عمارت امام علی نقی علیہ السلام کے  
 زمانہ کی تعمیر ہے۔ دسویں امام کی وفات ۲۵۷ھ میں ہوئی۔ اس لحاظ سے  
 بانی متوکل کا حلقہ بگوش تھا۔

۱۱) مکمنوں میں شبیہ مسجد کوفہ جو روضہ کاظمین سے ملحق واقع ہے آخری  
 سلطنت اور وہ کی تعمیر ہے جہاں ہجرت سے پہلے مجھے بار بار نماز صبح (کی عمت)  
 پڑھانے کی نوبت آئی۔ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ بھی شرف الدولہ بانی کاظمین کی  
 بنیاد ہے اور روضہ کاظمیہ ہے یا کوئی دوسرا روشن خیال بانی تھا دونوں عمارتیں  
 حسین آباد ٹرسٹ کے زیر انتظام ہیں۔ چاروں طرف محراب اور نماز پڑھنے کی  
 جگہ ہے پچھم کا درجہ محراب و منبر سے قبل رخ صحن وسیع اور اینٹیاں کے مصلوں  
 کی جگہ طوفانِ نوح کا نشیبی حصہ دھوب گھڑی کا نشیبی ستون جو اصل میں بمنزلہ  
 شاخص ہے یہ عمارت للال رنگ کی ہے اور وضو کا حوض دروازہ سے متصل  
 ہے۔ یہ تھے مسجد کوفہ کے حالات جس پر مختصر تبصرہ کے بعد یہ مقدمہ ختم کیا  
 جاتا ہے۔

تیسرا مقدمہ قاضی شریح | کوفہ میں محکمہ قضاء سپرد تھا۔ ولایت  
 میں بڑا اختلاف ہے۔ بعض اہل تحقیق  
 کہتے ہیں کہ ان کا پورا نام حرث بن قیس کنذی تھا اور ایک گروہ کا بیان ہے  
 کہ ان کے باپ کو بانی کہتے تھے۔ مشہور لوگوں کی ولایت میں اکثر اختلاف

ہو جاتا ہے۔ ابوہریرہ کے باپ کا کیا نام تھا؟ اس کے جواب میں تقریباً بیس نام بتائے جاتے ہیں۔ اصلیت کا خدا کو علم ہے۔ شریح لقب تھا جو نام پر غالب آیا۔ ابوامیر کینت تھی خلافت دوم میں شریح کو قاضی بنایا گیا حکومت سے ان کی تنخواہ مقرر تھی۔ پچھتر برس تک اس عہدہ پر برقرار رہے۔ صرف فتنہ ابن زبیر کے زمانہ میں تین برس تک کام نہیں کیا۔ حجاج کے دور حکومت میں انہوں نے استعفیٰ دیدیا جسے منظور کر لیا گیا اور پھر مرتے دم تک شریح نے کسی کا فیصلہ نہیں کیا۔ شریح احکام صادر کرتے وقت اور فیصلہ میں کبھی بڑی ذہانت سے کام لیتے تھے۔ ایک عورت ان کے پاس اپنا قضیہ لے کر آئی اور شریح کو دیکھ کر رونا شروع کر دیا۔ عراق کے عالم شعبی نے کہا اسے ابوامیرہ دیکھتے ہو کس طرح رو رہی ہے شریح نے برجستہ کہا کہ یوسف کے بھائی بھی تو روتے ہوئے آئے تھے حالانکہ جھوٹے تھے۔ وہ تابعین میں تھے پیغمبر خدا کے اصحاب کا زمانہ پایا تھا۔ خود رسول کو نہ دیکھا تھا۔ اگر تابعی تھے تو بظاہر کسبی میں حضرت عمر نے ان کو اس عہدہ پر سرفراز کیا اور شریح اپنے افعال و اقوال سے اس احسان کو ہمیشہ محسوس کرتے رہے اور خاندان رسالت سے اس کو کوئی دلچسپی پیدا نہیں ہوئی۔ شریح حالت امکان میں آل رسول سے علمی مدد لینے پر کبھی تیار نہ تھے۔ ایک مرتبہ ام المومنین بی بی عائشہ سے موزہ پر مسج کرنے کے بارے میں سوال کیا

۱۔ تصبیح النظری ترمذی بحمدہ الفکر از مولوی محمد حسین ہزاروی ص ۱۷۰ غایۃ الاوطار ترجمہ اردو در المختار ص ۲۱۶ مطبوعہ نو الکتور کانپور ۱۸۷۶ء سے مجمع البحرین (نعت حدیث) ص ۱۷۰ حجاج شوال ۹۵ھ میں ہلاک ہوا۔ تفسیر مفاتیح الغیب فخر الدین رازی ص ۱۷۰ شعبی نے زبیر بن عبد الملک المتوفی ۵۰ھ کے ایام دولت میں انتقال کیا۔

”انہوں نے جواب دیا کہ علیؑ کے پاس جاؤ۔ وہ رسول خدا صلعم کے ساتھ ہر سفر میں رہے ہیں۔“ البتہ میراث خنثی کے موقع پر شریح نے جناب امیر المؤمنینؑ سے مجبوراً رجوع کی ہے یا ایک پدمردہ جوان کے بارے میں شریح نوعیت واقعہ نہ سمجھے اور جناب امیرؑ سے جواب پوچھا۔ شریح نے ایک مرتبہ خود حضرت علیؑ کے خلاف فیصلہ کر دیا تھا۔

ان حضرت کی زرہ کسی نصرانی کے پاس دستیاب ہوئی اور آپ اس کو لئے ہوئے شریح کے پاس آگئے اور مسند کے ایک گوشہ پر بیٹھ گئے اور فرمایا اگر میرا مدعا علیہ مسلمان ہوتا تو میں اس کے برابر کھڑا ہوتا۔ یہ فرما کر قاضی شریح سے کہا کہ یہ زرہ میری ہے۔ نصرانی نے انکار کیا (راوی کا بیان ہے کہ جناب علی مرتضیٰؑ کا دعویٰ ہرگز غلط نہ تھا) شریح نے پوچھا (یا علیؑ) آپ کے پاس کوئی گواہ ہے۔ حضرت نے کہا نہیں۔ نصرانی زرہ لے کر چلا گیا اور حضرت علیؑ اور دوسری میں بظاہر ناکام رہے لیکن وہ نصرانی تھوڑی دور گیا تھا کہ واپس آیا اور کہا اشہدان لا الہ الا اللہ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدائے برحق کے سوا کوئی معبود نہیں اور انبیاء کے الہی احکام ایسے کہوتے ہیں کہ خود امیر المؤمنینؑ مجھے قاضی کے پاس لے جائیں اور قاضی ان پر قضاء کا حکم جاری کر دے ایسی ہی اسلام لے آیا اور اقرار کیا کہ یہ زرہ جناب امیر المؤمنینؑ کی جنگ صفین کے سفر میں گر پڑی تھی۔ آپ اس کے مسلمان ہو جانے پر بہت خوش ہوئے اور وہ زرہ اس کو بخش دی اور ایک گھوڑا بھی عطا فرمایا۔ وہ نصرانی خوارج کی جنگ تک آپ کے ساتھ رہا۔

کونفر کے حکم قضا سے شریح کی مالی حالت بہت کچھ بڑھ گئی اور وہ وقت آیا کہ اٹشی دینار کو شریح نے ایک مکان خریدا۔ یہ رویہ بحیثیت ایک تاجدار طبع مبارک پر بار ہوا اور قنبر کو بھیج کر قاضی شریح کو طلب کیا اور مکان خریدنے کا ذکر کیا، اٹھے شریح خدا سے ڈر عنقریب وہ آئے والا ہے جو نہ تو تر سے دستاویز کو دیکھے گا۔ نہ گواہوں سے کچھ پوچھے گا۔ تجھے اس گھر سے باہر کر کے قبر میں پہنچا دے گا۔ اس معاملہ میں مالک مکان کی ملکیت میں شبہ اور قیمت کے کسب حلال سے نہ ہونے کا اندیشہ تھا۔ اس لئے آخر کلام میں فرمایا کہ اگر ایسا ہوگا تو بیعنا مغلط ہے اور تو دنیا و آخرت دونوں جسگہ نقصان میں رہے گا۔ یہ فیصلہ قاضی شریح کی منہ بنیت کے یقیناً خلاف ہے شریح کے بیٹے کا نام اسد تھا۔ وہ بھی اہلبیت کا دوست دار نہ تھا۔

شریک بن عبداللہ | قاضی شریح کے بہت بعد تھے۔ ان کا پورا نام یہ تھا۔ ابو عبداللہ شریک بن عبداللہ بن شریک

مہدی باللہ کے زمانہ میں ان کو بغداد کا قاضی بنایا اور بادی باللہ نے اپنے دور حکومت میں ان کو اس عہدہ سے معزول کیا اور کونفر میں ۱۷۱ھ میں وفات پانگئے۔ ان کی رائے صائب ہوتی تھی جوابات برجستہ دیتے تھے۔ اگرچہ ان کو حکام جوڑ میں شمار کیا گیا ہے۔ مگر ان کے دل میں جناب علی مرتضیٰ کی خاص عزت تھی۔ کسی نے ان کے سامنے معاویہ کو حکیم بنایا تو فوراً جواب دیا کہ جو حق کو نہ پہچانے اور جناب علی مرتضیٰ

۱۷۱ھ یہ واقعہ ارشاد یہ میں حضرت تاج العلماء و طب تراہ نے اور ذخیرہ رستگاری میں  
میں مولانا سید علی اکبر صاحب مرحوم دہلی مکمل کرنے لکھا ہے۔ ۱۷۱ھ فاذا انت قد حضرت  
الاسمیں جمیعاً الدنیا و الاخرۃ۔ ۱۷۱ھ تاریخ التواریخ ۱۷۱ھ تاریخ ابن وردی

سے جہاد کرے۔ وہ حکیم نہیں ہو سکتا، شریک کا ائمہ حدیث میں شمار ہے۔ حدیث قدیر کی روایت ان سے موجود ہے۔

چوتھا مقدمہ حضرت ہانی بن عروہ کوثر کے مورس آوردہ شخص تھے۔ تمام قبائل عرب ان کی عزت کرتے تھے۔

عرب کا بچہ بچہ ان کی شرافت و نجابت کا گواہ تھا۔ انسانی مدردی اور مہماں تواری ذوق اوصاف کی وجہ سے وہ ہر دعویٰ کرتے۔ کوثر میں ان کی بزرگاہ حیثیت تھی۔ جب وہ گھر سے نکلے تھے تو بارہ ہزار آہن پوش سوار ہمراہ رکاب چلتے نظر آتے تھے اور عام لوگ ان کا کہا مانتے تھے۔ ابن زیاد کی نگاہ میں بھی ان کی عزت تھی ان کی عمر ستر برس کی بتائی جاتی ہے۔ اگر یہ قول صحیح ہے تو پیغمبر خدا کے صحابی تھے اور حسین کو آغوشِ نبی میں پرورش پاتے دیکھ چکے تھے محمد و آل محمد علیہم السلام کے عقیدت کیش تھے اور مودت اہلبیت ہی کو ذریعہ نجات سمجھتے تھے۔ بہادری اور استقلال ان کی خاص صفت تھی کسی مخالف طاقت سے کبھی مرعوب نہیں ہوئے۔

ابن اثیر مورخ نے ان کے لیے لکھا ہے۔ وہ کٹر شیعہ تھے اور جنگِ صفین میں عماریائے کربلا کے ساتھ شریک تھے۔ "جناب امیر ان کو سب سے زیادہ دوست رکھتے تھے ممکن ہے کہ جناب امیر المؤمنین نے اپنے حکیمانہ اقوال میں ہانی کو ان کے انجام سے باخبر کر دیا ہو مگر واقعات کے فقدان نے ایسا مواد ہم تک پہنچنے نہیں دیا۔ ہانی کی بی بی زینبہ، دشمن اہلبیت تھی اور اس کو ایسا ہی ہونا بھی چاہیے تھا۔ اس کا باپ عمر بن حجاج زبیدی تھا جو کربلا پہنچ کر فوجِ شام میں فرات پر موکل ہوا۔

لے شیون و شین منہ

کہ کان شدید التشیع نہ شہد صفین مع عمار تاریخ کامل۔  
 سہ ارشاد شیخ مفید و ناسخ التواریخ اور روایتے وہ ہانی کا برادر نسبتی تمام اصحاب  
 قاتلان حسین کا مغرب صد کان من اصحاب الناس الی امیر المؤمنین علیؑ در اسن الجہاد عربی

رویکے لطن سے عیسیٰ پیدا ہوا اس کو بھی آلِ محمد سے کوئی عقیدت نہیں تھی۔ وہ اپنے نانیہال کا پاٹ لیتا تھا۔ عیسیٰ اگر دوست دارِ اہلبیت نہ تھا تو کم از کم اپنے باپ کے خون کا بدلہ لینا اس کا فرض اولین تھا۔ لیکن ہانی کے بعد اس جذباتِ انتقام سے تار بخین خالی ہیں۔ زیارت میں ہانی کو عبد صالح (نیک کردار بندہ) مظلوم اور مجتہد کی گراں قدر لفظوں سے یاد کیا ہے۔ دیگر حالات انشاء اللہ اپنے محل پر آئیں گے۔

بعض ذمہ دار لوگ طوعہ کو نوٹڈی کہتے ہیں اور  
پانچواں مقدمہ طوعہ

میں تھیں۔ جب اشعث نے آزاد کیا تو اُسئید حضرت علی کے ساتھ ان کا نکاح ہوا جو ابن زیاد کے حاشیہ نشینوں میں تھا۔ جس رات سلمہ مسلم کے قتل کا سامان ہوا ہے وہ ابن زیاد کی آرامگاہ پر پہرہ دے رہا تھا۔ طوعہ کے لطن سے بلال یا ہلال فرزند پیدا ہوا وہ بھی باپ کے ننگ پر تھا طوعہ کوفہ کی قدیم رہنے والی اور محبِ اہلبیت تھیں وہ اس گھر میں اسیہ صفت زندگی بسر کرتی تھیں۔ بیٹے سے ان کو ضرور محبت تھی اور وہ الفتِ مادری سے مجبور بھی تھی مگر بلال کو ماں کی اطاعت کا کچھ خیال نہ تھا طوعہ اگر کینز تھیں تو ان آزاد عورتوں سے ضرور بہتر تھیں جن کے دلوں میں اولادِ ناطقہ کی محبت نہ تھی وہ زیور کمال سے راستہ تھیں عرب کی حمیت و فامہمان نوازی شجاعت و بہادری انسانی ہمدردی ان کے رگ و پے میں سرایت کے ہوئے تھی مذہب کے آگے وہ شوہر اور اولاد کا خیال نہ کرتی تھیں اور ایک قول یہ ہے کہ وہ بنی ہاشم اور جنابِ مسلم کے بنی اعمام میں سے تھیں۔ شمشیر میں ان کا بڑھا پاتا تھا۔ باقی کوائف آئندہ اپنے محل پر ذکر ہوں گے۔



میں محتاج تعارف نہیں ہے۔ ہوا خواہ ان یزیدیت اور جہالت کی مضبوط زنجیروں میں  
 ایسے جکڑے ہوئے تھے کہ دن دوپہر چلتی ہوئی دھوپ میں بھی ان کو پہچان نہ سکے۔  
 ان کو قرآن پہچانتا ہے، روح الامین ان کے فضل و شرف کے گواہ ہیں۔ وحی و  
 الہام کے حقیقت خیز پیام ان کے زندگی کے تصاویر (عکس) ہیں۔ انسان سہو و  
 خطا کا مجموعہ لغزش اور نسیان کا پیکر ہے۔ اس لئے اس کو ٹوک کر بتانا پڑتا  
 ہے کہ جس بلند تر انسان نے محمد عربیؐ کو اپنے سایہ عطف و شفقت میں پرورش کیا تھا،  
 اس کا نام (کنیت) ابوطالبؓ تھا اور ابوطالبؓ کی اولاد یعنی پیغمبرؐ کے چچرے بھائیوں  
 میں عقیلؓ، جعفرؓ، علیؓ ایک سے ایک بہتر انسان تھا۔ کمالات کے لحاظ سے یہ  
 سب عدیم النظیر مانے گئے ہیں۔ علیؓ سر شہداء، امامت و عصمت اور پیغمبر خداؐ کے  
 بلا فضل جانشین تھے۔ جن کی خلافت کا غدیر میں بیانگ دلیل اعلان ہو چکا تھا  
 جو جعفرؓ سن و سال میں ان سے بڑے تھے۔ نصرت اسلام اور جنگ موتہ میں اپنے  
 دونوں ہاتھ لگا کر شہید ہوئے اور پیغمبرؐ نے پکار پکار کر کہا (مرنے والے بھائی)  
 کو دو بال و پیر زمرہ کے عطا ہوئے ہیں اور وہ فردوس بریں کی وسعت میں  
 پرواز کرتے ہیں۔ طیار لقب اسی وجہ سے ہے جس سے کسی مسلمان کو انکار  
 نہیں ہے۔ نماز جعفر طیار جس کو فریقین نے روایت کیا ہے وہ سننی نماز ہے  
 جو جعفر طیار کے ذریعہ سے مسلمانوں تک پہنچی۔ عقیلؓ ان سے بزرگ تھے ان کی  
 جو دت طبع اور ذہانت حافر جو ابی حق گوئی کا عرب بھر میں نظیر نہ تھا بہت  
 بڑے ادیب اور انساب عرب کے جاننے والے تھے۔ ان کی شان میں قرآن کی  
 آیتیں ہو اذی ابد لک بنصرہ و باطونین اور احادیث برابر سے  
 وارد ہوئے ہیں۔ مسلم عقیلؓ کے فرزند نرینہ تھے۔ ان میں آبائی کمالات کے  
 ساتھ شجاعت اور پرہیزگاری بھی بدرجہ اتم تھی۔ یہ حضرت امیرؓ کے بھتیجے اور

عقیلؓ  
 جعفرؓ  
 علیؓ

داماد اور حسین بن علیؑ کے چچا زاد بھائی اور بیٹھوئی تھے۔ سیدالشہداء اور وحی فداہ کی ایک سوتیلی بہن ان سے منسوب تھی جن کا نام رقیہؑ تھا۔ وہ حضرت معصومہؑ عالم کے پیٹ سے نہ تھیں۔ مگر عصمت کے ماحول زینبؑ و ام کلثومؑ ایسی فخر النساء عورتوں میں پرورش پا کر بڑی ہوئی تھیں۔ اس لحاظ سے ان کے بچوں کو علیؑ کا نواسہ حسینؑ کا بھانجہ اور بیٹھوئے ہونے کا بھی شرف حاصل ہے۔ شادی بیاہ کے موقع پر خاندان رسالت میں گفتو کا بہت زیادہ خیال رکھا جاتا ہے۔ اور تاریخ گواہ ہے کہ جناب معصومہ کونینؑ کے لئے پیغمبر اکرمؐ نے کس کس کے پیام رو کے اور اصحاب میں کوئی کامیاب نہ ہوا۔ یہی نظریہ حضرت امیرؑ نے بھی اپنی اولاد کی تزویج میں رکھا ہے۔ رقیہؑ اور مسلم کا وہ رشتہ تھا جس سے بہترین و مشہور نہ تھے اولادِ فاطمہؑ کے حیرانگیز عقول و کمالات اس حد تک معراج کمال تک پہنچ چکے تھے کہ اولادِ علیؑ میں محمد حنفیہؑ رقیہؑ وغیرہ کے نام بلند نہیں ہو سکے۔ ورنہ قطع نظر اولادِ فاطمہؑ کے نہ علیؑ کے فرزندوں کا کوئی نظیر تھا اور نہ بیٹھوں کی مثال تھی۔

یہ سکہ حقیقت ہے کہ بیاباب کے کمالات کا آئینہ ہوتا ہے اور توارث میں اولاد کا سب سے بڑا حصہ ہوتا ہے۔ میراث کی جھلک اور تہ کے اثرات دنیا کے بہت سے مناظر میں ملتے ہیں۔ عرب میں رطب اور ہندوستان میں آم وہ طیب ثمر ہیں جن کا نمونہ جس درخت کے وہ پھل ہیں انہیں میں ملتا ہے۔ ممکن نہیں کہ خرمہ صحیاتی ہر خلیستان میں مل جائے۔ پھولوں میں ایک شان ایک انداز ایک خوشبو کا پھول ہمیشہ ایک ہی گلاب سے حاصل ہوتا ہے۔ سواریوں میں عربی نژاد راہوار جس خوبی اور شان و شوکت کے ہوتے ہیں وہ کسی دوسری نسل میں گھوڑوں کے نہیں ہوتے۔ فیروزہ نیشاپور کے خاص معدن کا اور لعل بدخشان کا

کان میں عقیق یمن سے بہتر کہیں نہیں ہوتا اور ہر قسم اپنے اجزاء کو خود ہی تقسیم کرتی ہے۔ نیشاپوری فیروزہ ایران کے کسی دوسرے شہر میں نہ ہوگا۔ یہ وہ مثالیں ہیں جو شرمندہ رد و قدح کبھی نہیں ہو سکتیں۔ حضرت مسلمؓ اس خاندان کے تھے جو عدل، عصمت و طہارت تھا۔ وہ اس خاندان کے تھے جو علم و عمل کا واحد مرکز مانا گیا ہے۔ وہ اس پاکیزہ مٹی سے خلق ہوئے تھے جو فرسوں میں کی تخمیر تھی۔ وہ اس بہادر گھرانے کے فرزند تھے جس نے دشمن کو پشت نہیں دکھائی۔ وہ اس نسل کے مرد تھے جس کی شجاعت پر آسمان کے فرشتے گواہ ہیں۔ میں حضرت مسلمؓ کے حالات میں یہ مستقل کتاب سپرد قلم کر چکا ہوں جو مقبول عام ہو کر متحدہ ہندوستان اور بیرون ہند میں پہنچ چکی ہے اور یہ مقالہ (مقدمہ) اس کے صفحات کا پروف نہیں ہے بلکہ مدوح کی عظمت اس قدر بڑھی ہوئی ہے کہ عمر صرف کرنے پر بھی کمالات کا تعارف اور مدح سرائی کا حق ادا نہیں ہوتا۔ لوکان المریاض اقلادھا۔ حضرت مسلمؓ کے گھرانے کی منزل شرف ہے۔ حضرت مسلمؓ کی بہادری کا پہلا تعارف فتوحات مصر میں ہوا۔ اس محترم بزرگ نے اپنی خدمات سے اسلام کو یہ مدد پہنچائی کہ بھائیوں کو ساتھ لے کر وہ جہاد کیا جو آج تک صفحہ تاریخ پر باقی ہے۔ شیخ علامہ محمد بن معز کے یہ جملے فراموش نہیں کیے جا سکتے۔ **وَلَكِنَّ دَرَاهِمَ مَسْلَمِ بْنِ عَقِيلٍ وَ اخوتہ لَقَدْ قَاتَلُوا قِتَالًا شَدِيدًا حَتَّى كَانَتْ اَللَّهَ مَا وَّ عَلَى دَرَاهِمَ عَصَمَ كَانُوا كِبَادًا** کا بل (فتوحات بہنسا ص ۶۲ طبع بمبئی ۱۲۸۶ھ) قابل تبریک ہیں مسلمؓ اور ان کے بھائی جنہوں نے مصر کی جنگ میں گھسان کی لڑائی لڑی اور ان بھائیوں کی زربوں پر خون کا یہ حال تھا جیسے اونٹ کی کلیجی ہے ہر مجاہد سرخ پیکر تھا کاش شیعہ قوم کے پاس کوئی سرمایہ ہوتا اور وہ ان حقائق کو اصل مآخذ اور

مصدر سے ترجمہ کر کے پیش کرتے اور وہ اختصار جو اخبار کے صفحات کے لئے زیبا  
 ہے حد تفصیل کو پہنچتا اور حسینیت کی صحیح ترجمانی ہوتی اور اس غلط جادہ سے  
 قوم کے قدم ٹپتے جو دوستی کے پردہ میں دشمنی میں روز بروز۔۔۔ کامیاب  
 ہو رہا ہے اور اگر خلافت قلم اٹھاؤ تو آپس کی نزاع کی عذر تراشا جاتا ہے  
 اور اہل قلم کو متہم کیا جاتا ہے کہ یہ آپس میں لڑنے کے عادی ہیں۔ اس لڑ میں  
 اختلافی آواز سنی نہیں جاتی اور مصلح کافر ض مشکوک کر دیا جاتا ہے۔  
 خدا را عقل سے کام لو۔ دماغ کو کیسو کر کے حالات پر نظر کرو۔ خدا کی توفیق  
 کے ہمہ وقت خواہاں رہو۔ اپنی نقل و حرکت کو خدا کی طاقت پر تفویض کر دو۔  
 جو کام کرو وہ خدا کے لئے۔ مسلم بن عقیل نے فتح مصر میں کسی حاکم وقت کی  
 مدد نہیں کی۔ دین خدا کی مدد کی۔ سچے اسلام کی مدد کی۔ کسی جنبہ دار کو اپنی  
 نیت کے مطابق اس جنگ کو نہ دیکھنا چاہیے۔ وہ یہ دیکھے مسلم اسلام کی  
 مدد کر رہے ہیں کیا انما الاعمال بالنیات کی متفق علیہ آواز آج  
 ہمارے دماغ سے نکل گئی ہے۔ اس صدا کو ذہن میں محفوظ رہنا چاہیے۔  
 طاغوتی لشکر شہاب ثاقب پھینکے جانے کی جگہ سے زمین کے ذروں تک پھیلا  
 ہوا ہے۔ انسان ہر جہاں طرف سے ماریت میں گھرا ہوا ہے۔ شیطان کا وعدہ  
 ہے کہ میں چپ و راست جنوب و شمال ہر سمت سے حملہ آور ہوں گا۔ ہم ایمان  
 بالغیب پر ایمان لانے کے معترف ہیں۔ مگر اس پوشیدہ طاقت کو ہم نے نظروں  
 سے اوجھل کر دیا ہے اور اس دشمن کو کمینہ گاہ میں نہیں سمجھتے۔ انسان دشمن  
 بن کر جسم پر حملہ کرتا ہے اور اس کے اثرات پیکر و جسد پر نظر آتے ہیں۔  
 اور یہ حملہ ایمان اور روح پر ہوتا ہے۔ دشمن دل کی عنان باطل کی طرف  
 موڑنا چاہتا ہے۔ اس پیر آشوب عہد میں حقائق کو ایمان کی روشنی میں دیکھو

تجدد کی سہا میں نہ بیٹھو۔ سیاست مسلم ریاست علویہ کی ذرع اور سیاست حسیہ کا نقشہ  
اول تھا۔

میں سے پیارے بھائیو۔ تم بھی مسلم کے ایسے بنو، عقیل کا ایسا جذبہ پیدا کرو۔  
ان کے خدمات کو مشیت کا لازماً سمجھو ان کے طرز عمل کو سیاست الہیہ کا قانون  
سمجھو۔ سیاست حاضرہ سے مثال نہ دو۔ اگر آج دنیا میں سیاست حق، محض اور صداقت  
خالص کے معنی میں استعمال ہو تو بیشک حسینی سیاست سیاست ہے ورنہ سیاست  
حاضرہ کو سیاست حسینی سے مثال دینا وقارِ اہلسنت کو کم کرنا ہے۔

شجاعتِ مسلم کا دوسرا مظاہرہ صفر ۳۳ھ جو جنگِ صفین میں ہوا اور  
مسلم کی کمال شجاعت کی یہ دلیل تھی کہ انہوں نے امام حسن اور امام حسین کے  
ساتھ اس جنگ میں بھی شرکت کی اور اگر ہم اس عرصہ کی تفصیل کریں تو  
پہلے یہ لکھنا پڑے گا کہ مسلم مینہ لشکر پر تھے (مناقب آل ابی طالب ص ۹۵  
طبع بمبئی)۔

اس کا نتیجہ یہ ہے کہ حضرت مسلمؓ جس وقت امام مظلوم کے ایلچی بن کر کوفہ  
میں آئے اس وقت عرب کا چچہ بچہ ان کی شجاعت سے واقف تھا۔ کوفہ کی  
گلیوں میں حضرت مسلمؓ کی عمار نے ابن زیاد کی فوج کو زیر کیا۔  
یہ بہادری مخفی نہ تھی۔ فرزندِ مسلمؓ اسی شیر کے شیر تھے۔ سارے اسی عجمہ کمالات  
کے حشیم و چراغ تھے۔ واقعہ کربلا میں جو بچے جناب مسلمؓ کے شہید ہوئے  
ان میں ایک نو نہال رقیہ بنت علیؓ کے لطن سے تھا۔ قربانی کا جذبہ کس قدر  
کامل تھا کہ مسلمؓ نے اپنی نصرت پر اکتفا نہ کی خیال کو فرزندِ رسولؐ کے ساتھ  
کر دیا تاکہ پسماندگان میں بیوگی اور یتیمی بھی امتحان کی سمجھی کو زیادہ سے  
زیادہ ممتاز کر دے۔ کمزور دل کی عورتیں شوہر کی وفات کو حادثہ جانکاہ

سمجھ کر ایام کو زندگی کا سہارا سمجھتی ہیں اور کسی مزید مصیبت کے لئے تیار نہیں ہوتیں مگر زوجہ مسلم نے عنان صبر ہاتھ سے نہیں چلنے دی۔ ان کو بھانڑ طور پر فخر حاصل ہے کہ ان کا شوہر واقعہ کر بلا کا پہلا مجاہد اور ان کے فرزند بنی ہاشم کے پہلے شہید تھے۔

شب عاشور فرزندِ مسلم کا جذبہ  
اور ولولہ انگیز باتیں

امام مظلومؑ نے زندگی کی آخری  
شب اور دسویں محرم کی رات  
کو جو خطبہ پڑھا اور انصار کو

عام اجازت دی کہ وہ ساتھ چھوڑ کر چلے جائیں۔ اس خطبہ میں اولادِ عقیلؑ سے خصوصی خطاب تھا۔ یا بنی عقیل حسبکم من القتل مسلم بن عقیل فاذہبوا انتہ فقد اذنت لکم۔ اے فرزندِ عقیلؑ تمہارے لئے مسلم کا شہید ہونا کافی ہے۔ تم چلے جاؤ میں تم کو اجازت دیتا ہوں مگر ان سب نے متفق ہو کر کہا کہ بھلا ہم کو لوگ کیا کہیں گے؟ کہیں گے کہ ہم نے اپنے سید و مردار اور اپنے چچا کی اولاد کا ساتھ چھوڑ دیا اور ان کے ساتھ نہ تیر لگایا نہ نیزہ مارا اور نہ تلوار چلائی۔ اور خبر بھی نہ لی کہ ان پر کیا گزری۔ ہرگز ہم ایسا نہ کریں گے بلکہ ہم اپنی جان اور مال اور اہل و عیال آپ پر فدا کر دینگے۔ اور آپ کے ساتھ رہ کر جنگ کریں گے۔ یہاں تک کہ جو آپ کو انجام ہو وہی ہمارا بھی ہو۔ اولادِ مسلمؑ میں تو کوئی مجاہد شادی شدہ نہ تھا جو یہ کہہ سکے کہ ہم اپنے عیال آپ پر فدا کریں گے۔ بطری کے اس جملہ کا وہ خود ذمہ دار ہے۔ ممکن ہے کہ اولادِ عقیلؑ کا وکیل بن کر یہ جواب دیا ہو۔ یہ بھی قابلِ غور ہے کہ اس جواب میں کوئی پہلو ایسا نہیں ہے جس سے یہ نتیجہ نکالا جائے کہ واقعہ کر بلا انتقامی جنگ تھی۔ انتقام کا حق رکھتے ہوئے صبر جو بنی ہاشم کا روایتی شیوہ تھا اختیار کیا۔ یہ رات بڑی مشکل سے کٹی اور تیم پچول کے یہ عزائم پورے ہوتے ہوتے ظہر کا وقت بھی گزر گیا۔ جب انصار میں کوئی

باقی نہ رہا تو بنی ہاشم کی باری آئی اور پوچھ مسلم کی آرزو پوری ہوئی۔

دہریہ عظیم پختہ ہے جو رقیہؓ کے بیٹ سے تھا۔ بنی ہاشم کی  
دہریہ شجاعت رگ و پوے میں تھی۔ چودہ برس کا

**عبداللہ بن مسلم**

رس تھا۔ مگر میدان میں پہنچنے پر شیرانہ تیور تھے۔ جو رجز پڑھا اس کا ترجمہ  
ملاحظہ ہو۔ آج میں (حضرت) مسلم سے ملوں گا۔ وہ میرے ہی باپ ہیں۔ ہم

عنقوان شباب میں دین نبیؐ پر جان دیتے ہیں۔ اور اس قوم سے نہیں ہیں جس  
نے رسولؐ کو جھٹلایا ہم خدا کے چنیدہ بندوں بنی ہاشم کی نسل اور حسب و نسب  
میں قابل تکریم ہیں۔ تلوار کھینچی، گھوڑا مہینہ کیا۔ تین حملوں میں ۹۸ دشمنوں کو  
قتل کیا اور آخر کار عمر بن حبیبؓ اور اسید بن مالکؓ کے ہاتھ سے شہید ہو گئے۔  
زیارت میں ممتاز الفاظ میں ان پر سلام موجود ہے اور قاتل کو ملعون قرار دیا ہے۔

یہ عبداللہ کے سوتیلے بھائی تھے۔ ماں ان کی کنیز تھیں۔ عمر ۱۲  
سال سے زیادہ نہ تھی۔ عبداللہ کے قتل ہونے کے بعد ایک قول

**محمد بن مسلم**

تو یہ ہے کہ اولادِ ابی طالب نے ایک ساتھ حملہ کر دیا۔ اور امامؐ نے آواز دی  
اے میرے چچا کے بیٹو! موت کے مرحلہ کو آسان کر دو اور دو سرا قول ہے کہ  
بالحاح وزاری امامؐ سے اذنِ جہاد حاصل کیا اور زخمی شیر کی طرح دشمن پر حملہ  
کیا مجلسی علیہ الرحمہ نے جلابہ لعیون میں لکھا ہے کہ محمدؐ برادرِ اوچن گاہ آمد  
جمع ازاں بد بختاں را بقتل آورد۔ ایک گروہ کو قتل کیا۔ دوازدہ سارہ طفل

اگر گروہ کو تہ تیغ کرے تو اس کے دست بازو سے اس کے اسلاف کو یاد کرو۔  
کس خانوادہ کا طفل ہے۔ کس قبیلہ کا مجاہد ہے۔ یہ دونوں نو نہال گنج شہیداں

میں بنی اسد کے تعاون سے امام زین العابدینؑ کے روبرو دیگر انصار و اعزہ کے  
ساتھ دفن ہوئے۔ انصار امامؐ کی زیارت میں ذرائع کا ضمنی سلام ان پر بھی

پہنچتا ہے اور لکھنؤ میں فرزندِ مسلم کا روضہ تالی کٹورہ روڈ پر منشی فضل حسین خاں مرحوم کی تعمیر موجود ہے۔ جو عہدِ قدیم کی ایک یادگار اور مقدس مقام ہے۔ صاحبانِ حاجت کی مرادیں پوری ہوتی ہیں اور زیارت گاہِ خلق ہے۔

**دخترِ مسلم** واقعہ کربلا میں حضرت مسلمؑ کی ایک دختر کی موجودگی بھی ظاہر ہوتی ہے اور جب خبر شہادتِ مسلمؑ پہنچی ہے۔ اور اس

وقت امامؑ نے دستِ شفقت پھیرا اور گوشتوارے پہنائے۔ اس واقعہ کو ضیاء الابصار کے مؤلف نے جن الفاظ میں سپردِ قلم کیا اس کا ترجمہ یہ ہے اور جب خبر شہادتِ حضرت مسلمؑ پہنچی تو امامؑ اپنی جگہ سے اٹھے اور خیمہ میں آئے اور دخترِ مسلمؑ کو بلایا۔ اس کی عمر ابرس تھی۔ آپ نے قریب بلایا اور بالکل نزدیک بٹھایا اور دو گوشتوارہ منگا کر کانوں میں پہنائے اور پیشانی اور سر پر دستِ شفقت پھیرتے تھے۔ جیسا کہ سنیوں کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہیں (اور لڑکی اندازِ تیمانہ دیکھ کر) زار و قطار رو رہی تھی۔ تاریخ میں صراحت نہیں کہ اس دختر کی ماں کا کیا نام تھا امامت کے اس روئے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لڑکی بھی شکمِ رقیہ سے تھی۔ اگر لہٰذا رقیہ سے نہ ہوتی تو امام حسینؑ کی نامحرم تھی۔ لڑکی ۹ برس کی شرعاً بائع سمجھی جاتی ہے جس پر دستِ شفقت اسی وقت صحیح ہوتا ہے جب وہ محرم سمجھی جائے۔

یہ تھیں اولادِ مسلمؑ کی خصوصیات۔ حضرت ام کلثومؑ نے بھی اپنے نوحہ میں روشنی ڈالی ہے جو مقاتل میں موجود ہے۔

## پہلا باب

**تعارف** | جس معزز فرد کے دل دوزخِ حلالِ زندگی ہم لکھنا چاہتے ہیں اس کا نام نامی مسلم ہے۔ وہ پیغمبرِ اسلام کے مقرر چچا حضرت ابی طالب کے صاحبزادے جناب عقیل کا چشم و چراغ ہے۔ جناب امیر المؤمنین علی مرتضیٰ علیہ السلام ان کے حقیقی چچا تھے جو آباؤ اجداد جناب سرور کائنات صلوٰۃ اللہ وسلم علیہ کے ہیں وہی ہمارے مدوح کے ہیں سلسلہ نسب آپ کا ۶ واسطوں سے جناب ابراہیم خلیل اللہ تک پہنچتا ہے وہ خانوادہ رسالت و نبوت کی مشہور شخصیت ہیں۔

**پیدائش اور حلیہ** | رسولِ عربی کا دُورِ خم ہوتے کے بعد عہدِ حضرت امیر میں آپ پیدا ہوئے۔ فخر کائنات چچا اور حسین ایسے معصوم بھائیوں کے سایہ میں سنِ تیز کو پہنچے۔ اولادِ عبدالمطلب میں نبیِ خدا سے صورت میں سب سے زیادہ مشابہ تھے اور مرسلِ اعظم کے بہترے اصحاب کو آپ نے دیکھا تھا۔ اس بنا پر ان کو تابعی کا درجہ بھی حاصل ہے۔ وہ ثقہ بھی کہے جاتے ہیں۔

**نام اور لقب** | اسلام کے لفظی معنی "گردنِ نباؤن" کے ہیں۔ مسلم اس سے مشتق ہے۔ تلم قدرت نے مسلم نام انہیں کے نوشتہ تقدیر میں لکھ دیا تھا۔ جس سے اس مولود کے پُر امن النمان ہونے پر روشنی

لہ کان الشہد ولد عبد المطلب بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم ادرک جماعة من اصحاب النبی ذکرة ابن جبران فی ثقافت التابعین (النور العین فی مشہد الحین عربی از قاضی محمد صبغۃ اللہ بن محمد ثوث محدث کتب خانہ آصفیہ دکن۔)

پڑتی ہے اور اس نام کے صحیح حقدار وہ تھے بھی فتنہ و فساد کو نہ ان کے اسلاف نے  
کبھی پسند کیا نہ انہوں نے افتراق و انشقاق کی تعلیم دی۔ تمام مسلمانوں کو ایک پرچم  
کے نیچے لانا ان کا مقصد تھا جس کی ادائیگی کے جرم میں آگے چل کر انجام میں ان  
کو مظلوم، شہید، مقتول ایسے پرالم انقلاب سے یاد کیا۔ زیارت میں ان کا لقب  
”عبد صالح“ نیک کردار بندہ بھی موجود ہے۔

مسلم حضرت امیر المؤمنین علی بن ابیطالب علیہ السلام کے ایک غلام کا بھی نام تھا  
جس کی روایت ابن سعد نے اپنے طبقات میں درج کی ہے۔ وہ اپنے باپ سے  
روایت کرتا ہے حضرت نے پیاس معلوم ہونے پر پانی طلب کیا۔ وہ جام آب لے کر حاضر  
ہوا۔ اور پانی پر پھونک ماری تو آپ نے وہ پانی واپس کر دیا اور کہا کہ اس کو تم خود  
پیو۔ یہ ارشاد ان احادیث کی تائید کرتا ہے جنہیں گرم غذا کو پھونک کر کھانے کی  
منانعت ہے۔ چونکہ منہ کی بھاپ میں جراثیم ہوتے ہیں اس لئے ان کا تحفظ مقصود ہے۔

ظاہر ہے کہ حضرت مسلم کی ولادت ”علی اکبر شہید پیغمبرؐ“ سے بہت پہلے ہوئی۔  
اس وقت تک صورت و سیرت رفتار و گفتار میں پیغمبرؐ کی کوئی مکمل تصویر نہ تھی۔ اس  
لئے مسلم کے آغاز میں ان کو شہید رسولؐ کہا گیا اور انجام میں وہ بے پناہ شجاعت و  
بہادری ظہور میں آئی جس نے ”اشجع الناس“ سب سے بہادر انسان کے لقب کا  
اضافہ کیا۔

سوانح حیات کا سب سے بڑا جز و ماں باپ کی شخصیت پر بحث ہے  
والدین  
حضرت مسلمؑ نانیہال اور دادھیال دونوں طرف سے صاحب شرف  
تھے۔

والد ماجد  
باپ کا نام نامی عقیل ہے جو اپنی فراست، حاضر جوابی، معلومات  
کی وجہ سے عرب میں ممتاز تھے۔ اپنے باپ کی اولاد میں وہ

خلیفہ اوسط تھے۔ ان کا ہر بھائی دوسرے سے دس سال بڑا تھا۔ جنگ بدر سے قبل رسول اکرم کی بعثت کا ان کے اوپر کوئی اثر ظاہر نہ تھا۔ وہ اسی چاہدہ پر تھے جس پر خاندان کے دوسرے لوگ گامزن تھے۔ جنگ بدر میں ان کو قید کیا گیا۔

رفعتہ رفعتہ ماحول کی مادیت کا اثر دُور ہوا۔ قرآن مجید

### اسیری اور اسلام

اسی نے سفارش کی۔ اے رسولؐ جو قیدی تمہارے قبضہ میں ہیں ان سے کہہ دو کہ اگر خدا تم کو نیک دل پائے گا تو جو تم سے چھین لیا ہے اس سے کہیں بہتر تمہیں دے گا اور تمہیں بخش بھی دے گا۔ عقیل کے ساتھ عباسؓ اور نوفل بن حارث بھی اسیر تھے۔ یہ آیت ان تینوں شخصوں کے بارے میں ہے۔ قیدیوں کو دیکھ کر بعض اصحاب نے کہا انہیں قتل کر دیجئے۔ اور بعض نے کہا کہ زندہ دفن کر دیجئے۔ رحصل پیغمبر نے فرمایا کہ تین حال سے خالی نہیں۔ یا یہ لوگ نذیر دیں یا اسلام قبول کریں یا پھر قتل کیے جائیں۔ قیدیوں نے نذیر دینا منظور کیا۔ اور ۵۰ مار سونا ہر شخص سے حاصل کر کے اس کی ربائی ہوئی۔ عباسؓ کی مالی حیثیت اچھی تھی اور عقیلؓ تنگ دست تھے۔ لہذا عقیلؓ کا نذیر بھی عباسؓ نے خوشی سے ادا کیا۔ کم و بیش اسی زمانہ سے حضرت عقیلؓ مسلمانوں کے دوش بدوش دینی خدمت میں انجام دینے لگے۔

علمی کمالات

آپ علم انساب کے بہت بڑے ماہر تھے۔ لغت میں ہے "عقیل بالفتح و کسر تاف پس را بی طالب کہ دانای بود بہ نسبت قریش و

وقال الخ ایام الیشان" (منتخب اللغات)

۱۵ یا ایھا النبی قل لمن ایدیکم من الاسری ان یعلم اللہ فی قلوبکم خیرا  
 ۱۶ مما اخذ منکم و لیغفر لکم ذنوبکم  
 ۱۷ تفسیر کبیر جلد دوم ص ۲۰۲ کتب خانہ ممتاز العلماء  
 ۱۸ تفسیر مفاتیح الغیب ج ۳ ص ۳۹۹ نسخہ کتب خانہ ممتاز العلماء۔

عرب میں چار شخص اس فن کے جاننے والے تھے۔ دا مخزومہ بن لوفل۔  
 دل بوجیم بن حذیفہ عدوی (س) حویطب بن عبدالعزیٰ عامری (دہم) عقیلؑ۔  
 اور ان کی معلومات سب سے زیادہ تھیں۔ جناب امیر المؤمنین علی بن ابی طالبؑ  
 کا حضرت ام البنینؑ کے ساتھ عقد عقیلؑ ہی کی تجویز سے ہوا تھا۔ ان کو عرب  
 کے ہر خانوادہ کا مکمل علم تھا۔

**حسد کی وجہ** | خاندان رسالت کا ہر فرد ہمیشہ اپنے خیالات میں آزاد  
 رہا۔ عقیلؑ میں یہ بھی جوہر تھا وہ چونکہ نبیؐ کے درویشوں سے  
 عرب کی واقف تھے اور قبائل عرب پر برابر نکتہ چینی کیا کرتے تھے اس لئے  
 لوگ ان کے دشمن تھے اور خواہ مخواہ ان کو محسود بنا رکھا تھا۔ عقیلؑ کی  
 غیر معمولی تندہی کا بھی یہی راز تھا کہ باہمی اختلاف کی وجہ سے ذرائع  
 معاش ان پر مسدود تھے۔

**عقیلؑ پیغمبر خدا کی نظر میں** | رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھائی  
 کو بہت دوست رکھتے تھے۔ آپ نے

بقسم فرمایا ہے کہ واللہ عقیلؑ میں تم کو دو دجہوں سے دوست رکھتا ہوں  
 ایک تو عزیز داری کی محبت دوسرے ابوطالبؑ کا تم کو خصوصیت سے چاہنا۔  
 ایک موقع پر رسول عربیؐ نے عقیلؑ کا شکوہ بھی کیا ہے۔ ہجرت کے بعد عقیلؑ نے  
 پیغمبر خداؐ کا مکان مسکونہ فروخت کر ڈالا تھا۔ جب مکہ فتح ہوا اور منزل پھر مکہ میں  
 داخل ہوئے تو کسی نے کہا کہ اپنے گھر میں تشریف لے جائیے۔ آپ نے جواب دیا۔  
 عقیلؑ نے میرے گھر کو چھوڑا ہی نہیں۔

لہل تروث عقیلؑ لنا داراً لنا قب آل ابوطالب جلد اول ص ۱۵۱ چھاپہ بمبئی

بھائی سے ناجائز مطالبات اور حاکمِ شام کے خزانہ سے پیسہ امداد کاراڑ

حضرت عقیلؑ کی زندگی میں  
بظاہر دو پہلو روشن  
نہیں ہیں۔ ایک اپنے

حقیقی بھائی حضرت علیؑ سے ناروا فوائد اٹھانے کی کوشش دوسرے معاویہ سے مالی مدد حاصل کرنا۔ امرِ اول کے معنی یہ ہیں کہ بھائی کے دورِ حکومت میں بیت المال سے ناجائز مطالبات دیئے ہی تھے جیسے مرسل کے بعد عباس کا طالب میراث ہونا محمد صغیر کی امامت، امام زین العابدین میں نزاع، جوعفر تو اب کا دعویٰ امامت ان کے مطالبات کا قاعدہ یہ ہوا کہ دنیا نے دیکھ لیا کہ حضرت علیؑ مرتضیٰ علیہ السَّلَام والثناء ایسے عدل نواز ہیں کہ اپنے گے بھائی کی بھی رعایت نہیں کرتے اور ان کو سخت سے سخت جواب دیتے ہیں۔

دوسرے شبہ کا جواب یہ ہے کہ عقیلؑ معصوم نہ تھے ان کے بچے فاقہ کرتے تھے۔ نہ کھانے کے لئے کچھ کھانا پہننے کے لئے نہ وہ اگر معاویہ کے دربار میں جا کر رقوم حاصل کرتے تھے تو اس میں کیا نقصان ہے؟ اموی سر یا یہ مسلمانوں کا مال تھا اور حاکمِ شام کی حیثیت یقیناً غاصبانہ تھی۔ عقیلؑ جو کچھ بھی حاصل کرتے تھے وہ ان کا جائز حق تھا۔

عقیلؑ پہلے شخص تھے جنہوں نے مالی عقیلؑ دربار معاویہ میں پہلی مرتبہ

فوائد کے باوجود معاویہ سے شیرازہ گفتگو کی اور ایک لمحہ کے لئے صراطِ مستقیم سے نہیں ہٹے حکومت کے رعب اور دبدبہ کا ان پر کچھ اثر نہ تھا۔ پہلی مرتبہ معاویہ کے پاس ان کے جانے کا یہ واقعہ ہے کہ تہی دستی سے مجبور ہو کر بھائی کی خدمت میں آئے اور سوال کیا جناب علیؑ ابن ابی طالبؑ نے جواب دیا کہ میں مسلمانوں کے حصّہ کے ساتھ ساتھ

تہا حصہ بھی دیتا ہوں تھوڑا صبر کرو۔ عقیلؑ اس وقت کچھ ایسے مضطرب تھے کہ منت کرنے لگے۔ اس وقت جناب علی مرتضیٰؑ نے کسی آدمی کو حکم دیا کہ ان کا ہاتھ پکڑ کر بازار میں لے جاؤ اور کہہ دو کہ بازار کی دوکانوں کے قفل توڑ کر جو کچھ ان میں ہو وہ نکال لیں۔ عقیلؑ نے حیرت زدہ ہو کر کہا کہ آپ مجھ سے چوری کرانا چاہتے ہیں۔ جناب امیرؑ نے فرمایا کہ اور تم مجھ کو چور بنانا چاہتے ہو۔ مسلمانوں کا مال (تقسیم سے پہلے) میں تم کو کیونکر دے دوں۔ عقیلؑ نے کہا کہ میں معاویہ کے پاس جاتا ہوں۔ فرمایا۔ تمہیں اختیار ہے۔

دربارِ شام میں عقیلؑ کے  
زلزلہ افگن جوابات

۱) معاویہ ایسے دشمن خاندان رسالتؐ کے سامنے نبی ہاشم کا ایک فرد کا آجانا ضرور مسرت کا باعث تھا بلکہ عقل بتاتی ہے کہ حاکم شام کو ایسے مواقع کا انتظار تھا کہ ان کی جماعت کا کوئی شخص رہیں منت ہو چر جائیکہ خود بڑے بھائی، معاویہ نے عقیلؑ کا رخ مقدم کرتے ہوئے ان کی آمد سے ناجائز فائدہ اٹھانا چاہا اور حاضرین سے خطاب کر کے کہا۔

”یہ ابو زید اگر اپنے بھائی سے مجھے بہتر نہ سمجھتے تو ان کو چھوڑ کر کبھی میرے پاس نہ آتے۔“ عقیلؑ نے برجستہ جواب دیا۔ ”میرا بھائی میرے لئے دشمن میں بہتر ہے اور تو دنیا میں۔“

(۲) معاویہ نے طنز و لہجہ میں پوچھا کیوں عقیلؑ تمہارے چچا ابو لہب کا اب کیا حال ہے۔ ”عقیلؑ نے کہا ”وہ جہنم میں تمہاری پھوپھی حمالۃ الخطیب کو روند رہے ہیں۔“

۱) ارجح المطالب از مواضعی محرقہ ۱۷۸  
۲) انجی خیر الحافی دینی و انت خیرلی فی دنیاۃ مجمع البحرین۔

رہی نابینا ہونے کے بعد ایک مرتبہ جو معاویہؓ کے پاس گئے تو اس نے کہا۔  
 "تم بنی ہاشم بھی نابینا ہو جاتے ہو۔" فرمایا "ہاری تو بصارت ہی جاتی رہی اور تم  
 بنی امیہ کی بصیرت بھی جاتی رہی۔"

۴) عقیلؓ نے بڑھاپے میں عقد کیا۔ معاویہ نے کہا "تم لوگوں میں بھی خواہش  
 نفسانی کا کتنا غلبہ ہے۔" جواب دیا۔ "ہاں ہمارے مردوں کو اور تمہاری  
 عورتوں کو۔"

۵) سب سے دشوار گزار وہ منزل تھی کہ معاویہ نے ایک صحبت قرار دی  
 اور طے کیا کہ ہر شخص حاضرین میں سے منبر پر جا کر علی بن ابیطالبؓ کی شان میں  
 نامنرا الفاظ کہہ کر اترائے۔ جب عقیلؓ کی باری آئی تو وہ بے دھڑک منبر پر  
 گئے اور بڑی سنجیدگی اور متانت سے کہا۔

"علیؓ پر لعنت کرنے کے لئے مجھے معاویہ نے حکم دیا ہے۔ تم سب اس پر  
 لعنت کرو۔" معاویہ سمجھتا رہا کہ ضمیر علیؓ کی طرف پھرتی ہے حالانکہ عقیلؓ  
 نے اس کا مرجع خود معاویہ کی طرف قرار دے دیا۔

دشمن کی بزم میں اس شیرازہ انداز سے زندگی بسر کی اور کبھی امویت  
 کے لئے حرف مدح زبان پر نہ لائے۔ یہ معلوم ہوا کہ مالی فوائد اکٹھے کئے تو  
 ہرگز ضمیر فروشی نہیں کی اور یہی ایک سچے انسان کا شیوہ ہونا چاہیے۔

تہی دستی | وہاں نچتے تھے جب بھی ان کے فقر و فاقہ سے جناب امیر المؤمنینؓ  
 کے دل پر اثر تھا۔ اور خطبہ میں اظہارِ افسوس کرتے ہیں۔ "بخدا  
 دیکھا میں نے اپنے ماں جیسے رعیل کو کہ نہایت محتاج نان شبینہ کو ہو گئے ہیں اولہ"

۶) ارشاد یہ چودھویں رات کا چاندؓ بلعن علیؓ اموی معاویہؓ فالعنوہ ۱۲ مستطرف

بڑی منت سے انہوں نے گھبوں اپنے حصہ سے زیادہ مانگے میں نے ان کی  
(آواز کی طرف اپنے کان لگا دیئے۔“

عقیل کو سزائے رحمت | عدل پر اور بھائی کی طرف سے بھائی کے لئے  
تجویز ہوئی کہ کچھ ایسا کیا جائے جو اس

قسم کی خواہشات کا سدباب ہو جائے۔ اس محل پر خود حضرت امیر فرماتے  
ہیں ”جب وہ میرے پاس کوشش کر کے آئے اور بار بار گھبوں حاصل کرنے  
کے لئے کہا میں نے بگوش دل سنا۔ وہ میری توجہ سے سمجھے کہ میں ان  
کے ہاتھ اپنا دین بیچ ڈالوں گا اور اپنا رویہ چھوڑ کر ان کی پیروی کروں گا۔  
میں ایک لوہے کا ٹکڑا آگ سے خوب لال کر کے ان کے جسم کے قریب لایا تاکہ  
انہیں عبرت ہو۔ لیکر وہ اس طرح چیخ اٹھے جیسے اونٹ بیماری میں جھگھارتا  
ہے۔ قریب تھا کہ عقیل اس لوہے سے جل جائیں تو میں نے کہا کہ تمہیں رونے  
والے رویں اور صف ماتم پر بیٹھیں اس گرم لوہے سے فریاد کرتے ہو جس کو ایک  
ناچیز بندے نے گرم کر لیا تھا اور مجھے اس آگ کی طرف کھینچتے ہو جسے جبار  
(و تمہارے بھڑکایا ہے۔ تم اتنی سہی اذیت سے بے چین ہو جاؤ اور میں (آتش)  
جہنم کی لپک سے نہ بے قرار ہوں۔“ یہ خبر معاویہ تک بھی پہنچی اور اس نے عقیل  
سے کہا کہ اے عقیل تمہارے بھائی عجیب ہیں اتنے سے گھبوں کے لئے تمہیں جلائے  
دیتے تھے۔ عقیل نے کہا۔ اے بے عقل تو عبث ان کا ذکر کرتا ہے وہ خود اور  
ان کی اولاد اگر تنگدستی میں مبتلا نہ ہوتی تو مجھے شکایت کا موقع تھا۔ یہ کہہ کر  
عقیل نے وہ رویہ بیان کرنا شروع کیا جو اولاد کے ساتھ تھا معاویہ خاموش ہو گیا۔

لے واللہ تقدہ آیت عقیلاد قد املق حتی استماحی من برکھ صاعاً۔ ملہ ارشادیر از  
شرح ابن ابی الحدید۔

**وفات** آپ کا انتقال پرطال معاویہ کی حکومت شام ہی میں ہوا اور وہیں سپرد خاک ہوئے۔ امیر المؤمنین علیؑ کی شہادت کے بعد گیارہ یا بارہ سال زندہ رہے۔ ۵۲ھ یا ۵۳ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ عمر نوے برس سے تجاوز کر چکی تھی۔ تقریباً ۹۳ سال کا سن شریف تھا۔

**حضرت عقیل کا آخری مرتبہ** ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حضرت علیؑ نے جناب رسالت مآبؐ سے عرض کیا کہ میں آپ کے نزدیک زیادہ محبوب ہوں یا فاطمہؑ۔ پیغمبر نے فرمایا وہ محبوب زیادہ ہیں اور تم عزیز زیادہ ہو گویا میں تمہارے ساتھ حوض کوثر پر ہوں اولیٰ تم وہاں سے لوگوں کو شمار رہے ہو۔ حوض کوثر پر آسمان کے ستاروں کے شمار میں لٹنی دار کتر رکھے ہیں اور تم حسن حسینؑ فاطمہ عقیلؑ اور جعفرؑ بہشت میں ہو اور ایک دوسرے کے سامنے تختوں پر بیٹھے ہو اور تم میرے ساتھ ہو اور تمہارے شیعہ بہشت میں ہوں گے۔ اس وقت آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی: ”دنیا کی تکلیفوں سے جو کچھ ان کے دل میں رنج تھا اس کو بھی ہم نکال دیں گے اور یہ باہم ایک دوسرے کے سامنے تختوں پر اس طرح بیٹھے ہوں گے جیسے بھائی بھائی۔“ (حماہل مترجمہ مولانا فرمان علی صاحب مرحوم ص ۱۲۷ حاشیہ نظامی پر لیں)

**خاندان پر صدقہ حرام ہے** شیعہ مسلک پیش کرنے کے بجائے مفسرین اہل سنت و جماعت کی رائے کا وزن زیادہ محسوس ہوتا ہے۔ تفسیروں میں یہ بات موجود ہے کہ اصحاب ابو حنیفہ کی

رائے ہے کہ جن پر صدقہ حرام ہے وہ آل عباس، آل علی، آل جعفر، آل عقیل، آل حرث بن عبدالمطلب ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اولادِ عقیل میں عام مسلمانوں سے امتیاز حاصل ہے۔

**نسل و خاندان** جس طرح آج اولادِ ائمہ طاہرین علیہم السلام دنیا کے طول و عرض میں پھیلی ہوئی ہے کیا اولادِ عقیل کا بھی وجود ہے؟ اس سوال کا جواب و عنظ کی مشہور کتاب ابواب الجنان کے مطالعہ سے دستیاب ہوتا ہے۔ فاضل ناصح نے کتاب زہد حضرت امیر المؤمنین کے حوالہ سے مکالم الانطلاق طبرسی سے تحریر کیا ہے۔ لفظی ترجمہ فارسی کا یہ ہے۔ (لوگ) کہتے ہیں کہ شرف الدولہ اولادِ عقیل کے تو لگہ طبقہ میں امیر تھا جو اپنی نجابت اور خوش مزاجی اور بلندی ہمت میں بے مثال تھا ایک روز کوئی شخص اس کے پاس حاجت مند بن کر آیا اور سواری کے ساتھ چلا اور اپنی ضرورت ظاہر کی اس بڑے بھاری رئیس نے اس کی حاجت پوری کی اور جب ساتھ سے جدا ہونے لگا تو اپنے سوال کی اہمیت پر تاکید کرتے ہوئے کہا ایسا الامیر لانتی حاجتی اے سردار میری مراد کو فراموش نہ کرنا۔ شرف الدولہ نے جواب دیا اذآ قضیتھا نسیتھا۔ میں جب کسی کی حاجت پوری کرتا ہوں تو بھول جاتا ہوں۔ (ابواب الجنان ص ۲۶۲)

اس حکایت سے معلوم ہوا کہ کسی پراحسان کر کے بھول جانا چاہیے اور اپنے اوپر کوئی احسان کرے تو وہ فراموش نہ ہو۔ ثابت ہوا کہ نسلِ عقیل باقی رہی۔

۱۔ تفسیر کبیر جلد سوم ص ۳۸۲ تقطیع کلال کتب خانہ ممتاز العلماء و تفسیر ابن حیان ص ۵۹ جلد پنجم مطبوعہ مصر۔

## ماورِ حضرت مسلم بن عقیلؑ

ماں | عقیلؑ کو علم نسب میں کمال حاصل تھا۔ دوسرے لوگ ان سے پوچھ کر شادی کرتے تھے۔ انہوں نے اپنے لئے بہترین قوم و قبیلہ کی دختر تجویز کی ہوگی۔ ارباب تاریخ نے لکھا ہے کہ ماں مسلمؑ کی بنیادیہ عمی نسل کی خاتون تھیں جن کا ایران کے فرزند کی گھرانے سے تعلق تھا اور معاویہ ہی کے خزانہ سے۔ انہار دینار<sup>۱</sup> حاصل کر کے عقیلؑ نے ان کو خریدنا اتفاقاً عرب میں بردہ فروشی کی وبا تیزی سے بڑھ رہی تھی اور تونادار طبقہ مالی ضرورتوں پر اپنی روکیاں رکھنے بیچ ڈالتے تھے اور بردہ فروشی لوٹڈی غلام حاصل کرنے کی فکر میں ہر جہاں طرف پھرا کرتے تھے۔ بسا اوقات وہ والدین کی نظر میں پچا کر بیٹوں کو غائب کر دیتے تھے اور اس دام تڑویر سے ان کی روزی فراہم ہوتی تھی اور یہ ضروری نہ تھا کہ وہ سب لڑکیاں پست اقوام کی لے آتے ہوں حضرت یوسفؑ کی طرح بڑے معزز گھرانوں کے لوٹڈی غلام بھی ان کے پاس بغرض فروخت رہتے تھے اور قیمت کی گرانی ان کے شریف خاندان اور بلند مرتبہ ہونے کی دلیل تھی۔

## ہر سخن موقع و ہر نقطہ مقامے دارد

فہنیات کے جادہ پردوں میں جو وسوسہ پیدا کرتا ہے ضروری نہیں

۱۔ امہ بنیادیہ من آن فرزند کی ۱۲ نور العین فی مشہد الحین قاضی محمد  
صبغۃ اللہ علی کتب خانہ آصفیہ دکن۔ الذیط جیل من الجحیم نیز لون  
لسواد العراق ۱۲ ایک دینار سوما شہ ۳۰ رتی کا ہوتا ہے۔

کہ وہ انسان ہو یا جن۔ شکوک پیدا کرنے کی صلاحیت دونوں میں مشترک ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم کی آخری آیت وسواس الخناس الذی یوسوس فی صدور الناس اس کی شر سے بچنے کی ضرورت ہے۔ ہجرت سے پہلے جو مجھے محبت کی داد دیا کرتا تھا شہدائے کربلا کی سیرت نگاری پر قلم سے ابرہان بابت ربیع الاول ۳۶۲ھ میں اور بڑی جوشیلی تقریر سے ۲۴ جمادی الآخر ۳۸۵ھ میں بھر پور تعاون کر چکا تھا۔ کچھ ایسا ہوا کہ پورا سال بھر سو ابے کہ سوانح حضرت مسلم بن عقیل کے ایک گوشہ پر قلم اٹھا کر دھجیاں اڑانے کی کوشش کی۔ میں خاموشی سے دیکھتا رہا کہ اونٹ کس گل بیٹھتا ہے۔ قدیم تاریخ گواہ ہے کہ باہمی شمشیر زنی میں کبھی کبھو (ہمسر) کا لحاظ ہوتا تھا۔ ازدواجی رشتہ میں تو نظر انداز نہیں ہوا اگر میں جواب دیتا تو بوڑھا پے میں جوان سے تصادم کی طاقت کہاں تھی۔ عمر بن عبدود نے پیکر کفر ہوتے ہوئے جان بچانے کا حیلہ نکالا تھا کہ مجھ سے ابو طالب سے دوستی تھی وہ کافر ہوتے ہوئے اپنے ملنے والے کی شناسائی کا سہارا لے کر لحاظ کرتا ہے اور میں اپنے سے ایک بہتر معاصر کے خلف اصغر کے جواب میں قلم اٹھاؤں اور باہمی اختلاف کا ایک اور دروازہ کھلے چپ رہا اور صدائے اختلاف کو گردش نلک کا کرشمہ سمجھا۔ یہ ذکر ہے ۵ جنوری ۱۹۶۵ء کے ایمان لاہور میں شائع ہونے والے مقالہ کا جس کے بعد ہی ایک دوسرے اخبار میں مضمون کی تعریف اور تحقیق پر نظر پڑی تو سمجھ میں آیا کہ سازش تو نہیں ہے سے

غیر کی باتوں کا آخر اعتبار آہی گیا

میری جانب سے ترے دل میں غبار آہی گیا

اب اور زیادہ برداشت کی ضرورت تھی تن تہا کا دوہری طاقت سے مقابلہ

کہاں ہو سکتا ہے۔ گیارہ مہینے گزارے محرم کا خیر مقدم کرنے کے لئے حلی لایوت نے

بیماریوں کے باوجود زندہ رکھا تو فرض ہوا کہ اس غلط فہمی کو دور کرنا ضروری ہے۔ اس مضمون میں میری کتاب سوانح مسلم بن عقیل کے اس جزو سے کہ عقیل نے شام کا خزانہ سے زر خرید کینز حاصل کی اور اس کے پیٹ سے جناب مسلم پیدا ہوئے۔ یہ تاریخی غلطی اور ناقابل برداشت رائے ہے۔ یہ تو میرا رویہ ہے کہ ان حضرات کا مرتبہ کرنے نہ پائے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ وہ اپنی پوری طاقت صرف کرنے اور ۱۲ کالم لکھنے کے بعد اقرار کرتے ہیں کہ دوسرا قول دستیاب نہیں ہوا۔ ہر مصنف کی مشکلات ہوتی ہیں جس کو وہی سمجھتا ہے۔ سوانح مسلم بن عقیل اس خادم دین نے ۲۰ برس پہلے لکھی اور ۱۹۳۳ء میں دوبارہ چھپی۔ تصنیف سے یہ مقصد نہ تھا کہ وہ زینت الماری رہے۔ دوسرے لوگوں کے بزرگان دین پر جو کتابیں مارکیٹ میں موجود ہیں ان کے پہلو میں پہنچاتا تھا۔ امام ابو حنیفہ کی لائف ابوزہرہ کا ترجمہ بارہ روپیہ کو فروخت ہوتا ہے۔ آثار شافعی کی بھی یہی قیمت ہے۔ کتاب کو کھنڈو نظیر آباد کے صدیق بکڈپو میں لانا تھا۔ حضرت مسلم کی بلند وبالا شخصیت پر بحار الانوار اور لہوت سے ماخوذ قلم اٹھاتا تو محدود ہو کر رہ جاتی۔ ۵۲ کتابیں عربی فارسی قدیم و جدید تواریخ سامنے رکھ کر ترتیب دی جن کے نام مصادر کے تحت میں موجود ہیں۔ ان سب کا عطر محترم معترض کو خلاف عقیدہ نظر آیا۔ اس شبہ کی بنیاد یہ سہی کہ وہ خزانہ شام کو ملکیت معاویہ سمجھتے ہیں مگر حق یہ ہے کہ رُوئے زمین کے تمام خزانے امام کی ملکیت ہیں اور حقیقی قبضہ اس کا ہے اس وقت جس کے زیر تصرف ہے وہ غاصب ہے تو جس نے بھی اس سرمایہ سے پایا وہ واقعی استنقاذ حق تھا۔ معترض اور مصنف کا ایک عقیدہ ہوتا وہ تاریخ کی روشنی میں حساب کی زحمت اٹھا کر اس رقم کا حاصل ہونا صحیح نہیں سمجھتے تو دیگر مواقع پر حضرت عقیل ایسے برادر بزرگ مولا کے مالی انتفاع کا جواز کیا قرار دیتے ہیں۔ اگر خزانہ شام کو اولاد ابی سفیان کی ملکیت قرار دیتے ہیں

تو جناب عقیل کے خورد و نوش اور اس سرمایہ سے زندگی کی دوسری ضرورتیں مشکوک ہو جائیں گی۔ اور جناب والا کی ایک رائے کی زد میں کس کس سے انکار کرنا پڑیگا اور کس کس کو حکام جوڑ کا کالمہ لیس کہنا پڑے گا۔ اور طرہ تاج بن عدیٰ ایسا خطیب اعظم فصحا و بلغا و کاسر تاج اس کی بھی دشمن کے دربار میں آپ کے نظریہ سے تذلیل ہوتی ہے ہرگز صحابی جلیل مولا اس زد میں نہیں آسکتا۔ وہ اس مالی مدد پر خود گفتگو کو چکے ہیں۔ دس ہزار روپیہ کو تیس ہزار تک پہنچانا بھی زد میں آئے گا۔ دیکھو خلافت الاخبار علامہ سید محمد مہدی (ستر آبادی طبع ایران ۱۹۰۹)۔ ارشاد ہے چودہویں رات کا چاند تاج العلماء سید علی محمد خلیفہ رضوان مآب طبع عظیم آباد وغیرہ۔ روئے زمین کے تمام خزانے ملکیت امام ہیں۔ اور شامی حاکم کی حکم مولا سے معزولی ہو چکی ہے۔ امام برحق کے ملک میں بھائی متصرف ہوتا ہے۔ شیخ کے دل میں کیوں درد ہے؟ یہ ذاتی خیال نہیں ہے جو سوانح مسلم میں سپرد قلم ہوا۔ مذہبِ حق کا مسلمہ ہے علی خلیفۃ اللہ فی الارض ہیں۔ واقعات بھی ساتھ دیتے ہیں۔ مامون رشید کے زمانہ میں ایک سید چوری کے الزام میں گرفتار ہوا اور اس نے بجائے اقرارِ جرم خود مامون کو چور کہا۔ امام رضانے سید پر حد جاری نہیں کی (سرقہ ثابت نہ ہو سکی) بری کر دیا۔ منزم سید کی یہ ذاتی رائے تھی کہ مامون چور ہے۔ بلکہ اس قسم کے فرمانروا مہاجرین و انصار کے اجماع سے چور قرار پا چکے ہیں۔ تفسیر کبیر امام رازی مفاتیح الغیب اور غرائب القرآن دو اجلہ علماء اہل سنت و جماعت علامہ مشقی میر عباس نے اپنی کتاب روائع القرآن میں لکھتے ہیں کہ جب اس شخص نے مدینہ رسولؐ میں پہنچ کر پیغمبر خداؐ کے مصالک پر ان کی مسجد میں نماز پڑھائی اور سورہ حمد سے بسم اللہ الرحمن الرحیم ترک کیا تو ناداکا المہاجرین و انصار لقد سرقت فی الصلوات جتنے مہاجر و انصار اقتدار میں تھے انہوں نے بالفاق کہا کہ (سرکار) نے چوری کی ایسے دنیاوی فرمانروا کو شاہ سمجھنا نہ

عقل اجازت دیتی ہے نہ عقیدہ۔ حضرت عقیل کا مالی تائدہ اٹھانا اپنا حق تھا۔ محترم معترض کتب فقہ میں استنفاذ حق کی بحث دیکھیں متاخرین کہ مرجع خلق فریخ زین العابدین از ندرانی وفات ۱۳۹۹ھ کا فتویٰ ہے کہ جان اور عزت کا خطرہ نہ ہو تو کافر کا مال وقت ضرورت سرتہ سے حاصل ہو سکتا ہے۔

اولادِ عقیل کی خدمات فتح مہم میں مجھے تسلیم ہیں جو تدوین سے پہلے مقالات میں اور اب شامل کتاب ہیں۔ اس کی تصریح میں کوئی ندرت نہیں۔ مذکورۃ الصدر ۱۲ کالم (جو اس وقت نظر کے سامنے ہیں) میں فاضل محترم نے قیسرے کالم میں یہ بھی تحریر کیا ہے۔ ”اس سلسلہ میں ایک فاضل نے امام حسین علیہ السلام کے متعلق ۶۱۶ صفحہ کی کتاب لکھی۔ اس حجت الاسلام قسم کے تمکار نے چند اردو کتابوں کے اقتباسات سے یہ طویل کتاب تیار کی جو ذوق مطالعہ کو کند کرتی جارہی ہے“

یہ اشارہ میری طرف نہیں ہے۔ میری کتاب سوانح مسلم میں مصادر کی مکمل عربی فارسی فہرست ہے۔ صفحہ ۴ سے ۶ تک بلند پایہ کتابوں کے نام ہیں۔ صفحہ لوح (ٹائٹیل) پر نام صرف ”آغا مہدی کھنوی“ درج ہے۔ حجت الاسلام نہیں ہے۔ ۱۹۶۱ء پر جو تاریخ کا نظم قطعہ ہے ”درج شہید غربت“ پر مصرعہ سے سنہ طباعت ۱۹۶۷ء واضح ہے۔ امام حسین علیہ السلام پر میری کوئی ۶۱۶ صفحہ کی ضخیم کتاب نہیں یہ کوئی دوسرا بد نصیب ہے جو زیر نظر ہے۔

آخر میں شکر یہ ادا کرتا ہوں ”الایمان“ کی اشاعت اور ع مرغ صاحب کی فرمائش پوری نہ ہوتی تو یہ توضیح مجھے نہ کرنا پڑتی اور امام مسجد کوفہ کی مادر گرامی کی ذات پہچانی نہ جاتی۔ آخر میں امام مظلوم کی بارگاہ میں اسلام علیک یا وارث موسیٰ کلیم اللہ عرض کر کے یہ بھی عرض کر سکتا ہوں کہ جس طرح مادر موسیٰؑ دودھ پلانے والی عورت بن کر فرعون کے اخراجات پر ان کو پرورش کرتی رہیں وہ الہی اقتدار تھا۔ اسی طرح مادر

مسلم کا خزانہ شام سے حاصل ہونا یریدیت پر وہ ضرب ہے جو یادگار ہے اور مالک زمین و زمان شرمندہ احسان کسی کا نہیں۔

شہزادہ اباب کی اعلیٰ سیاست یہ تھی کہ شام کا سفر کر کے بھائی کو پہنچوایا ورنہ ہندہ جگر خوار جمعیت میں علی کا شناسا کوئی نہ تھا۔ مسلم نے قتل و غارت میں ابتدا نہ کر کے امامت کو پہنچنویا، کوفہ کی تنگ و تاریکیوں میں شجاعت کے جوہر دکھا کر کربلا والوں کی بہادری پر مہر تصدیق ثبت کی ان کا عزم ارادہ الہی گز فیکون کو یاد دلاتا ہے۔ ان کا عمل خلقِ محمدی کی تصویر ہے۔ ان کے پاکیزہ خون کے قطرے ہابیل کے مقدس لہو اور یحییٰ بن زکریا کے خونِ ناحق سے کم نہیں ہیں۔

دنیا کے پہلے شہیدِ فرزندِ آدم کی لاش قاتل بھائی کا ندرے پر رکھے ہوئے زمین پر چلتا رہا یہاں تک کہ سیاہ پوش پرندِ غراب نے دفن کا طریقہ بتایا اور بھائی بھائی کے ہاتھ سے سپرد خاک ہوا۔ مگر مسلم بے گس کی لاش زمین پر دشمنوں کے ہاتھ سے کھینچی گئی۔ کوفہ کا چپٹا چپٹا لہو کی بوندوں سے رنگین ہے۔

کتنی پاک طینت تھی وہ ماں جس کے لالہ نے دشمن کو لپٹت نہیں دکھائی۔  
ظالم عبید اللہ بن زیادؓ پر سلام نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے لاکھوں سلام اور تحیات تیرہ سو برس سے زیادہ ہو چکے پہنچتے ہیں اور پہنچتے رہیں گے۔ اُس دن اشعار پر جس نے باطل کو کچل دیا۔ شہداء میں اولیت حاصل کی۔ فوجِ حسین کا ہر ادلی حُر نہیں مسلم ہیں۔ ان کی لائف مسلمانوں کے لئے درسِ عمل، ان کی سیرت اور زندگانی اسوۂ حسنہ، ان کی کوفہ کی گلیوں میں دستِ بدست جنگِ کربلا کے چٹیل میدان کی جنگ سے بہت دشوار جنگ تھی۔ پہلے وہ مکرو فریب کی تیغ سے قتل ہوئے ان کے قاتلوں کو سورہ بقرہ کا پہلا رکوع یاد نہ تھا۔ تلاوت قرآن میں حسین کی یاد تو اس وقت تازہ ہوتی ہے جب خوف اور گرسنگی اور انسانی امتحان پر اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاٰجِعُوْنَ کی آیت

پڑھتے ہیں۔ مگر مسلم بن عقیل کے ساتھ دوست نما دشمن کا فریب قرآن کریم سے پہلے رکوع کے پڑھنے پر فراموش نہیں ہوتا۔ خدع بدترین حربہ ہے جو منافق استعمال کرتا ہے۔ حافظ حقیقی قوم کو اٹھتی ہوئی ان بلاؤں سے بچائے۔

حضرت مسلم کا خاندان اور اس کے مشہور افسراد

سیرت نگاری کا ایک اہم فرض یہ بھی ہے کہ ہم حضرت مسلم کے خاندان اور ان کے گھرانے کی مخصوص ہستیوں کا بھی ذکر کریں۔ اگر کتاب کا حجم بڑھانا ہوتا تو مختصر حالات آپ کے چچا جناب جعفر طیار کے بیان کئے جاسکتے تھے اور دوسرے چچا حضرت علی کی سبق آموز زندگی پر بحث ہوتی، دادا کے تعارف میں جناب ابوطالب کی زندگی پر قلم اٹھاتے لیکن طویل کلام کا خوف سدراہ ہے۔ اور ہم خاندان کے ایک فرد کا حال لکھیں گے جو محمد اللہ ناظرین کو سلف سے آج تک کسی کتاب میں یکجا نہ ملے گا۔

حضرت ام بانی

حضرت علی مرتضیٰ کی بہن اور جناب مسلم کی سگی بھوپتی تھیں جو نبی ہاشم میں نہایت عزت دار خاتون سمجھی جاتی تھیں۔ اولاد ابوطالب میں ان کو بھی فاطمہ زینبؑ کے بطن سے ہونے کا فخر حاصل تھا، نام فاختہؑ اور کنیت ام بانی تھی۔ ان کی ایک دوسری بہن تھیں جن کا نام جمانا تھا۔ تاریخ خاموش ہے کہ ان کا عقد کس کے ساتھ ہوا۔ بعض غیر ذمہ دار اہلسنت نے صرف ام بانی کے بارہ میں لکھا ہے۔

شادی

ایک مرتبہ خود جناب سرور کائنات صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ نے ام بانی کی خواستگاری کی تھی اور ام بانی نے کچھ مدقول وجوہ بیان

سہ نور الاخبار فی تاریخ النبی وآلہ الاخیار۔ ۲۷ تفسیر ابن حیان

کر کے عذر کیا جس کو مرسل نے تسلیم کیا۔ شیعہ روایات میں مجھے اس کا پتہ ابھی تک نہیں ملا۔ یہ گروہ مخالف کا افسانہ ہے۔ اُم ہانی کے شوہر کا نام جیسر بن ابی دہب تھا

رسول کی نظر میں احترام | حضرت سرور کائنات صلعم بھی ان کو بہن

مکھتے تھے اور خاص عزت کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے ان کے گھر بقر عید کی نماز پڑھی تھی معراج اُم ہانی ہی کے گھر سے ہوئی تھی۔

(۲) تفسیر جامع البیان طبری چھاپ مص ۱۵ ص ۱۳ (۲) یوسف زلیخا کے جامی ص ۱ (حائل مترجمہ مولانا فرمان علی صاحب مرحوم)

علم و عمل | ظاہر ہے کہ اُم ہانی رضی اللہ عنہا سے پیکر علم کی ہمیشہ اور رسول ص کی بہن ہونے کے علاوہ صحابیہ بھی تھیں لہذا ان کو علوم دینیہ کا

خزانہ دار ہونا چاہیے۔ کتب اخبار میں ان سے روایات بھی ملتی ہیں۔ چنانچہ حدیث غدیر من کنت مولاہ فکنت مولاہ علی مولاہ کو انہوں نے بھی روایت فرمایا ہے اور حج و اداع میں وہ موجود تھیں ان کے غلام کا نام ابو مرہ تھا جن سے محمد بن اسماعیل بخاری نے روایت حاصل کی ہے۔

افتادِ طبیعت | آثارِ قدیمہ سے ان کو دلچسپی تھی۔ قوم لوط کا تختہ الٹ دیا گیا اور ساتوں شہر برباد ہو گئے۔ اس محل پر قرآن مجید میں ہے ”پھر ہم نے اس بستی کو اٹ کر اس کے اوپر کے طبقہ کو اس کے

۳۵ مجالس المؤمنین ص ۵۵ ادب المفرد ص ۱۴ الطبع ۱۳۲۵ء  
۳۶ تفسیر ابن حیان ص ۳۹ جلد مفہم مطبوعہ مصر ۱۳۰۰ء راجح المطالب فی مناقب  
اسد اللہ الغالب ص ۶۳ چھاپہ لاہور ۱۳۰۰ء فجلنا علیہا ساقلہا وامطرنا علیہم  
حجاة من سجیل ۱۳۰۰ء ۵

نیچے کا طبقہ بنا دیا اور ان پر پتھر برسائے۔

ابن صالحؒ راوی کا بیان ہے کہ میں نے اُمّ ہانیؓ کے پاس وہ پتھر دیکھا جسے خود دیکھے جن پر سرخ لکیریں جرزع (یمانی) کی طرح بنی ہوئی تھیں۔

**شجاعت** میں جانتا ہوں کہ عورت کے لفظ سے شجاعت کا تعلق

نہیں ہے لیکن اگر کوئی وقت پڑ جائے اور عورت دہشت زدہ ہو جائے تو کم از کم خاندان رسالت کی خواتین اس عیب سے مستزاین فتح مکہ میں بعض لوگوں کی نسبت پیغمبرؐ کا خاص تاکید یہ حکم ہو چکا تھا کہ ان میں سے جو کوئی اور جہاں ملے قتل کیا جائے۔ جب یہ معلوم ہوا تو چند شخصوں نے اُمّ ہانیؓ کے مکان میں پناہ لی۔ جناب علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو جب یہ معلوم ہوا کہ مقرور میری بہن کے گھر میں پناہ گزین ہیں تو اچانک بہن کے گھر میں داخل ہو گئے۔ اُمّ ہانیؓ نے آلات حرب میں ملبوس ہونے کی وجہ سے نہ پہچانا اور بے اجازت گھر میں چلے آئے تو ایک جرم سمجھ کر اٹھ کھڑی ہوئیں اور کلائی پر ہاتھ ڈال دیا اور کہا اے شخص میں تیری شکایت کروں گی۔ رسول خداؐ سے۔ جناب علی مرتضیٰ کا بیان ہے کہ جناب اُمّ ہانیؓ نے اس زور سے میری کلائی پکڑ لی کہ گویا ان کی انگلیاں میرے جسم میں درائیں (جب بنت اسد کے شیر کی طاقت دیکھی تو سر سے خود اتارا۔ اس وقت اُمّ ہانیؓ نے پہچانا کہ یہ تو میرے بھائی ہیں۔ بھائی کو گلے سے لگالیا اور کہا کہ میری استدعا ہے کہ جن لوگوں نے میرے گھر میں پناہ لی ہے ان کو پیغمبرؐ کا حکم ثانی لے بغیر قتل نہ کیجئے۔ اس عرصہ میں پیغمبرؐ بھی تشریف لے آئے۔ نماز کا وقت تھا۔ آپ نے فریضہ واجب ادا کیا۔ اُمّ ہانیؓ نے پناہ گزینوں کی سفارش کی۔ رحمتہ اللعالمینؐ نے

فرمایا کہ بہن جن کو تم نے پناہ دی میں نے بھی ان کو پناہ دی۔

**وقات** تاریخ میں آپ کی وفات کا ذکر کہیں نہیں ہے۔ واقعہ کربلا تک زندہ تھیں۔ البتہ امیر المومنین نے اپنی ایک صاحبزادی کا نام ام ہانی رکھا تھا اور وہ شاہزادی دشمنوں کے خوف سے مملکت رے کی ایک مسجد میں پوشیدہ رہیں اور یوسف دوانقی نے ان کو ایک چشمہ کے پاس قتل کر دیا۔

**پرورش مسلم** حضرت مسلم کی پرورش ان ہی گودیوں میں ہوئی جن کے کمالات ہم اد پر بیان کر چکے ہیں۔ عام طور پر نادر ماں باپ کی اولاد چچا یا دوسرے عزیزوں کے زیر تربیت رہتی ہے مسلم اور ان کے بھائی جناب امیر المومنین کے سایہ عطفیت میں فقر و فاقہ میں پلے جن کے فقر و فاقہ کا آپ پر گہرا اثر تھا۔ ایک خطبہ میں فرماتے ہیں:

”میں نے عقیل کے بچوں کو دیکھا کہ بھوک کی شدت اور محتاجی سے ایسی سیاہی ان کے چہروں پر چھا گئی ہے گویا پتیل یا دسمہ کا رنگ ان کی نازک جلد پر آ گیا ہے“

پچھلے کپڑے اور سوکھے ہوئے خرے کھا کر نشوونما ہوئی مگر روحانی غذا اور تعلیم و تربیت میں کوئی کمی نہیں ہوئی۔ تحصیل علم کے لئے باب مدینہ علم کی ذات کافی تھی اور فنون جنگ ان کا خاندانی جوہر تھا۔ بزرگوں کے آگے زانوئے ادب تہہ کر کے وہ کمال حاصل کیا کہ فرزند رسول الثقلیں امام حسین نے اپنا نائب بنا کر ان کو ثقہ کہنے پر تیار ہوئے۔

**ذاتی اوصاف** اگر مسلم بن عقیل کی سوانح حیات پر ہم نظر کرتے ہیں تو ان میں فردا فردا وہ صفیتیں تھیں کہ اگر ان کو عنوان کلام

۱۔ احوال اہل اسلام مطبوعہ مطبع الانوار لکھنؤ ۱۸۹۶ء ص ۱۲۸ از سیرت ابن ہشام و تاریخ خمیس در وصفہ الصفا۔ ۲۔ شہید انسانیت طبع اول ص ۲۴۹

قرار دیا جائے تو بجا ہے۔ علمی امتیاز اگر ان کو حاصل نہ ہوتا تو کوفہ کی سمت اپنا نائب مقرر کر کے ان کو روانہ کرنے کے کوئی معنی نہ تھے۔ نائب بنانے کا مقصد یہ ہے کہ اہل کوفہ کی تمام علمی ضروریات کو وہ پورا کر سکتے تھے، صفت عدالت اگر ان میں نہ ہوتی تو وہ مسجد کوفہ کی امامت کا قریضہ انجام نہ دیتے۔ اصحابِ حسین جو کربلا میں شیعہ امامت کے پروانہ تھے امام حسین کی موجودگی کی وجہ سے ان میں کسی ایک کو یہ موقع نہ ملا کہ امام جماعت قرار پائے حضرت مسلم نے کوفہ کی مسجد اعظم میں پورے دو مہینہ حافظانِ قرآن، اصحابِ امیر المومنین اور ایسے فقیہہ طبقہ کو نماز پڑھائی جن کی فقاہت پر خود امام کے اقوال گواہ ہیں۔

**زندہ** میں کمال اس طرز زندگی سے واضح ہے جو طغولیت سے قائم ہو چکا تھا۔ ان کے ترک دنیا کا اس سے بہتر کوئی ثبوت نہ تھا کہ اگر وہ بھی طالبِ جاہ ہوتے باپ کی طرح تو نیرید کے دربار میں حاضر نہ کر مالی فوائد حاصل کرتے لیکن مسلم کی زندگی میں ایک درہم سے بھی اموی خزانہ نے مدد نہیں دی۔

**عبادت** میں یہ امتیاز تھا کہ کوفہ کی مسجد پر خلوص نماز کی گواہی ہے۔ مختار کا گھر، محمد بن کثیر کا مکان، ثانی کا قصر، طوعہ کا ہمان خانہ تکبیر و تحلیل کی صدا سے معمور ہے اور زیارت میں پکار کر کہا ہے کہ آپ نے نماز قائم کی اور زکوٰۃ دی۔ حضرت مسلم کوفہ میں قرضدار ہو چکے تھے بظاہر زکوٰۃ مال کا تعلق تو ان سے نہیں ہے بلکہ تزکیہ نفس کا یہ تذکرہ ہے۔

**شجاعت** میں وہ اس قدر شہرہ آفاق تھے کہ کوفہ کی گلیاں آج تک ان کی جنگ کو یاد دلاتی ہیں۔ ادھر فوج ابن زیاد کا ہر سپاہی بہادری کا کلمہ پڑھتا تھا اور ادھر زیارت میں ان کی بہادری پر صدائے تحسین و آفرین بلند ہے۔

”میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ بہادری کی اُن حدود سے گزر گئے جن پر بدر کے مجاہد نازتھے“

ایسا کیا کہ مجاہدہ نفس اور جہادِ بالسیف دونوں صفتوں کو بیک وقت جمع کر دیا اور زیارت میں یہ فقرہ وارد ہوا۔ ”میں گواہ ہوں کہ آپ نے خدا کے لئے جو جہاد کا حق تھا وہ ادا کیا“

**قوت** اتنی تھی کہ معصوم کی شہادت ہے۔ ”میں گواہ ہوں

کہ آپ جنگ میں سُست نہیں ہوئے اور نہ بزدلی تہور میں آئی“ رحم ایسا تھا کہ دشمن کو قابو میں لا کر بھی قتل کرنا نہ چاہتے تھے۔ صبر ایسا کیا جس کی مثال صرف کربلا والے پیش کر سکتے ہیں اور بعض خصوصیات میں ان پر بھی سبقت لے گئے۔ سیاست میں وہ ایک اعلیٰ درجہ کے مدیر اور جنگ کے ماہر تھے۔ کوفہ میں ان کی وہ حیثیت ہو گئی تھی کہ بات کہتے قتل کر دیئے جاتے اور ان کی شہادت کی کوئی اہمیت نہ ہوتی مگر انہوں نے اپنی شجاعت کو محفوظ رکھتے ہوئے اپنے تئیں ہر محل پر بچایا اور آخر میں وہ موقع بے پناہ جنگ کا ان کے ہاتھ آیا جو روز قیامت تک صفحہ تاریخ سے محو نہ ہوگا۔ کیوں نہ ہو جناب علی رضی اللہ عنہما ایسے بطل اعظم کی لگا ہیں دیکھے ہوئے تھے۔ فنونِ حرب و ضرب سے واقف تھے۔ غرض وہ تمام صفات حسنہ کے مجموعہ اور کمالات کے جامعہ زین تھے۔ مجلسی علیہ الرحمہ ان کی کوفہ کی روانگی کے سلسلہ میں لکھتے ہیں: ”مسلم بن عقیلؓ پسر عم خود را کہ بوفور علم و عقل و تدبیر و صلاح و سداد و شجاعت و سخاوت و ممانت از ہلکان ممتاز بود“ (جلد العیون)۔

لہ اشہد انک مضیت علی ما مضی علیہ البدر یون المجاہدون۔

مفاتیح الجنان۔ لہ و جہدت فی اللہ حق جہادہ۔ منہ

لہ اشہد انک لم تھن ولم تنکل

اپنے چہرے بھائی کو (بھیجا) جو علم کی زیادتی اور عقل و تدبیر اور نیکی اور راست گفتاری اور بہادری اور سخاوت اور منانیت میں سب سے ممتاز تھے۔

## شادی

امیر المومنین علیہ السلام کی قدر شناس نظروں نے ان کو دامادی کے لئے منتخب کیا اور زیادہ تر بنی ہاشم میں آپس ہی میں شادیاں ہوتی تھیں ایک بھائی کی اولاد دوسرے بھائی کی شریک زندگی قرار پاتی تھی۔ مسلم کی شادی اپنی صاحبزادی رقیہ سے کر دی۔ اولاد امیر المومنین میں دو صاحبزادیوں کا نام رقیہ تھا۔ بڑی رقیہ کو بعض مورخین آپ کی بی بی صہبا خاتون کے بطن سے اور بعض ام حبیبہ بنت عباد بن ربیعہ بن یحییٰ بن عبد بن علقمہ تغلبیہ کے بطن سے بتاتے ہیں اور چھوٹی رقیہ کی ماں کا نام حالات میں موجود نہیں ہے۔ مسلم کے جالہ نکاح میں رقیہ خاتون کا ہونا فریقین میں مسلم ہے اور وہ واقعہ کربلا میں موجود تھیں۔ فاضل شاعر رخصت علی اکبر کے سلسلہ میں ذمہ دارانہ الفاظ میں کہتا ہے

چچی بچی بھوپنی بھی تھی رقیہ زوجہ مسلم      پکاری آہ بھر کر دختر حیدر خدا حافظ  
ابو طالب عقیل و جزہ مسلم کو تمہیں سونپنا      محافظ ہوتہاری جان کا جعفر خدا حافظ  
رقیہ حضرت عمر بن علی کی سگی بہن تھیں۔ پردیس میں زندا پے کی مصیبت  
اولاد کی شہادت و امیری کی زحمت اس خاتون کے وہ دل ہلا دینے والے مصائب  
ہیں جن پر تبصرہ کرنے میں قلم تھراتا ہے چونکہ وہ اولاد علی سے تھیں اس لئے ان کا

۱۷ قاضی محمد صبغۃ اللہ بن محمد غوث حالات حضرت مسلم میں لکھتے ہیں تزوج برقیہ بنت علی (نور العین صفحہ ۲۹ تنقیح المقال جلد دوم صفحہ ۲۱۷)

۱۷ یہ کلام مرزا فیض علیا رحمہ کا ہے میرے نزدیک ان کی حیثیت ایک محقق کی ہے  
برق لامع کے حواشی ان کی تحقیق اور احتیاط کے گواہ ہیں۔

امتحان بھی سخت تھا اور ایک وہ سخت وقت آیا کہ اس شاہزادی کو بھان کے خوف میں مدینہ سے پھرت کرنا پڑی۔ کجا مدینہ اور کجا حدود ایران میں مملکت سے۔ یہ وہی صوبہ ہے جو قتل حسینؑ کے انعام میں پسر سعدؑ کو ملنے والا تھا۔ رقیہؑ اپنی بہن ام بانیؑ کے ساتھ جیسا کہ گذرا کسی مسجد میں پوشیدہ ہوئیں اور یوسفؑ دانقیؑ نے ان کو چشمہ کے کنارے لے جا کر قتل کر دیا۔ اگرچہ تاریخی حیثیت سے اس روایت کے ثبوت ابھیرے مانتے نہیں ہیں مگر یہ دیکھتے ہوئے کہ دشمن علیؑ اور ان کی طرف نسبت رکھنے والے ساری کائنات کو مٹا دینے پر تیار تھے کچھ بعید نہیں اصحاب علیؑ میں کیل بن زیادؑ، میثم تمارؑ، رشیدؑ قتل ہو جاتے ہیں قنبر غلام ہونے کی فرد جرم لگا کر ذبح ہو جاتا ہے اولاد سے تو اور زیادہ کینہ بچتا۔

دوسری بی بی کنیز تھیں۔ ان کا قیام مدینہ میں تھا اور چونکہ بنی ہاشم سے نہ تھیں اس لئے واقف کر بلا میں بھی ان کی شرکت نہیں ہوتی۔ حضرت مسلمؑ مکہ سے سفارت کے عہدہ پر فائز ہو کر چلے ہیں اور مسجد نبیؐ میں نماز پڑھ کر خیال سے رخصت ہوئے تھے تو یہ دواعی بظاہر انہیں بی بی سے ہے۔

حاکم شامؒ نے جناب مسلمؑ سے ایک آراضی بہت ہی کم قیمت میں خرید لی اور آپ اس کے دام تزویر میں آ گئے۔ امام حسنؑ کو جب یہ اطلاع ہوئی تو آپ نے مسلمؑ کو اس غلطی پر آگاہ کیا۔ مسلمؑ کو غصہ آ گیا

معاویہ کے دربار میں  
مسلم کی سخت گفتگو

۱۔ تنزیہ الانساب ۲۔ تذکرہ خواص الامہ سبط ابن جوزی۔  
۳۔ فاقبل مسلم الی المدینہ وصلی فی مسجد النبی ووجع اہلہ تاریخ کامل  
۴۔ ارشاد یہ چودھویں رات کا چاند۔

اور طیش میں معاویہ کے پاس پہنچے اور چاہا کہ اس معاملہ کو فسخ کر دیں۔ اس نے انکار کیا۔ آخر آپ نے تلوار کے قبضہ پر ہاتھ ڈالا اور بہت کچھ بڑا بھلا کہا۔ معاویہ ہنس پڑا اور کہا مجھے تمہارے والد یاد آگئے۔ انہوں نے ایک دن مجھ سے دس ہزار دینار طلب کئے۔ میں نے پوچھا کیا کرو گے؟ کہا ایک کینز خریدوں گا۔ میں نے کہا کینز سو دو سو کو مل جائے گی اس قدر زیادہ قیمت کی کیا ضرورت ہے۔ وہ کہنے لگے کم قیمت نو نڈی اسیل نہ ہوگی۔ مجھے حسب و نسب میں نہایت بلند مرتبہ عورت کی ضرورت ہے تاکہ اس سے جو اولاد پیدا ہو وہ ایسی عالی ہمت ہو کہ موقع پر تجھ سے دب نہ سکے بلکہ تلوار تول کر تیرے سر پر کھڑا ہو اور ایک ہی وار میں تیرا سر جدا کر دے۔ آج تمہارے ٹھکانہ دیکھ کر مجھے وہ قول یاد آگیا۔ اگر عقیل اموی دولت سے سائل بن کر فو ادا ٹھاتے تو ان کے یہ تیور ہرگز نہ ہوتے وہ مال مسلمین سمجھ کر سوال کرتے تھے اور معاویہ ان کو صحیح معنوں میں حقدار سمجھ کر امداد کرتا تھا۔

یہ عنفوان شباب کا واقعہ تھا۔ اسی آغاز سے مسلم کے انجام کاپتہ چل رہا تھا کہ وہ کیسے بہادر انسان تھے۔ واقعہ کربلا سے قبل بھی ان کی زندگی دیرانہ تھی۔

جناب امیر المومنین کا انتقال ان کے عالم شباب میں ہوا۔ پھر باپ کا داغ مفارقت اٹھایا۔ امام حسن کی گوشہ نشین زندگی اور معاویہ کی شاہی تدبیر کو بھی دیکھتے رہے۔ سبط اکبر کی شہادت زہرِ لہلہ سے ہوئی اور وہ وقت آیا کہ معاویہ نے بھی یزید کو قائم مقام کر کے دنیا چھوڑ دی۔ یزیدیت کی داغ بیل کے بعد بنی ہاشم کے لئے عظیم خطرات کا سامنا ہوا اور حسینؑ ایسے غیور انسان سے بیعت کی خواہش

### واقعاتِ زندگی

گئی صبر و شکیب کا زمانہ گزر چکا تھا۔ شراب خوار کی بیعت کو ناجائز قرار دیتے ہوئے حسین نے بمصلحت مدینہ چھوڑ دیا اور اپنے عزیز اور دوستوں کی ایک مخصوص جماعت کو لے کر مکہ آگئے۔ یہ وہی شہر ہے جہاں سے ساٹھ برس پہلے آپ کے نانا ہجرت کے موقع پر مظلوم بن کر نکلے تھے۔ مکہ میں وہ لوگ موجود تھے جو پیغمبر کی بے پناہ محبت حسینؑ سے دیکھ چکے تھے بلکہ موسم حج ہونے کی وجہ سے وہاں ان تمام لوگوں کا مجمع تھا جن کو حسین کے پھینوانے میں پیغمبر نے کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھا تھا۔

یزیدی مظالم سے دنیا کو آگاہ کرنے کا امام حسین کے پاس یہی ایک آلہ تھا کہ وہ حج کے مجمع میں پہنچ کر بغیر حج کئے ہوئے واپس لوٹا کہ پتھر پتھر ان کی مظلومیت کا شاہد رہے اور حجاج کے تمام مجمع میں ہمدردی کی لہر دوڑ جائے۔

درحقیقت یہ پیغمبر کی تعلیم تھی کہ وہ داعی حج میں اپنی عورتیں اور بچوں تک کو لے کر آئے اور غدیر میں اس جم غفیر کو روک کر اچانک علیؑ کی مخالفت کا اعلان کر دیا۔ حسینؑ بھی نانا کے نقش قدم پر قدم رکھ رہے تھے۔ حج آخر کے ارادہ میں تمام اہلبیت کو لے کر کعبہ میں آئے اور فضا کو پُر آشوب دیکھ کر ناکام واپس ہوئے۔ جو مظلومیت کا مستقل اعلان تھا۔

## دوسرا باب

حضرت مسلمؑ اور کوفہ کا سفر | بیچ کس عزت تدار دیا رنج و غم !  
آب تادریکل بود است و درینکے گلاب

جی نوع انسان کے لئے نقل و حرکت وہ ضروری چیزیں ہیں جس کے بغیر بشری زندگی ناممکن نہیں تو دشوار ضرور ہے۔ اس نقل و حرکت کا ایک عنوان سفر ہے۔ سفر و حضر انسانی زندگی کے دو متضاد پہلو ہیں جن میں حضر وطنی زندگی کا اطمینان بخش گھڑیوں کا نام ہے اور سفر پردیس کی زندگی کو کہتے ہیں۔ انسان خواہ کتنا ہی صاحب ثروت ہو مگر مسافت کے میدان میں قدم رکھ کر کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اس کی جاہ و شہمت کچھ مدد نہیں پہنچا سکتی۔ اہل عقل نے سفر کو دنیا کی شدید ترین مواقع میں شمار کیا ہے۔ کسی حکیم کا مقولہ ہے کہ ”وطن کی بے زری مسافت کے تمول سے بہتر ہے۔“ وہ لوگ جن کو مسافت کے سرد و گرم ہواؤں کا سامنا ہوا ہے اور جو غربت کے لیل و نہار سے دوچار ہوئے انہیں کے دل جانتے ہیں کہ سفر کیا ہے۔ عرب کا کوئی غریب الوطن شاعر گھر پہنچنے کی آرزو میں سفر کو قطعہ عذاب ثابت کرتے ہوئے کہتا ہے ”دوزخ کا سارا عذاب مسافر کی تکلیفوں کا ادنیٰ انگڑا ہے خدا پھر مجھے وطن کی راحتیں عطا فرما۔ سفر کے وسیلہ تفر ہوتے میں شبہ نہیں اور سختیوں میں بڑھ کر انسان کے جوہر اسے کامیابی کے زمینہ تک پہنچاتے ہیں۔“

وہ پھول سر چڑھا جو چین سے نکل گیا ؛ عزت اسے ملی جو وطن سے نکل گیا

لے عسرت فی بلد لے اعز من یسرت فی غربتہ

لے کل العذاب قطعۃ من السفر

(بیچ الابرار ز محشری)

یار بادو فی الماروح الحضری

قرآن مجید نے آوارہ وطنوں سے ہمدردی کا وعدہ کیا ہے۔ "وہ لوگ جو آوارہ وطن اور شہر بدر گئے اور انہوں نے میری راہ میں دکھا اٹھایا اور جنگ کی اور شہید ہوئے ان کی برائیوں سے ضرور درگزر کروں گا۔ دشمنیت و عنیت کے ٹھکے ہوئے مسافر خیابانِ خیال میں ٹھہرائے جائیں گے جن کے درختوں کی چھاؤں میں چشمے بہ رہے ہوں گے" آئین مذہب نے بھی مسافروں کو سہولت یہم پہنچانے کا بیڑا اٹھایا ہے اور خدا کی نماز ایسے محترم فریضے میں قصر کر دے، روزے کو یک قلم موقوف کر دیا مسافر کو ابن سبیل قرار دے کے خیراتی فنڈ سے امداد کا مستحق قرار دیا۔

یہ وہ راہ ہے جس میں مسلمان کے پائے استقلال میں بھی لغزش آگئی ہے اور موسیٰ کلیمؑ جب مجمع البحرین کے دریائے سفر سے گزر رہے تھے تو ناشتہ کم ہو جانے سے مملو ہو کر پکارے۔ "اس سفر نے بڑی تکلیف پہنچائی۔" مشیتِ ایزدی اور ذاتی کمالات نے مجبور کیا کہ فرزند رسولؐ مسلم بن عقیلؑ کو اپنی بہادر اور سرفروش جماعت سے علیحدہ کریں۔ مسلمؑ نے سربطاعت خم کیا عرب کے چٹیل میدان میں سفر اور ریگستان کی پیر خطر راہوں سے گزرنے پر تیار ہو گئے۔ گرمی کے دنوں میں بے آب و گیاہ جنگلوں سے گزرنے میں عذر نہ کیل۔

انتخابِ مسلم کار ازلہ | اہل کوفہ کی استدعا کے وقت امام حسینؑ کے اہل بیت میں ایسے افراد موجود تھے جن میں سے کہی ایک کو اپنا نائب بنا کر بھیج دیتے اور مقصد تبلیغ پورا ہو جاتا لیکن امام حسینؑ نے منصب کی اہمیت کو محسوس کیا۔ ان کے گھرانے میں ایسے نوجوان بھی تھے جن

سے منافی عصمت کوئی فعل ظہور میں آتے نہیں دیکھا جس کو حکم دیتے وہ عدالت کی صفت سے متصف اور اس عہدہ کا حقدار تھا۔ کسی نو عمر، نا تجربہ کار کا انتخاب نہیں کیا بلکہ حضرت مسلم ایسے شخص کو (جس کا تابعی اور ثقہ ہونا طبیعتہ مخالف بھی تسلیم کرتا ہے) روانہ کیا۔ یہ تو ان میں نائب امام کی حیثیت تھی، اب یہی یہ بات کہ جنگی اصول سے ان کے انتخاب کا کیا راز تھا۔ یہ بھی حینیت کی ایک اعلیٰ سیاست ہے۔ اگر علی اکبر کو بھیج دیتے تو شہزادے کے نام میں علویت کا جوہر موجود تھا۔ علی کے معنی بلند و برتر کے ہیں۔ لفظ میں وہ سطوت و جبروت موجود ہے جس سے تشدد کا پتہ چلتا ہے۔ اگر عباس کو بھیجتے تو عباس کے معنی شیر و رندہ کے ہیں۔ ان کی بہادری اور دلیری سے عرب کا کچھ بچہ واقف تھا لوگ سمجھ جاتے کہ اس انتخاب میں جلال و قتال کے سوا کوئی اور پہلو سامنے نہیں رکھا گیا ہے لہذا عباس کو بھی نہ بھیجا۔ مسلم کو بھیجا۔ اسلام کے معنی گردن نہادوں کے ہیں۔ مسلم کے نام پر ظلو و حدیث برستی ہے ان کے بھیجنے کے بعد کوئی یہ نہیں سمجھ سکتا کہ حسین تبلیغ دین کے پردے میں جنگ کرنا چاہتے ہیں۔ انتخاب سے صاف ظاہر ہے کہ نیابت کے قرائن کو وہ ادا کر رہا ہے جو اپنے نام میں بھی تشدد کی جھلک نہیں رکھتا۔

جس طرح حضرت مسلم کو کوثر بھیج دینا انتہائی حکیمانہ فعل تھا اسی طرح اس تصویر کا دوسرا رخ ان کو اپنی بہادری اور دلیر جماعت سے علیحدہ

اپنے ساتھ کر بلا میں  
نہ رکھنے کے علل و اسباب

کو دینا بھی حکمت سے خالی نہ تھا۔ کر بلا کی جنگ دنیا کے اصول حرب کے بالکل خلاف لڑائی تھی۔ اگر درحقیقت وہ کر بلا میں لڑنے کے لئے آتے تو فوج جمع کرتے، آلات حرب فراہم کرتے، سپاہیوں کا دل بڑھاتے، سامان خورد و نوش

فراہم کرتے عورتوں اور بچوں کو ہمراہ نہ لاتے مگر آپ نے اصولِ جنگ کے خلاف مستقل جہاد کیا۔ قدم قدم پر اپنے قتل کی خبر دی۔ ساتھیوں کو بیعت سے باہر کر دیا عورتوں اور بچوں کو لے کر چلے۔ پانی افزا ط سے موجود ہونے پر حجر کے رسالہ کو آتے دیکھ کر پورے لشکر کو میراب کیا۔ جانور تک پیا سے نہ رہے۔ اپنی طاقت کو بجائے منظم کرنے کے متفرق کر دیا۔ محمد حنفیہ کی بہادری اور شجاعت شہرہ آفاق تھی۔ صفین اور جمل کے میدان ان کی زلزلہ انگن جنگ کے گواہ تھے۔ اگر ہم محمد حنفیہ کی شجاعت پر مکمل تبصرہ کریں تو ایک مستقل عنوان درکار ہے۔ حسین کو اگر بڑانا ہوتا تو محمد حنفیہ ایسے بطلِ اعظم کو اپنے ساتھ رکھنے کی کوشش کرتے مگر انہوں نے اپنی مخصوص پالیسی سے محمد حنفیہ کو مدینہ میں رہنے پر مامور کیا۔ مسلم کی شجاعت اور بہادری سے بھی واقف کر لائیں پورا فائدہ اٹھایا جاسکتا تھا۔ وہ کسی طرح محمد حنفیہ سے کم نہ تھے۔ اگر روز عاشورہ ہوتے تو دشمن کے ٹڈی دل فوج ان کے شیرازہ حملے سے زیر و زبر ہو جاتی اور ممکن تھا کہ فتح حسین کی ہوتی اور مقصدِ شہادت پورا نہ ہوتا۔ اس لئے اپنی طاقت پر دوسری ضرب لگائی کہ ان کو کوفہ کا امام بنا دیا۔ پھر بھی نام نہاد امت کے لئے حسین کو اپنے پیشہ کے شیروں سے خطرہ تھا۔ عباس باقی تھے اور ان کی شجاعت کو بھی دیکھتے ہوئے یہ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ ان تینوں بھائیوں میں کون زیادہ دیر ہے۔ وہ سب ایک پیشہ کے شیر اور ایک تسبیح کے دانے تھے جن کی بہادری کو مستقل کیا جاتا تھا۔ عہدے تقسیم ہو چکے تھے اور عباس کے لئے کوئی موقع نہ تھا۔ انہوں نے یحییٰ سے ساتھ چھوڑا ہی نہ تھا۔ لہذا مشک و علم دے کر ان کی ذمہ داری کو بڑھا دیا اور صرف پانی لانے کی اجازت دی۔ وقتِ رخصت

فرمایا: ”بھیا جاد، شاید کچھ پانی لے کر آسکو“ (اور بچے میرا ب ہوں)۔ اب حسین فوج میں انصار کے علاوہ ایک جوان اور ایک نوجوان باقی رہ جاتا ہے۔ بھائیوں میں عون بن علیؑ جن کا صلہ تین میل تک (فرسخ) طویل تھا یہ جوان تھے اور علیؑ ابتر نوجوان باقی بنی ہاشم لڑکے اور بچے تھے اور بس مسلم کو کوفہ بھیج دینے کی وجہ یہ تھی۔

امام حسینؑ کا خط اہل کوفہ کے نام | مسلم بن عقیلؑ مکہ کے دورانِ قیام میں فرزندِ رسولؐ کے ساتھ

تھے اور کوفہ سے بلا مبالغہ ہزاروں خط آپکے تھے جن کے جواب میں امامؑ نے یہ طے کر لیا کہ کوفہ کی طرف بھیجنے کے لئے سب سے زیادہ موزوں وہی ہیں۔ مصمم ارادہ کر کے اہل کوفہ کے نام خط لکھا:

”یہ خط حسین بن علیؑ کی طرف سے گروہِ مومنین اور مسلمانوں کی طرف ہے۔ بعد حمد و صلوات کے (واضح ہو) ہانی بن ہانی سبعی اور سعید بن عبداللہ حنفی آخری وہ دو شخص ہیں جو تمہارے بھیجے ہوئے میرے پاس آئے اور تمہارے سب خط بھی پہنچے۔ مضامین ذہن نشین ہوئے۔ تم نے لکھا کہ ہم پر کوئی امام نہیں جو رہنمائی کرے لہذا کوفہ آئیے تو میں تمہاری طرف اپنے بھائی اور چچا کے فرزند اور اہل بیت میں ثقہ شخص مسلم بن عقیلؑ کو بھیجتا ہوں اگر انہوں نے تمہارے اتحاد و اتفاق سے مجھے باخبر کیا تو میں بھی آسکتا ہوں امام نہیں ہے مگر وہ جو کتابِ خدا سے حکم کرے اور عدل کے جادہ پر اس کے

لہ اذہب الی القرات لعل ان تاتی بشیء من المراء (نور العین ابو اسحاق اسفرائی ص ۲۳)  
لہ بقت الیکم یاخی و ابن عمسی و ثقفی من اہلبیتی مسلم بن عقیل (تاریخ کامل ابن اثیر)

قدم ہوں اور دین راستی پر ہو اور اپنے نفس کو حد و شریعت میں قید کرے؟  
**روانگی** | یہ خط لکھ کر مسلم بن عقیلؓ کو طلب کیا اور تقویٰ اور پرہیزگاری  
 کی وصیت کر کے فرمایا کہ لوگوں سے محبت کے ساتھ پیش آنا  
 اور اگر کوفہ کے لوگ میرے دوست صادق نظر آئیں اور ان کے دل مکرو فریب  
 سے خالی ہوں تو مجھے اطلاع کرنا تاکہ ان کی دعوت قبول کرنے میں جلدی کروں۔  
 قیس بن مسہر صیداوی اور عمارہ بن عبداللہ سلولی اور عبدالرحمن بن عبداللہ  
 ازدی کو جو کوفہ سے پیشوائی کے لئے آئے تھے حضرت مسلمؓ کے ساتھ کیا۔ یہ واقعہ  
 ۵ ماہ رمضان المبارک ۶۳ھ کا ہے۔ اسی تاریخ سبط اکبر امام حسن  
 علیہ السلام کی ولادت تھی جس سے ظاہر ہے کہ فرزند رسولؐ نے بھائی کو  
 نیک تاریخ میں کوفہ روانہ کیا۔

**سفر میں پہلا شگون بد** | پہلی منزل کو طے کیا تھا کہ داہنی طرف سے  
 ایک شکاری نظر آیا جو ہرن کے تعاقب میں  
 گھوڑا ڈالے آ رہا تھا اور اس نے تیزی سے آہو کو گرفتار کر کے ذبح کیا۔  
 فطرت کا تقاضہ ہے کہ اس فال بد سے مسافر کا دل کھٹک جائے۔ آپ کے  
 دل میں بھی ایک خوف محسوس ہوا اور بدشگونی سمجھ کر واپس آگئے۔ اور امامؓ  
 کی خدمت میں پہنچ کر عرض کیا کہ میرے خیال میں یہ سفر مبارک نہ ہو گا اور آپ  
 جو چاہتے ہیں اس کی تکمیل مشکل ہے۔ حضرت نے جواب دیا کہ بھائی اگر  
 ڈر کے پلٹ آئے ہو تو مجھے مضائقہ نہیں میرے ساتھ نہ ہو میں کسی دوسرے کو  
 بھیجتا ہوں۔ علم نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں میں نے  
 جو تجھے مشاہدہ کیا تھا اس کو اپنا فرض سمجھ کر آپ کو اطلاع کی (اگر یہی حکم ہے)

اور آپ فرمائیں تو میں دریا میں کود پڑوں اور آگ کے شعلوں سے گزر جاؤں تو مجھے عذر نہیں۔ مجھے یہ ڈر ہے کہ یہ آخری زیارت نہ ہو۔ میں صرف آپ کو ایک نظر دیکھنے کے لئے آیا۔ یہ کہہ کر امام کے ہاتھ اور پیروں پر بوسہ دے کر شدت سے روئے اور کہا مجھے یہ سامان نظر آتا ہے کہ اب زیارت نہ ہوگی۔ امام حسینؑ نے ابدیدہ ہو کر گلے سے لگایا اور سمجھا کر رخصت کیا۔

دوبارہ رخصت ہونے کا ایسا گہرا اثر دل پر ہوا کہ کسی طرح اہل نونہ تھمتے تھے۔ جو پوچھتا تھا کہ آخر رونے کا کیا سبب ہے تو فرماتے تھے کہ امام کی مفارقت میں روتا ہوں۔ منزلیں طے کرتے ہوئے مدینہ پہنچے۔ مسجد نبوی میں پہنچ کر نماز پڑھی اور متعلقین سے رخصت ہوئے۔ قبیلہ بنی قیس کے دو شخصوں کو بغرض راہبری اجرت پر طے کر کے غیر آباد راستوں سے روانہ ہوئے۔ موسم کی صعوبت اور بے آب و گیاہ جنگلوں سے گزرنے کی سختی میں راہ بھول گئے۔ پیاس سے خطرہ محسوس ہونے لگا۔ ساتھیوں کی حالت زیادہ خراب تھی۔ دونوں رینق سفر باوقا تھے۔ آخر تک اپنے فریضہ پر باقی رہنا چاہتے تھے۔

دوسرا شگون بد

حالت پیاس سے زیادہ خراب ہوئی مگر پانی کے لئے ایک سمت اشارہ کر کے دونوں جاں بحق تسلیم ہو گئے۔ آپ افتاب و خیزاں اشارہ پر چلے اور گاؤں میں پہنچ کر جس کا نام مَضِیق تھا پانی سے سیراب ہوئے۔ پہلی مرتبہ ہرن کا ذبح ہونا اور پھر ساتھیوں کی موت، دل پر ایک چوٹ پڑی اور فال نیک نہ سمجھ کر امام کی

۱۰ نسخ التواریخ ۱۱ اصابتی تمیز الصحابہ و تاریخ کامل  
۱۲ ارشاد شیخ مفید ۱۳ ارشاد

خدمت میں خط لکھا :-

”اما بعد دو شخصوں کو درہم قرار دے کر مدینہ سے نکلا جو اتنا سفر میں راستہ بھول گئے اور پیاس کا غلبہ ہوا، دونوں ہلاک ہو گئے۔ آخر کسی طرح ہم اپنی جائیں بچا کر پانی تک پہنچے۔ یہ شگون بھی اچھا نہیں ہے۔ مجھے اس خدمت سے معاف فرمائیں اور کسی دوسرے شخص کو بھیج دیجیے۔“

(آپ کا مسلم)

یہ خط روانہ کر کے جواب کے انتظار میں ٹھہرے رہے۔ تا آنکہ جواب

موصول ہوا اور جبین نامہ پر شکن دیکھ کر کمرِ مہمت مستحکم کرنا پڑی۔

### خط کا مضمون

”حسین کی طرف سے ان کے چچا زاد بھائی مسلم کو معلوم ہو کہ استغنی کا خط دیکھ کر مجھے خوف پیدا ہوتا ہے کہ اس سفر سے تم کو بزدلی تو نہیں روکتی۔ جس سمت میں بھیج رہا ہوں ادھر جاؤ۔ بھائی میں نے اپنے نانا سے سنا ہے کہ ہم اہلبیت بد شگون کو نہیں مانتے لہذا اس خط کو پڑھ کر میرے حکم کی تعمیل کرو۔“

جناب مسلم ایک غیر معصوم انسان ہونے کی وجہ سے قدم قدم پر ڈرتے نہ تھے بلکہ ان کے خوف کا سارا راز امام کے فیوض سے محروم ہو جانے میں مضمر تھا۔ ان کے دل کو یقین تھا کہ یہ آخری ملاقات ہے۔ بس اسی بات کا سارا ملال تھا۔ انہوں نے بچپن سے کبھی ساحتہ نہ چھوڑا تھا ہمیشہ ساحتہ رہے اور ساحتہ پرورش پائی۔ سفر ان کی زندگی میں پہلا موقع تھا۔ امام بھی اس کو محسوس کرتے تھے ورنہ ممکن تھا کہ پہلی مرتبہ کی معذرت پر کسی اور شخص کا انتخاب عمل میں آتا۔ حسین بن علی کو یقین تھا کہ یہ وقتی اضطرار ہے۔ سختی میں پڑ جانے کے بعد مسلم سے زیادہ کوئی مستقل مزاج نہ ہوگا۔

خط کے تہدیدانگیز فقرات دیکھ کر ان کے مزارعہ میں چٹنگی پیدا ہو گئی اور کوفہ نہ جانے کے خیال کو ہمیشہ کے لئے دل سے نکل دیا۔

کوفہ میں داخلہ | رفیق ساتھ چھوڑ چکے تھے۔ اب تنہا سفر کیا اور مضیق سے روانہ ہوئے۔ عید کا چاند راستہ

میں دیکھا۔ ۵ شوال کو نصف شب کے بعد منزل مقصود پر پہنچ گئے۔ مختارؓ کے گھر میں قیام کیا۔ اس گھر کو شیخ مفید علیہ الرحمہ کے زمانہ میں دارم سلم بن مسیب کہتے تھے۔ صبح کوفہ میں یہ خبر بجلی کی طرح دوڑ گئی کہ امام حسینؑ نے اہل کوفہ کی دعوت پر لبیک کہہ کر اپنے بھائی کو بھیج دیا لوگ جوق جوق بیعت کے لئے آنا شروع ہوئے۔ جناب مسلمؑ نے امامؑ کا خط پڑھ کر سنایا اور مشرط آتے کے وعدہ سے اطلاع دی۔ کوفہ کا بچہ بچہ منتظر تھا۔ لوگ فرط مسرت سے رونے لگے اور سلسلہ بیعت ۱۸ ہزار آدمیوں تک پہنچا۔ حاضرین میں عایشاؓ کی گائے خدایا کی حمد و ثنا کی اور اٹھ کر کہا کہ میں لوگوں کے دل کا حال تو جانتا نہیں، اپنی جان پر اختیار ہے، جب مجھے پکارے گا تو جواب دوں گا۔ اور اپنی تلوار سے آپ کے دشمنوں کا قتل کروں گا یہاں تک کہ خدا سے ملاقات ہو۔

حیب بن مظاہر اٹھا اور اس کی طرف نظر کر کے کہا خدا تجھ پر رحمت نازل کرے جو فرض تھا وہ تو نے ادا کیا میں بھی اسی جادہ پر ہوں۔ پہلی نشست سے جو بیعت شروع ہوئی تو یہ مجموعاً تعداد ۱۸ ہزار نفوس تک پہنچی اور حضرت مسلمؑ نے بیعت لی۔ یہ رفتار دیکھ کر تمام حالات سے فرزند رسولؐ کو مطلع کیا اور آخر زمانہ میں یہ لکھنے پر مجبور ہوئے کہ اگر دل چاہے تو کوفہ کی طرف تشریف لائیتے۔

لہ تاریخ کامل ابن اثیر اور برایتیہ سلیمان بن مرد کے گھر میں چھپرے اور اصابع میں لکھنے میں عربوں میں قائم کیا

## تیسرا باب

بصرہ میں حسینی پیغام  
نامہ بر کا قتل

مسلم بن عقیل کا خط امام کی خدمت میں  
پہنچا اور جب صورت حال معلوم ہوئی

تو آپ نے تمام حجت اور حلقہ اثر وسیع کرنے کے لئے ایک خط بصرہ  
کے مومنین کو لکھا۔

”بسم اللہ الرحمن الرحیم۔“

یہ خط ہے حسین بن علی کی طرف سے بعد

صد و صلوات کے معلوم ہونے محمدؐ کو تمام عالم پر برگزیدہ اور نبوت سے  
معزز کیا اور ان کو رسالت کا شرف عطا فرمایا اور دنیا سے اس وقت اٹھایا

جب وہ بندگانِ خدا کی نصیحت سے فارغ ہو چکے اور اپنے رب کی رسالت  
پہنچا چکے تھے۔ ان کے بعد ان کے اہل بیت اور انھان کے منتخب لوگ قائم مقامی

کے زیادہ حقدار ہیں مگر ہم پر ایک جماعت حاکم بن بیٹھی۔ مصلحت نے ہم کو مجبور  
کیا کہ (دنیوی حاکم) مان لیں اور فتنہ کو دبانے اور طلبِ عافیت کے لئے ہم راضی

رہے۔ میں تمہاری طرف یہ کتاب بھیجتا ہوں اور خدا اور اس کے رسولؐ کی طرف  
دعوت دیتا ہوں۔ تم یاد رکھو کہ سنتِ رسولؐ کو مردہ کر دیا گیا ہے۔ اگر تم نے

میری دعوت پر لبیک کہا اور اطاعت قبول کی تو رشد و ہدایت کے راستہ  
پر پہنچو گے۔

والسلام ۴

یہ خط آپ نے اپنے غلام سلیمانؓ جس کی کنیت ابو زین تھی کے ہاتھ روانہ کیا اور حکم دیا کہ جلد اس خط کو بصرہ پہنچا دے سلیمانؓ حسب فرمان بصرہ آیا اور احنف بن قیس منذر بن جارود، یزید بن مسعود نہشل، قیس بن ہشیم اور دوسرے لوگوں کو خط دیا۔ یزید بن مسعود نہشل کو امام سے غیر معمولی عقیدت تھی۔ انہوں نے نبی تمیم اور نبی حنظلہ اور نبی سعد کے لوگوں کی ایک کمیٹی کی اور مسویہ کی موت، یزیدؓ کی مداخلت فی الدین اور بدکاری کا اعلان کرتے ہوئے امام حسینؑ کے اوصاف اور آپ کا احق بالخلافت ہونا بیان کر کے کہا خدا کی قسم کوئی ایک بھی اگر ان کی نصرت میں کمی کرے گا تو خدا اس کی اولاد تک کو ذلیل و رسوا کرے گا اور قبیحہ کے لوگ ختم ہو جائیں گے۔ میں نے تو لباسِ حرب پہن لیا۔ نبی حنظلہ نے یہ تقریر سن کر جواب دیا کہ اے ابو خالد ہم تمہارے ترکش کے تیر ہیں۔ اگر ہم کو کمان سے رہا کر دو گے تو ہم نشانہ پر ضرور پہنچیں گے۔ اگر دریا اور سنگ میں ڈال دو گے تو واپس نہ ہوں گے۔

سلطہ بروایت ابن نما پیا مبر کا نام ذراع سدوسی ہے اور مولف ریاض المصابی کی تحقیق ہے کہ اس کا نام ذراع تھا اور وہ امام کا برادر رضاعی ہونے کا فخر بھی رکھتا تھا یہ سکہ حقیقت ہے کہ امام حسینؑ نے بجز حضرت فاطمہ زہراؑ کسی کا دودھ نہیں پیا۔ اب میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ایک طرف تو عبداللہ بن یقظہ کو دودھ شریک بھائی کہا جاتا ہے پھر ذراع بھی برادر رضاعی تھے۔ یہ سب غلط فہمی ہے جس میں راوی جادہ حقیقت سے دُور ہو گئے۔ ظاہر نظر میں اس نامہ بر کا نام ذراع یا ذراع تھا جو خط پہنچا لیچی ہونے کے جرم میں قتل ہوا اور سلیمان کو یہ عہدہ تفویض نہیں ہوا۔ سلیمان واقعہ کر بلا میں روز عاشورہ شہید ہوئے۔

بنی سعد بن زید نے کہا کہ تمہاری مخالفت سے زیادہ مجھے کوئی چیز بُری نہیں معلوم ہوتی۔ ہم تمہارے حکم کے خلاف ایک قدم بھی نہ اٹھائیں گے۔

بنی عامر بن تمیم نے کہا کہ اے ابو خالد ہم تمہارے آباؤ اجداد کی اولاد اور تمہارے حلیف ہیں لہذا ہم ساتھ ہیں۔

ابو خالد نے کہا اے بنی سعد اگر تمہارے قول و فعل یکساں ہیں تو ضرور خدا پاری مدد کرے گا۔

بصرہ کے نمودار لوگوں میں کوئی باقی نذر با جس نے فرط شوق میں امام کا خط نہ پڑھا ہو۔ ہر تہذیب مندر بن جا روڈ کو اس خط سے کوئی دلچسپی پیدا نہ ہوئی۔ وہ زید کا صحبت نشین اور ابن زید کا خسر تھا۔ بصرہ کی حکومت اس وقت ابن زید ہی کے ہاتھ میں تھی۔ ایسے جابر اور دشمن خاندان رسالتِ عالم کی رعایا میں فرزندِ رسولؐ سے اتنی ہمدردی باقی رہنا تعجب ہے اور یہ ان کی انتہائی عقیدت تھی کہ فوراً جواب کے لئے قلم اٹھایا۔

(آقائے کونین) آپ کا خط پہنچا اور کاسٹف احوال ہوا۔ خدا نے کبھی زمین کو خالی نہیں چھوڑا ایک ایسے عالم سے جو نیکیوں کو بجالائے۔ نجات کا راستہ دکھائے۔ یقیناً آپ خدا کی حجت اس کی مخلوق پر ہیں آپ شجرِ احمدی کی مہر بلند شاخ ہیں مرسلِ اصل تھے اور آپ فرع (آپ ادھر تشریف لائیں تو) بنی تمیم کی گردنیں آپ کے سامنے جھکی ہوئی ملیں گی اور وہ جس طرح پیسا اونٹ پانی کی طرف دوڑتا ہے اس سے بھی تیز آپ کی سمت دوڑیں گے۔ بنی سعد بھی مطیع و منقاد ملیں گے۔ میں نے ان کی دلی مخالفت کو سیلابِ نصیحت کے چھینٹوں سے دھو کر چمکا دیا ہے۔

جب یہ نامہ امام کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے دل سے دعائے خیر کی اور

کاتب کے لئے فرمایا "خدا تجھے بے پناہ ڈراوردہشت کے دن اپنے امن وامان میں رکھے اور تشنگی کے دن پیاس بجھائے"

**پہلی قربانی** ابو خالد خط کا جواب لکھ کر حلقہ الاشکی تنظیم میں مصروف ہوئے۔ عرب میں پیامبر کا غیر معمولی احترام کیا جاتا تھا۔ ان کو ہرگز یہ امید نہ تھی کہ حسین بن علی فرزند رسول کو کوئی آنکھ اٹھا کر بھی دیکھے گا۔ مگر منذر کی خفیہ ریشہ دوانیوں سے کسی طرح نامہ بر ابن زیاد کے پاس پہنچا دیا گیا۔ اس نے نام حسین سننے ہی حکم دیدیا کہ ایچی کو قتل کر دیا جائے۔ شہادت کے بعد یہ مرد نینار سوئی پڑ چڑھا دیا گیا۔ اسلام میں یہ پہلا موقع ہے کہ نامہ بر قتل ہوا۔ اس قتل کے بعد ابن زیاد نے خطبہ پڑھا۔ اور بصرہ میں صرف ایک شب قیام کے بعد اپنے بھائی کو چارج دے کر کوفہ روانہ ہوا۔ اہل بصرہ سے ہم کو شکایت ہے کہ اس نامہ بر کا نشان قبر باقی رکھا ہوتا تو حسین کے زائر قبر پر عقیدت سے پھول چڑھاتے۔ واقعہ کربلا میں اہل بصرہ نے کیا کیا؟ لشکر لے کر اس وقت پہنچے کہ راستہ سے شہادتِ عظمیٰ کی خبر ملے سنی اور بے نیل و مرام پلں ہوئے۔ مورخین نے تو لکھا ہے کہ "لا جرم بار بکشو دند و بسو گواری نشستند" لیکن امام جعفر صادق کو ان کے شریکِ غم نہ ہونے کا بھی شکوہ ہے اور آپ نے ایک حدیث میں فرمایا ہے کہ امام حسین پر وہ چیزیں جو مشاہدہ میں ہیں اور جن کو باصرہ دیکھ نہیں سکتا سب روئے مگر تین مقامات نہیں روئے اہل بصرہ، دمشق، اولاد حکم بن ابی عاص۔

۱۔ ریاض المصابیٰ عربی چھاپا ۱۸۷۵ء ناسخ التواریخ جلد ۶ ص ۱۸  
 ۲۔ مجبوراً بندھا ہوا سامان کھول دیا اور شہیدوں کی یاد میں گریہ و زاری شروع کی۔  
 ۳۔ ناسخ التواریخ جلد ۸ ش ۳۸۲

## چوتھا باب

حضرت مسلم کے مشکلات | امیر المؤمنین کی تبلیغ کا کوفہ میں خاصہ اثر تھا۔ وہاں لوگ جمعہ و جمعیت کے شائق تھے وہ حکام جور کے مقرر

کئے ہوئے عالموں کے سچے نماز پڑھنے پر تیار نہ تھے۔ نماز جمعہ اور عیدین بھی ان سے ترک تھی۔ خطوط میں اپنے دینی تکالیف کا اظہار کر چکے تھے۔ حضرت مسلم کے ہنپتے ہی کوفہ میں وہ علمی آثار نظر آنے لگے جو در امیر المؤمنینؑ میں تھے۔ گروہ مخالف پر یہ رونق بہت شاق تھی۔ اور وہ چاہتے تھے کہ حضرت مسلمؑ کا اثر عوام میں نہ پھیلے حکومت سے مدد لینے کے بعد حضرت مسلمؑ کا وقار گھٹ سکتا تھا۔ لیکن کوفہ کی عنان نعمان بن بشیر کے ہاتھ میں تھی اور اس کی مرجان مرجع پالیسی سے کوئی فائدہ اٹھانا ممکن نہ تھا۔ یزید کے ہوا خواہوں نے نعمان سے اپنا رویہ بدلنے کی خواہش کی نعمان نے جواب دیا کہ میں معصیت خدا میں سخت ہونے سے طاعت الہی میں کمزور کبھی جانے کو پسند کرتا ہوں۔ عبداللہ بن مسلم بن ربیعہ حضرمیؑ نے یزیدؑ کو خط لکھا کہ مسلمؑ کو فوج پہنچ گئے ہیں اور شعیبان کوفہ ان سے بیعت کر رہے ہیں۔ اگر کوفہ کو اپنے زیر انتظام رکھنا ہے تو ایک ایسا با اقتدار شخص مقرر کر جو تیرے احکام کی تعمیل کرے۔ نعمان بن بشیر ایک ضعیف شخص ہے جس کا نگاہوں میں کوئی وقار نہیں ہے۔ یہ پہلا خط تھا جو قتل حسینؑ کی تحریک میں یزیدؑ کو ملا۔ عمر ابن سعد بن وقاصؑ اور عمارہ بن عقبہؑ نے بھی اسی مضمون کے خطوط بھیجے اور یزیدؑ نے غور کرنا شروع کیا کہ کوفہ کی عنان حکومت کس کے ہاتھ میں دی جائے۔ سرخون رومی معاویہ کا ایک ادنیٰ غلام تھا۔ رفتہ رفتہ ترقی کر کے وزارت کی کرسی تک پہنچا۔ یزیدؑ نے اپنے دور حکومت میں اس کے عہدہ کو باقی رکھا

اور یہ تمام خطوط سرحد کے سامنے ڈال دیئے اور کہا تیری مدد کیا ہے حکومت کو فہ کس کو دی جائے۔ سرحد ابن زیاد کا نام لینا چاہتا تھا لیکن یزید کو ابن زیاد سے کچھ شکاکتیں پیدا ہو چکی تھیں۔ اس لئے ظاہر بظاہر تو نام نہ لیا اور یزید سے پوچھا کہ اگر اس وقت معاویہ زندہ ہو کر میرے سامنے آجائے تو کیا باپ کا کہنا مانے گا۔ یزید نے جواب دیا۔ میں یقیناً حکم کی تعمیل کروں گا۔ سرحد نے جیب سے ایک تحریر نکالی اور کہا یہ معاویہ کا عہد نامہ ہے۔ وہ کوفہ کی حکومت ابن زیاد کے نام لکھ چکا ہے۔ یزید نے اس تجویز کو پسند کیا اور اسی وقت ابن زیاد کو لکھا:

”میرے دوستوں نے خبر دی ہے کہ فرزند عقیل لشکر جمع کر رہے ہیں تاکہ مسلمانوں کو پراگندہ کریں لہذا خط کو پڑھتے ہی کوفہ روانہ ہو اور انہیں اس طرح ڈھونڈ جیسے (گتہ) جو اہر کی تلاش کرتے ہیں (مسلم مل جائیں تو ان کو قتل کر دے یا کوفہ سے باہر کر دے) یہ خط سلم بن عمر بالہی کے ہاتھ روانہ ہوا اور دوسرا خط اس سے بھی

سخت الفاظ میں لکھا:

”اما بعد مجھے معلوم ہوا ہے کہ اہل کوفہ حسین بن علی سے بیعت کر رہے ہیں۔ میں نے جو خط لکھا ہے اس پر جلد عمل پیرا ہوا اور اس خط کے پڑھتے ہی فوراً بصرہ چھوڑ دے (روانگی میں) سستی اور کاہلی نہ ہو (میں چاہتا ہوں علی کی نسل میں ایک کو بھی زندہ چھوڑے اور مسلم کو قتل کر کے ان کا سر میرے پاس روانہ کر دینے سے منع کرے) میرے ترکش میں تجھ سے زیادہ کامیاب تیر نہیں ہے جو نشانہ سے خطا نہیں کر سکتا۔“

جب یہ خط بصرہ پہنچا تو ابن زیاد نے خوشی کی انتہا نہ تھی۔ بصرہ تو زیر انتظام تھا ہی اب کوفہ پر بھی حکومت کا اختیار حاصل ہوا۔ اعلان کیا کہ

اہل بصرہ مسجد میں جمع ہوں۔ ابن زیادؓ منبر پر گیا اور کہا:

اے اہل بصرہ یزید خلیفہ وقت نے مجھے کوثر کا حاکم بنایا ہے اور میں کوثر جا رہا ہوں اپنا قائم مقام اپنے بھائی عثمان بن زیاد کو کرتا ہوں تم اس کے احکام کی تعمیل اور اطاعت کرنا اگر میں نے سنا کہ تم میں سے کسی نے اس کی مخالفت کی تو اسے زندہ نہ چھوڑوں گا۔“

ابن زیادؓ یہ خطبہ پڑھ کر منبر سے اتر آیا اور سامان سفر مہیا کر کے مع خدم و حشم کوثر روانہ ہوا۔ مسلم بن عمر باہلیؓ اور منذر بن جارد عبدیؓ اور شریک بن اعور حارثیؓ ابن زیادؓ کے ساتھ تھے۔

(نوٹ: ابن زیادؓ اور شریک بن اعور حارثیؓ کا ساتھ غالباً راستہ تک رہا اور شریک نے دائر الامارہ میں قیام کے بجائے ہانی کے گھر میں قیام کیا اور کوثر پہنچ کر وہ بیمار پڑ گئے۔

**ابن زیادؓ کوثر میں** | ابن زیادؓ کی شان یہ ہے کہ سر پر سیاہ عمامہ جسم میں سفید قبا اوپر سے جنگی جینے اور چادر اوڑھے ہوئے منبر پر ڈھاٹا بندھا ہوا کمر میں تلوار کا ندھے پر کمان چوڑے پر سوار ہاتھ میں چھڑی لئے ہوئے جمعہ کے دن نماز کے وقت داخل کوثر ہوا۔ بیرون شہر پہنچ کر سواری سے اتر کے کسی قدر آرام کیا۔ اہل شہر کو خبر ہو گئی کہ بیرون شہر ایک قافلہ اتر رہے جو ہونہ ہو حسین کا لشکر ہے۔ اہل کوثر عورتیں و مرد جمع ہوئے اور کوثر میں بے چینی کے ساتھ امامک کا انتظار شروع ہوا۔ دو گھنٹہ رات جب گزر گئی تو ابن زیادؓ اپنے ساتھیوں کے بیچ میں آکر داخل شہر ہوا۔ شب ماہ اور چاندنی چھٹکی ہوئی تھی مگر ابن زیادؓ نے اپنی ہیئت کو ایسا بدل دیا تھا کہ کوثر والوں کو پہچاننے میں دیر ہوئی۔ ہر

شخص یہی سمجھا کہ امام حسین تشریف لے آئے۔ زبانوں پر ”فرزند رسول مرصا“ کی صدائیں جاری ہوئیں۔ عورتیں قسمیں کھا کھا کر کہہ رہی تھیں کہ مرسل زادہ یہی ہے۔ دل کے جذبات زبان تک پہنچ رہے تھے اور سجوم میں یہی سنائی دے رہا تھا۔ ”ہم چالیس ہزار آپ کے ساتھ ہیں“ ابن زیاد دل ہی دل میں بیچ و تاب کھا رہا تھا بمصلحت اس نے بجز جواب سلام کسی سے بات نہیں کی۔ جب دارالامارہ کے قریب پہنچا اس وقت بھی نعمان بن بشیر کو حاضرین نے یہی خبر دی کہ امام حسین آگئے۔ نعمان نے نگہبان کو حکم دیا کہ دروازہ قلعہ بند رہے۔ اور آدھی فوج پھاٹک کے سامنے اور آدھا لشکر کونٹھوں پر چڑھ جائے۔ جب دارالامارہ کا دروازہ نہ کھلا تو مجمع نے نعمان کو سخت گستاخاں الفاظ کہنا شروع کئے۔ نعمان نے اسی خیال کے تحت میں بالائے قصر سے پکار کر کہا ”یا بن رسول اللہ دروازہ کھلوانے سے باز رہیے میں آپ سے جنگ نہ کروں گا۔ دارالامارہ میں آپ کا ٹھہرنا مناسب نہیں ہے“

ابن زیاد نے نقاب البط دی اور کہا کہ ”اے نعمان رات زیادہ آچکی ہے دروازہ کھول دے“ ابن زیاد اپنی خاموشی سے پورا فائدہ اٹھا چکا تھا اور امام حسین کے اثرات کا اندازہ تو کمر ہی لیا تھا۔ آخر اس راز کو فاش ہونا تھا۔ آواز سنتے ہی کوفہ کے ایک شخص نے پہچانا کہ یہ تو ابن زیاد ہے اور پکار کر کہا۔

حاضرین! اس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں یہ تو ابن مرجانہ ہے۔ یہ سننا تھا کہ لوگ پرگندہ ہونا شروع ہو گئے۔ اور نعمان نے آواز پہچان کر دروازہ کھولا اور ابن زیاد دارالامارہ میں داخل ہوا۔

صبح کو جامع مسجد میں لوگوں کو دعوت دی گئی اور کوفہ کے لوگ سمٹ

آئے۔ وہ سادہ لوحی سے اب بھی یہ سمجھ رہے تھے کہ ہم حسین بن علی کے زیر قیادت ہیں۔ ابن زیاد نے خطبہ میں پوچھا کہ اے اہل کوفہ تم جانتے ہو کہ میں کون ہوں؟ کہا ہاں! آپ حسین بن علی ہیں۔ کہا میں حسین نہیں ہوں، عبید اللہ ابن زیاد یزید کی تلوار سے لے کر اپنے تعارف کے بعد کہا امیر المومنین یزید نے مجھ کو تمہارے شہر کا حاکم قرار دیا ہے کہ مظلوم کا انصاف کروں اور محروم کو اس کا حق عطا کروں اور رعیت پر باپ کی طرح شفقت کروں۔ میرا تازیانہ اور تلوار اس شخص کے لئے ہے جو مخالفت اور عہد شکنی کرے۔

اس خطبہ کے بعد شہر کے سربراہ آردہ لوگوں کو حکم دیا کہ حاضر ہوں اور یزید کے مخالفین میں ہر شخص کے نام لکھے جائیں (اس اطلاع کے بعد) جس کی مخالفت کا علم ہو جائے اس کو گھر کے دروازہ پر سوئی دے دیں اور اس کے مال و اسباب کو لوٹ کے عورتوں کو قید کر لیں، اس قرارداد کے بعد ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ عرب کے قبیلوں میں جا کر ندا کرے کہ یزید کی بیعت میں داخل ہو اور وہ وقت نہ آئے کہ تمہارے سردوں کے قتل اور عورتوں کی اسیری کے لئے شام سے لشکر آئے۔ مردم کوفہ نے اچانک جو یہ کلمات سُنئے تو ان پر ایک غیر معمولی ہیبت طاری ہو گئی اور حضرت مسلمؓ کی بیعت سے نکل کر یزید کے حلقہ اطاعت میں آگئے۔

نقل مکان اور ہانی کی میزبانی | مسلم بن عقیل مختار کے گھر میں تھے اور جدید انقلاب کی خبریں

ان تک برابر پہنچ رہی تھیں۔ ابن زیاد کے کوفہ آنے پر وہ روزِ سیاہ آگیا

جس کی تاریکی بڑھتی ہی گئی۔ مادیت اور روحانیت کے تصادم کا یہی وقت تھا۔ حق و باطل کی جنگ کے سامان نظر آئے۔ ظلمت نے نور پر قابو پانے کا پورا پورا ارادہ کر لیا۔ کفر ایمان سے برس برس بیکار ہوا۔ ایک طرف فسق و فجور تو دوسری طرف زہد و تقویٰ، ادھر مکر و فریب تو ادھر ایمان داری، وہاں ظلم و جور، یہاں عدل و انصاف جو ہرگز باہم جمع نہیں ہو سکتے۔ ایک طاقت کو مٹ جانا ہے اور فنا ہونے والا ہی بقا کا حقدار ہو گا۔ موت کے فلسفہ کو سمجھنے والے نہ دشمن سے ڈرتے ہیں نہ ان کو مر جانے کا خوف ہوتا ہے۔ وہ یہ دیکھتے ہیں کہ ان کا مقصد پورا ہوا یا نہیں۔ ان کی فتح بس یہی ہے کہ بات رہ جائے، خواہ وہ نہ رہیں۔ کوفی حکومت میں انقلاب کے ساتھ حضرت مسلم کے نصب العین میں بھی انقلاب پیدا ہوا اور انہوں نے آج نماز صبح اپنی قیام گاہ پر فرادی ہی پڑھی مسجد میں جانا خلاف مصلحت تھا ظہر کے وقت مسجد میں آئے تو نہ موذن تھا نہ نمازی خود اذان کہہ کر نماز پڑھی اور جب مسجد سے نکلے تو ایک نوجوان راستہ میں ملا۔ اس سے پوچھا کہ اب اہل کوفہ نے کیا کیا؟ جواب ملا کہ امام حسین کی بیعت پر اب کوئی باقی نہیں ہے سب یزید کی بیعت کر چکے ہیں۔ آپ نے کت افسوس ملا اور قصہ کر لیا کہ مختار کے گھر کو چھوڑ دینا چاہیے۔ اس ارادہ سے قیادگاہ کا رخ نہیں کیا۔ گلیوں میں پھرتے رہے اور محلہ بنی خزیمہ میں پہنچے۔ اس محلہ میں آپ کا آنا بھی کسی عزم و ارادہ کے تحت میں نہ تھا۔ راہ سے ناواقفیت ہونے کی وجہ سے بلا قصد پہنچے اور ایک عالی شان مکان دیکھ کر دروازہ پر ٹھہر گئے۔ کیز جو گھر سے نکلی تو پوچھا یہ گھر کس کا ہے۔ کہا بانی بن عروہ کا۔ بانی غیر معروف آدمی نہ تھے، نام ہیچانا ہوا

تھا اور اس نام سے بوئے الفت آتی تھی۔ کینز سے کہا کہ ہانیؒ سے جا کر کہہ دے کہ ایک شخص آیا ہے اور تمہیں بلاتا ہے۔ اگر نام پوچھیں تو کہہ دینا مسلم ہیں۔ ابن اثیر کا بیان ہے کہ ہانیؒ اطلاع پا کر گھر سے نکلے اور حضرت کے آنے کو کمر ہمت کی نگاہ سے دیکھا اور جب انہوں نے مہمان ہونے کی خواہش کی تو ٹھہرانے میں غذر کیا۔

میرے نزدیک ہانیؒ کی مروّت سے یہ بعید تھا کہ جس خاندان کا وہ کلمہ پڑھتے ہوں اس کے ایک نمایاں فرد سے بے رخی کریں اور تاریخی لحاظ سے بھی اس بیان میں سقم ہے۔ ہانیؒ میں طول مرض سے نشست و برخواست کی طاقت بھی نہ تھی وہ دروازے تک ہرگز نہیں آئے۔ کینز نے گھر سے نکل کر یہ کہا اے میرے سردار ہانیؒ تو بیمار ہیں۔ آپ اندر ہی تشریف لے آئیے مسلم اندر گئے، ہانیؒ کے جسم میں شر کی روح دوڑ گئی۔ چاہتے تھے کہ بنگلہ ہونے کو بسترِ مرض سے اٹھیں مگر قوت نے دفا نہ کی۔

پورے خلوص اور عقیدت کے ساتھ حضرت مسلم کو مہمان کیا اور زانا خانے سے متصل ایک قلعہ مکان میں ٹھہرایا۔ اس معزز مہمان کا آنا قدر شناسا میزان کے لئے کچھ اس قدر مبارک ثابت ہوا کہ ہانیؒ کو صحت ہونا شروع ہوئی اور اتنی قوت آگئی کہ شبانہ روز حاضر خدمت رہنے لگے مسلم کی روحانیت کا وہ اثر تھا کہ اب بھی بعض پُر خلوص عرب خفیہ آکر بیعت کر رہے تھے اور اس امر کی کوشش تھی کہ راز فاش نہ ہو۔ رفتہ رفتہ یہ خبریں ابن زیادؓ ایسے سرکش پر پوشیدہ نہ رہ سکیں۔

۱۱ تاریخ کامل ص ۱۲ فنحض لبعقنه فلم یقدر علی

النصوص ۱۲ ریاض المصائب

## پانچواں باب

ہانی کو فہ کے مشہور  
انسان تھے۔ ان کی  
عزت اور وجاہت  
کا تقاضہ تھا کہ

عبید اللہ ابن زیاد کے قتل سے حضرت مسلم  
کا انکار اور ہانی کی المناک گرفتاری

ابن زیاد بحاکم کو فہ سہی مگر وہ ہانی کی مزاج پڑوسی کے لئے گھر پر آئے۔ ابن زیاد نے حکومت کے نشہ میں جب اس اسلامی فرض کو محسوس نہ کیا تو آپ نے حسن تدبیر سے اس شکایت کو کسی نہ کسی طرح ابن زیاد کے کان تک پہنچا دیا اور ابن زیاد نے عیادت کے لئے آنے کا وقت مقرر کیا۔ دوست کے گھر میں دشمن کی آمد۔ حضرت مسلم کے لئے اس سے زیادہ سنہری موقع نہ تھا کہ ابن زیاد کا کام تمام کر دیں لیکن ان کا دماغ ایسی انسانیت سوز تدبیر پر غور کا عادی نہ تھا۔ حضرت مسلم کی انسانیت نواز ذہنیت کے خلافت تو ایک حرف بھی تاریخ میں نہیں ملتا۔ البتہ فنون جنگ کے ماہر اور حفاظت خود اختیار ہی کے دلدادہ طبقہ نے ابن زیاد کے قتل کی تحریک اٹھائی اور عمار بن عبد سلومی نے کہا ہماری ساری تنظیم اسی میں منحصر ہے کہ ابن زیاد کو قتل کر دیں۔ یہ موقع تو خدا نے پیدا کیا ہے۔ اس مقام پر تاریخ میں اختلاف ہے۔ ایک قول تو یہ ہے کہ ہانی نے جواب دیا کہ میں پسند نہیں کرتا کہ وہ میرے گھر میں قتل کر دیا جائے۔ ایک حد تک یہ جواب صحیح بھی ہے۔ لیکن دوسرا قول یہ ہے کہ قتل کی تحریک

ہانیؓ کی طرف سے ہوئی۔ بظاہر اس کا سبب یہ ہے کہ شریک بن عمرو حارثیؓ کی بھی یہی رائے تھی اس لیے امکان ہے کہ ہانیؓ نے اپنی رائے واپس لی اور آخر میں اس تحریک کے خود محرک ہو گئے اور حضرت مسلمؓ سے عرض کیا آپ مجھے دیکھتے رہیں۔ جب میں عمامہ سر سے اتاروں تو پھرتی کر کے ابن زیادؓ کو قتل کر دیجئے گا ورنہ وہ مجھے اور آپ کو زندہ نہ چھوڑے گا۔ ابن زیادؓ ششہ عشا کے وقت ہانیؓ کے دروازہ پر مع اپنے حاجب کے پہنچ گیا۔ ہانیؓ نے کینز کے ہاتھ میں تلوار دے کر کہا کہ اسے مسلمؓ کو دیدے۔ وہ حجرہ میں پوشیدہ ہوئے ابن زیادؓ آیا اور ہانیؓ کے پہلو میں بیٹھ گیا۔ ہانیؓ نے اپنے مرض کی سختی اور بخار کی شدت کا ذکر کرتے ہوئے سر سے عمامہ اتارا اور مجھے تھے کہ مسلمؓ پر دے سے نکل کر کام تمام کر دیں گے مگر مسلمؓ برا کدنہ ہوئے۔ ہانیؓ کو تین مرتبہ عمامہ اتارنے کی نوبت آئی مگر مسلمؓ خاموش رہے۔ اس وقت ہانیؓ نے کچھ اشعار پڑھے۔

جناب مسلمؓ حضرت یوسفؑ کی منتر لی پر  
ہانیؓ کے اشعار پڑھنے سے ابن زیادؓ  
کی جبین پر شکن آگئی اور کہا

ہانیؓ کو کیا ہو گیا ہے جو بار بار شعر پڑھ رہے ہیں۔ حافریں نے جواب دیا کہ کچھ نہیں بیماری کا سبب ہے۔ ابن زیادؓ مشتبہ ہو کے ہانیؓ سے رخصت ہوا۔ مسلمؓ اندرونی حجرے سے نکلے۔ ہانیؓ نے موقع پا کر قتل نہ کرنے کی وجہ پوچھی۔ اور بروایت شریک نے کہا کہ آپ کو ابن زیادؓ کے قتل سے کون مانع ہوا؟ فرمایا پہلی وجہ تو یہ تھی کہ ہانیؓ نے اپنے گھر میں ابن زیادؓ کے قتل کو مکروہ سمجھا تھا

۱۔ وکان شریک شیعياً تاریخ کامل۔ شریکؓ وہی ہیں جن کو ابن زیادؓ اپنا دوست سمجھ کر بصرہ سے ساتھ لایا تھا۔ ۲۔ وقت عصر ریاضۃ ریاضۃ



ارادہ کیا تو کسی نے تلوار کے قبضہ پر ہاتھ رکھ کر روکا اور عاقبت غیبی کی صدا آتی  
مسلم خدا کی قسم اور محمد کا واسطہ ابن زیاد پر ہاتھ نہ اٹھانا۔

حضرت مسلم نے ابن زیاد کو چھوڑ دینے کے بعد وجوہ بیان کئے تو ہانی نے  
کہا ابن زیاد کا قتل تو ایک ناسق و فاجر کا قتل تھا۔ آپ نے مجھے بھی ہلاک کیا  
اور خود بھی ہلاک ہوئے۔ ہانی کا یہ خیال بالکل صحیح تھا مگر مسلم حسین ایسے  
رحمدل کے نایب ہو کر آئے تھے۔ ان کو جنگ میں سبقت کرنے کا حکم نہ تھا۔  
اگر پہل ان کی طرف سے ہوتی تو یہ داع ان کے دامن پر رہ جاتا۔

شریک ابن اعور کی وفات | ابن زیاد کے خانہ ہانی میں آنے کے  
تیسرے دن شریک جانبر نہ ہو سکے اور

انتقال کیا۔ ابن زیاد نے ان کے جنازہ کی نماز پڑھائی اور جب یہ معلوم ہوا کہ  
شریک نے حضرت مسلم کو اس کے قتل کا مشورہ دیا تھا تو ابن مرجم نے  
کہا۔ کہ خدا کی قسم اب میں کسی باشندہ عراق کی نماز جنازہ نہ پڑھاؤں گا۔  
اگر زیاد کی قبر نزدیک نہ ہوتی تو میں شریک کو قبر کھود کر نکال لیتا۔

حکومت کوفہ کا جاسوس | ہانی ابھی پوری طرح تندرست نہیں ہوئے  
تھے۔ صنعت میں اس قدر کمی ہے کہ کسی  
حضرت مسلم کی تلاش میں | وقت اپنے دروازہ پر آکر بیٹھتے ہیں اور

شہر کے حالات سے باخبر رہنے کی کوشش سے غافل نہیں ہیں ادھر ابن زیاد  
کے دل و دماغ میں یہ خیال پوری قوت سے گردش کر رہا ہے کہ کسی طرح مسلم کو

لہ وقال یا افحی کما همت بالخروج کان قابضاً ليقبض علی یدی ولقد  
سمعت ليقول سألتك بالله وبحق محمد لا يخرج ايه مقل ابو مخنف له تاريخ کامل

گرفتار کرنا چاہیے مگر یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ جیتک ہائی کے دم میں دم ہے  
 مسلم کو نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ ابن زیاد نے اپنے غلام معقلؓ کو طلب کیا۔  
 جو مکہ و فریب میں شہرہ آفاق تھا اور اس کو حکم دیا کہ میرے خزانہ سے  
 تین ہزار درہم لے کر مسلم کو تلاش کر اور یہ رقم ان کے سامنے اس حیلہ سے  
 پہنچا کہ وہ اس سے اپنے دشمن سے جہاد کرنے میں صرف کریں اور ان  
 کے اندرونی حالات سے مجھے خبر دے، معقلؓ نے یہ رقم لے کر جستجو شروع  
 کر دی۔ ایک دن مسجد جامع میں پہنچا تو دیکھا کہ ایک سفید پوش شخص  
 نماز میں مصروف ہے۔ معقلؓ کو یقین ہو گیا کہ یہ کوئی شہید علیؓ ہے۔  
 جا نماز کے قریب پہنچ کر بیٹھ گیا۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو معقلؓ  
 بے فکر ہوا اور محبت بھری بات چیت شروع کی۔ نمازی مسلم بن عوسجہؓ  
 ہیں اور معقلؓ ان کے فریب دینے پر ہمہ تن مصروف ہے۔ تاریخ میں اس گفتگو کا  
 سلسلہ یوں وارد ہے۔

معقلؓ: میں اہل شام سے ہوں اور خدا نے میرے دل میں محبت  
 اہل بیت پیدا کی ہے۔ میں نے سنا ہے کہ اس شہر میں خانوادہ رسولؐ کا  
 کوئی شخص امام حسینؑ کی طرف سے بیعت لے رہا ہے۔ میرے پاس تین ہزار  
 درہم حاضر ہیں اور آرزو ہے کہ ان کے سامنے پیش کروں اور وہ اس رقم کو  
 دشمنانِ دین سے جہاد میں صرف کریں۔

ابو بکرؓ: بزرگاہِ بصرہ کا نام ماقل اسی غلام کے نام پر رکھا گیا۔ تین ہزار درہم  
 ۱۲ ریاض المصابیہؓ معقل ابو مخنف کے بعض نسخوں میں ہے کہ معقلؓ کو  
 غلط طور پر امام حسینؑ کا فرستادہ ظاہر کر کے یہ رقم حضرت مسلمؑ تک پہنچائی گئی  
 ۱۲ ریاض المصابیہ

مسلم بن عوسجہؓ: مجھے تو اہل بیت سے کوئی تعلق نہیں ہے جس نے مجھے میرا  
پتہ دیا اس کی رائے صحیح نہیں ہے۔

معقلؓ: مجھے دھوکا نہ دو۔ مسجد کے کئی شخصوں نے مجھے بتایا ہے کہ  
تم امام حسینؑ سے بیعت کی ہے۔ اگر میری بات کا یقین نہ ہو تو یہ دہم موجود  
ہیں یہ آنحضرتؐ کی زیارت کا آرزو مند ہوں۔

مسلم بن عوسجہؓ: (فریب میں آکر) میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں جس نے  
مجھے مجھ سے ملایا۔ اس ملاقات سے میں بہت خوش ہوں۔

معقلؓ نے مسلم بن عوسجہؓ کے ہاتھ پر بیعت کی اور اقرار کیا کہ میں اس رشتہ  
عقیدت کو پوشیدہ رکھوں گا۔ مسلم بن عوسجہؓ نے یہ جلوں دیکھ کر وعدہ کیا کہ کچھ دن  
اور ٹھہر جائیں۔ اجازت لے کر مسلم بن عقیلؓ تک پہنچا دوں گا۔ پھر کیا تھا معقلؓ  
آئے جانے لگا۔ تا آنکہ مسلم بن عوسجہؓ نے حضرت مسلمؑ کے دربار میں باریاب کیا اور  
تجدید بیعت کی۔ حضرت مسلمؑ نے سامان جنگ خریدنے کے لیے وہ رقم ابو ثمامہ صامدیؓ  
کے سپرد کی۔ ابو ثمامہ کو ان کی دیانت سے صیغہ مال کا افسر قرار دیا تھا اور  
تمام جنگی ضرورتیں ان کے ہاتھ سے پوری کی جا رہی تھیں۔ وہ کوفہ کے مشہور شخص  
تھے۔ شجاعت و بہادری میں ان کو عرب کا بچہ بچہ جانتا تھا۔

معقلؓ نے تمام حالات ابن زیادؓ کے سامنے جا کر دہرائے  
ہانی کی گرفتاری

ابن زیادؓ نے اسما بن خارجہ، عمر بن ججاج زبیدی کو طلب  
کیا موثر الذکر کی دختر رویم ہانی کے عقد میں تھی جس سے ایک فرزند بھی نامی موجود  
تھا۔ جب یہ بزرگان قبیلہ آئے تو ابن زیادؓ نے کہا ہانی ابن عروہ کہاں ہیں۔ میں  
اپنے دربار میں انہیں کیوں نہیں دیکھتا۔ شاید وہ تجھ سے ملنا مکروہ سمجھتے ہیں۔  
حاضرین نے کہا ان کو کزوری کے سوا کوئی عذر نہیں ہے۔ ابن زیادؓ نے جواب دیا کہ

میں تو سننا ہوں کہ وہ روزانہ اپنے دروازہ پر بیٹھتے ہیں۔ اگر واقعی بیمار ہیں تو ایک دفعہ میں ان کی عیادت پھر کر دوں گا۔ مجھے اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ بانی ایسے شریف قوم میرے ہاتھ سے جنگ کی زحمت اٹھائیں۔ کچھ دن انتظار میں گزرے۔ آخر ابن زیاد نے جھنجھلا کے بانی کے بچر لانے کا حکم دیا۔ بانی نے دربار میں آنے سے گریز کیا مگر کامیاب نہ ہوئے اور پھر پڑ بٹیکو کر تلوار صائل کر کے روانہ ہوئے۔ راستہ میں اسکا بن خازم سے ملاقات ہوئی۔ بانی نے کہا مجھے خوف معلوم ہوتا ہے کہ مبادا ابن زیاد سے نقصان پہنچے۔ لہذا مجھے گھر بیٹا دو۔ اسکا نے کہا چچا ابن زیاد کی ناراضگی کا خیال نہ کرو، تمہیں کوئی سدہ نہ پہنچے گا۔ غرض بانی نے قصر شاہی میں آئے۔ ابن زیاد پر سلام کیا اور اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ قاضی شریح کی طرف رخ کر کے کہا خیانت کرنے والا اپنے پیروں سے خود آگیا۔ بانی نے قاضی شریح کی طرف رخ کیا اور عمر ابن معدی کرب کے اشارے پر گئے۔ ابن زیاد بانی کی ہمیشہ عزت کرتا تھا مگر آج یہ تو جہی ہے۔ بانی بیماری اور پیرانہ سالی کی عمر میں تین گھنٹہ تک تلوار پر تکیہ کیے ہوئے کھڑے رہے۔ حاضرین نے محسوس کیا کہ بانی کو ناقابل برداشت تکلیف ہو رہی ہے ابن زیاد سے کہا میری ضعیف شخص اشرف کوفہ اور ان لوگوں سے ہے جن کا کہا سب مانتے ہیں ان کو کیوں نہیں بیٹھنے کا حکم دیتا؟ کہا اس شخص کا گھر امر المؤمنین کے دشمنوں کی قیامگاہ ہے۔ مہر سکوت ٹوٹا گئی اور یہ سننا کہ بانی نے ابن زیاد سے دیرانہ گفتگو کا سلسلہ جاری کیا۔

بانی: میں نے زیاد کے کسی دشمن کو نہیں ٹھہرایا۔

سہ قال لشریح القاضی اتک نجانہ رجلا۔ یہ عرب کی ایک مثل ہے ۱۲ تاریخ کاملہ

ابن زیادؓ: جس نے مجھے خبر دی ہے وہ تم سے زیادہ سچا ہے۔  
 ہانیؓ: غلط، بالکل غلط مسلم میرے گھر میں نہیں ہیں۔  
 ابن زیادؓ: (معتقل کی طرف رخ کر کے) ذرا سامنے تو آ اور اس بڑھے  
 کے جھوٹ کی تلخی کھول دے۔

معتقلؓ: ہانی مجھے پہچانتے ہو؟  
 ہانیؓ: خوب پہچانتا ہوں تو فاجرا و ببت بڑا جھوٹا ہے۔  
 ہانیؓ: کو یقین ہو گیا کہ معتقلؓ نے اطلاعات میں اپنے جاسوسی کے فرض کو  
 ادا کیا اور بجز اس کے کوئی صورت نہیں کہ اصل واقعات دہرا دیں۔  
 ہانیؓ: (ابن زیادؓ کی طرف رخ کر کے)

اے امیر خدا کی قسم میں نے یہ کسی کو مسلم کے لینے کو بھیجا اور نہ دعوت دی۔ وہ  
 خود میرے پاس آئے اور پناہ لی میں نے انہیں ہمان کر لیا۔ اگر میرا یہ فعل قابل  
 اعتراض ہے تو مجھے اجازت ملے تاکہ میں ان سے کہ دوں کہ وہ جہاں چاہیں  
 چلے جائیں۔

ابن زیادؓ: میں تم کو جانے نہ دوں گا جب تک مسلم کے ہاتھ گردن سے  
 باندھ کر میرے سپرد نہ کرو۔

ہانیؓ: میں اپنے ہمان کو ہرگز تیرے حوالے نہیں کر سکتا کہ تو قتل  
 کر دے۔

ابن زیادؓ: خدا کی قسم ان کو لانا پڑے گا۔  
 ہانیؓ: خدا کی قسم کبھی نہ لاؤں گا۔

۱۰ مراد یہ کہ گھر کا حقیقی مالک خدا ہے۔

ایک سخت گفتگو ہوئی جسے راوی محفوظ نہ رکھ سکا۔ مسلم بن عمر بانیؓ اٹھا اور کہا۔ امیر مجھے اجازت دے تو میں بانی سے کچھ باتیں کر لوں۔ ابن زیادؓ نے اجازت دی اور مسلم بن عمرؓ نے تخلیہ میں لے جا کر سمجھانا شروع کیا۔ ابن زیادؓ دُور سے دیکھ رہا تھا کہ قصر کے ایک گوشہ میں آہستہ آہستہ باتیں ہو رہی ہیں۔ یہاں تک کہ طرفین سے آوازیں بلند ہوئیں۔

مسلم بن عمرؓ۔ بانی کس خیال میں ہو، اپنی جان دو گے اور قبیلہ کو نصیبت میں پھنسانے کا ارادہ کیا ہے۔ تمہارا کچھ بگڑتا نہیں مسلم کو ابن زیاد کے حوالے کر دو۔

بانیؓ۔ خدا کی قسم اس میں میری بے عزتی اور سخت ذلت ہے کہ اپنے مہمان کو دشمن کے پاس پہنچا دوں اور میرے بازوؤں میں قوت بھی ہو اور قبیلہ جو ان مردوں سے بھرا ہوا ہو۔ واللہ اگر میں تمہارے جھاؤں اور کوئی ایک بھی میرا ناہرنہ رہے اس وقت اپنی جان دیدوں گا مگر ایسا نہ کروں گا۔ بانیؓ نے مکڑی جی جملہ کہا کہ خدا کی قسم میں مسلم کو ابن زیاد کے پاس ہرگز نہ لاؤں گا۔ ابن زیادؓ نے یہ شیرازہ ارادہ دیکھا، بات چیت سُن کر کہا بانی کو میرے پاس لاؤ۔ جب بانیؓ اس نے آئے تو پھر آخری بار وہی کہا۔

ابن زیادؓ: تم کو لانا پڑے گا ورنہ میں گردن زدنی کا حکم دیتا ہوں۔

بانیؓ: اگر ایسا ہو تو پھر تیرے قصر کے گرد جلیاں چکیں گی۔

ابن زیادؓ: تجھے تو اوروں سے ڈراتے ہو۔

بانیؓ کی جنگ اور دشمن کے نقصانات | ابن زیادؓ نے بانیؓ کے چہرے پر چھتری سے حملہ کیا اور بانیؓ نے قبضہ

پر واقعہ ڈال کر تلوار کھینچی اور دفاعی جنگ شروع کی۔ چہرہ کی ضرب کا جواب سر کے حملہ سے دیا اور تلوار نے ابن زیادؓ اور شہین چادر اور بڑھے بحق اس کو چاک کر کے ٹوٹی کو کاٹتے ہوئے سر کو چھچھلتا ہوا زخمی کیا۔ معقلؓ اپنے آقا کو بچانے کے لئے ہمدردی کے جذبہ میں بڑھا اور بانیؓ نے اس کے رخسار پر حملہ کر کے دو نیم کر دیا۔ اس جنگ میں بانیؓ کے ہاتھ سے ابو سوسو برس کے بڑھے اور ابھی بیماری سے اٹھے تھے کم از کم ۲۵ اور زیادہ سے زیادہ ۵۳ سپاہیوں کو قتل کیا۔ ابن زیادؓ نے فریاد کی آخر دشمنوں نے هجوم کر کے بانیؓ کو گرفتار کیا۔ اس وقت ابن زیادؓ کے عقب سر اس کا غلام مہران سپاہیانہ انداز سے پہرہ پر تھا۔ ابن زیادؓ نے اس سے مخاطب ہو کر کہا کہ اس جلاہے کو میرے پاس جلد لاؤ۔

مہران نے بانیؓ کی زلفیں پکڑ لیں اور ابن زیادؓ نے اس بے دست و پا بوڑھے مجاہد کو بے بس کر کے ہاتھ میں جو چھڑی تھی اس سے اذیت دینا شروع کی اور بانیؓ کے سر اور ناک پر اتنی لکڑیاں لگائیں کہ سر اور پیشانی سے خون جاری ہو گیا رخسار کا گوشت کٹ کر لٹک آیا۔

بعض واقف نگاروں کا بیان ہے کہ ابن زیادؓ نے لوہے کے گرز سے اسی وقت بانیؓ کو ختم کر دیا لیکن میری رائے میں یہ بیان صحیح نہیں ہے۔ بیشک بانیؓ کی حالت ایسی سقیم ہو گئی تھی کہ دیکھنے والوں کو موت کا شبہ ہو رہا تھا۔ جب وہ بہت زخمی ہو چکے تو حسان بن اسماءؓ نے کہا امیرؓ نے مجھے بھیج کر بانیؓ

سلا ناسخ التواریخ ۷ ریاض المصابی عربی

لا فاخذ مصران ضفیرتی ہانی واخذ عبید اللہ القضیب ۱۳

اریخ کامل ۷ ریاض المصابی ۳ جلد العیون۔

کو بلایا تھا اور میں ان کو تیری طرف سے امان کا وعدہ کر کے اس حیلہ سے لے آیا اور تو نے ان کے ساتھ یہ مکر کیا۔ غالباً یہی سنارس قتل سے باز رکھنے کا سبب ہوئی۔ غرض ابن زیاد نے حکم دیا کہ بانی کو قید خانہ لے جاؤ۔

قصر ابن زیاد پر ہجوم | بانی ایسے مشہور اور باعزت انسان کا بیدردی کے ساتھ ابن زیاد کے ہاتھ سے مجروح ہونا

معمولی حادثہ نہ تھا گو اس کے چھپانے کی بڑی کوشش کی گئی مگر دارالامارہ کی بات کو نہ بھر میں شہرت پا گئی اور کسی ہمارے اعلان کر دیا کہ اے بنی مذحج کیا بیٹھے ہو بانی بن عروہ دارالامارہ میں قتل ہو گئے۔ عمر ابن حجاج کی قیادت میں ۴ ہزار آدمیوں نے آکر قصر شاہی کو گھیر لیا اور پکار پکار کر کہنا شروع کیا کہ او ابن زیاد ہمارے سردار کو قتل کر دیا حالانکہ اس نے نہ اطاعت میں عذ کیا تھا اور نہ اختلاف پھیلایا۔ کسی نے کہا اے بانی اگر زندہ ہو تو جواب دو تمہارے چچا کے فرزند اور قریبی رشتہ دار سب آمادہ جنگ اور حاضر ہیں۔ بزدل ابن زیاد پر اس لیخار کا بڑا اثر پڑا اور اس نے معاویہ شاہی تدابیر سے کام لیتے ہوئے قاضی شریح سے کہا اٹھ اور بانی کو اپنی آنکھ سے اندر دیکھ کر جمع کے سامنے بیان دے کہ وہ قتل نہیں ہوئے ہیں بلکہ حکومت نے ان کو کسی مصلحت سے اپنی حراست میں لے لیا ہے کہ حالات کی تفتیش میں مدد ملے۔ شریح قید خانہ کے قریب آیا۔ بانی اس کے مکر و فریب کو سمجھ گئے اور غصہ میں کہا۔ کیا میرے قبیلہ کے لوگ مر گئے شہر کے لوگ کہاں ہیں۔؟ یہ کہہ رہے تھے اور خون ڈاڑھی پر بہ رہا تھا۔ دفعۃً بانی کے کان میں شور کی صدا آئی اور بانی نے کہا یہ آوازیں تو میرے قبیلہ (مذحج) کی ہیں۔ مجھے پورا گمان ہے کہ میرے ساتھی پہنچ گئے۔ اگر دس آدمی بھی دارالامارہ میں آگئے تو بگڑا کھیل بنتا ہے کونہ

میں کون ایسا تھا جس کے دینی و دنیوی اغراض قاضی شریح سے وابستہ نہ ہوں اور وہ ان کے جبہ و دستار سے مرعوب نہ ہو۔ شریح قصر کے دروازہ پر پہنچا اور یہ مختصر مگر پُر از فکر و فریب تقریر کی۔

”امیر نے تمہاری جوشیلی گفتگو سنی اور وہ صدائیں اس تک پہنچیں جو تم نے اپنے رفیقِ بانی کے بارے میں بلند کیں اور مجھے حکم دیا کہ میں ان کو اپنی آنکھ سے دیکھ کر تم کو خبر دوں کہ وہ زندہ ہیں اور تم کو جس نے خبر دی ہے کہ وہ قتل ہو گئے وہ سراسر غلط ہے۔“

بانی کے خسر عمر بن حجاج نے کہا کہ جب بانی زندہ ہیں اور قتل نہیں ہوئے تو ہم کو کوئی شکوہ نہیں۔ ہم ان کے بقید حیات ہونے پر خدا کا شکر ادا کرتے ہیں۔ اس دام تزویر میں پھنس کر مجمع پر اگندہ ہو گیا۔

بانی کی شخصیت اور ذاتی وقار نے ان کو اتنا ہر دلعزیز بنایا تھا کہ قصر ابن زیاد میں بھی ان کے ہمدرد موجود تھے۔ اسما بن خارجہ نے ابن زیاد سے اجازت حاصل کی کہ وہ بانی سے ہمدردی کرے۔ ابن زیاد پر یہ ارادہ اتنا گراں گزرا کہ حکم دیدیا اسما کو سزا دی جائے اور وہ دربار سے باہر کرائے جائیں۔ اس بے گناہ پر گھونٹے اور طمانچے پڑنے لگے اور زود کو ب کے بعد باہر کر دیا۔ اس زلزلہ افکن منظام کے بعد ابن زیاد مسجد میں آیا اور اپنے خطبہ میں زید کی امامت اور اس کی پیروی پر زور دیتے ہوئے اتحاد کی تعلیم اور یقین کی اور منبر سے اتر آیا۔ بانی کی امیر کی کے ساتھ شہر کی ناکہ بندی کرادی اور تمام راستوں پر پہرے بٹھا دیئے۔ ہر قبیلہ کے سردار کو زیرِ حراست کر لیا تاکہ آئندہ جو خلیفہ ہونے والا ہے اس سے نجات ملے۔ یہ وہ منظام ہیں جنہیں واقعہ کربلا کا پیش خیمہ کہنا چاہیے۔

مکتبہ سیدینہ

صدر باطلیف آباد پوسٹ نمبر ۸-۷-۷۱

## چھٹا باب

حضرت مسلمؑ کا شروخ | شرح نے قاضی ہو کر ہانیؒ کی پُروردستان  
 کو چھپایا اور ان کے قبیلہ کے سامنے ان کی  
 خیریت کی غلط خبر دی اور اہل کوفہ ایک حد تک ہانیؒ کی طرف سے مطمئن  
 ہو گئے۔ لظاہر اسما بن خارجہ نے دارالامارہ سے نکل کر اصل واقعات سے  
 پہلے کوروشناس کیا اور کوفہ میں پھر اس زیادہ کے خلافت ایک بچستی پھیلی  
 حضرت مسلمؑ گھڑی میں تھے کہ دیکھا خاندان مراد کی عورتیں یا عترت یا ائلا  
 کہہ کر نالہ و شیون کر رہی ہیں یقین ہو گیا کہ ہانیؒ کی خیریت نہیں ہے کیا اب بھی  
 مسلم بن عقیلؑ چھپے ہوئے بیٹھے رہتے یا اس خوف سے کہ یہاں میرا قیام معلوم  
 ہو گیا ہے کسی دوسرے قابل اعتماد شخص کے یہاں جا کر تخفی ہو جاتے لا واللہ  
 غیرت نبی ہاشم کا یہ تقاضا تھا۔ انہوں نے یہ طے کر لیا کہ ہانیؒ نہیں تو پھر  
 میں بھی نہیں۔ (مورخ) طبری نے صاف طور پر تصریح کی ہے کہ مسلمؑ کا جنگ  
 کے لئے نکلنا اپنے ساتھیوں کی اطلاع کے بغیر تھا اور کوئی قرار داد اس دن  
 کے متعلق نہ ہوئی تھی۔ وہ ایک مرتبہ اس وقت کھڑے ہو گئے جب ان کو معلوم  
 ہوا کہ ہانی بن عروہ مرادیؒ کو زود کوب کر کے قید کیا گیا۔ واقعہ کی ناگہانی  
 حیثیت کو دیکھتے ہوئے اب یہ توقع تو کی ہی نہیں جاسکتی تھی کہ وہ ۱۸ ہزار  
 بیعت کرنے والے سب ایک دم میں مسلمؑ کے گرد جمع ہو جاتے اور جنگ میں

ان کے ساتھ شرکت کرتے اور پھر جبکہ کوفہ کے محلے بھی ایک دوسرے سے متصل نہیں بلکہ کافی فاصلہ رکھتے تھے ہاں یہ محد کہ جس میں مسلم کا قیام تھا کافی وسعت رکھتا تھا اور اسی کے اطراف میں مسلم کے گرد اگر دو ہزار آدمی موجود تھے۔

آپ نے سردارانِ فوج کے لئے نشان مرتب کرنا شروع کئے۔ قبیلہ کندہ، مذحج، مضر، تمیم، اسد کے لئے علیحدہ علیحدہ راہیں ترتیب دے کر یا منصور امت کا نعرہ کیا۔ یہ الفاظ پہلے سے نعرہ جنگ قرار دیئے جا چکے تھے چار ہزار آدمی گھروں سے نکل آئے اور مسجد و بازار مسلمانوں سے پھیلنے لگا اور عام شہرت ہو گئی کہ مسلم نے خروج کیا۔

بیعت کرنے والوں کا یہ اجتماع اچانک تھا۔ پہلے سے کوئی قرارداد نہ تھی اور نہ ان میں سے ہر جوان مسلح تھا لہذا کیا امید کی جا سکتی تھی کہ یہ چار ہزار جوان آخر تک ارادہ پر پاتی بھی رہیں گے۔ وہی ہوا کہ قصر تک پہنچتے پہنچتے صرف تین سو آدمی باقی رہ گئے۔ پھر بھی ابن زیاد پر حضرت مسلم کی وہ بیعت تھی کہ لشکرِ مسلم کی آمد سن کر دارالامارہ میں پہنچ کر دروازہ بند کر لیا۔ آپ نے عبد اللہ بن حازم کو حکم دیا کہ دیکھی طرح دارالامارہ میں پہنچ کر دریافت کرو کہ بانی پر کیا گزری۔ وہاں ابن زیاد کے پاس ۳۰ سپاہی اور ۲۰ اشرف کوفہ کل ۵۰ آدمی ہیں جن پر قابو پالینا کچھ دشوار نہیں ہے۔ قلعہ کا محاصرہ ہو جانے کے بعد دوسرے قبیلوں کے لوگ بھی اگر شامل ہو گئے اور یہ جماعت پوری طاقت سے مقابلہ پر تیار ہو گئی۔ اس لشکر میں دو قسم کے لوگ ہیں۔ کچھ تو بیعتِ مسلم کی لاج رکھتے ہوئے شرماتری جنگ پر تیار ہوئے ہیں اور ایک بڑا

حصہ ہانی کی ہمدردی میں برسرِ پیکار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مجمع پر قابو نہیں ہے کچھ لوگ دارالامارہ پر پتھر برسار رہے ہیں اور کچھ ابن زیادؓ کو ناسزا لفظ کہہ رہے ہیں۔ پشت دارالامارہ پر جو دروازہ تھا اس سے کوفہ کے کچھ لوگ خفیہ طور پر قلعہ میں داخل ہوئے اور انہوں نے بالائے قصر پہنچ کر اپنے کانوں سے سنا کہ ابن زیادؓ کو پکار پکار کر زنا زادہ کہا جا رہا ہے۔

دارالامارہ میں ابن زیادؓ کی طرف اقلیت تھی لیکن یہ وہ فتنہ پرداز گروہ ہے جن میں ہر سپاہی پیکرِ فریب ہے اور اپنے مکر سے حضرت مسلمؓ کا رہا سہا اثر خاک میں ملا دے گا۔ وہی ہوا کہ ابن زیادؓ نے کثیر بن شہاب کو بلایا اور کہا کہ قبیلہ مذحج سے تجھے دوستی ہے۔ قلعہ کے باہر نکل کر ان لوگوں کو لشکرِ شام کی آمد اور یزیدؓ کے غیظ و غضب سے آگاہ کر۔ قبیلہ کندہ اور حضرت موت کی طرف محمد بن اشعثؓ کو بھیجا کہ وہ لوگوں کو برخلاف کرے۔ قعقاع ذہلی اور شیبث بن ربیعہ تمیمی اور جبار بن ابجر سلمیٰ اور شمر بن ذکا الجوشن عامری کو بھی اس غلط پرواگیندے کے لئے دارالامارہ کے باہر کر دیا اور اس فتنہ پرداز گروہ نے قلعہ کے باہر قدم رکھتے ہی لوگوں کو حضرت مسلمؓ کے خلاف ابھارنا شروع کر دیا۔ کثیر بن شہاب نے وسط شہر میں پہنچ کر حضرت مسلمؓ کا ساتھ دینے سے لوگوں کو روکا۔ محمد بن اشعثؓ نے بنی عمارہ کے ایک ایک گھر پر جا کر جنگ کرنے سے منع کیا۔

حضرت مسلمؓ کو جب یہ خبر معلوم ہوئی تو آپ نے عبدالرحمن شیبانی کو ایک جماعت کے ساتھ مدائنفت کے لئے روانہ کیا۔ لیکن سستا کون ہے حضرت مسلمؓ کے خلاف عائشہؓ پھیل چلی تھی اور جہاں جہاں سے مدد آرہی تھی اس کو مسدود کر دیا گیا۔

## گرفتاریاں

عبدالاعلیٰ بن یزید جلی اپنے گھرانے کے چند نوجوانوں کو ساتھ لئے ہوئے آرہے تھے کہ کثیر بن شہاب نے گرفتار کیا اور محمد بن عامر کی طرف سے عمارہ بن صلیب ازدی نے جسم پر معیار آراستہ کر کے چاہا تھا کہ مسلم کے پاس آئیں لیکن وہ بھی گرفتار ہو گئے۔ محمد بن اشعث نے اپنی کامیابی دیکھ کر جنگ کا ارادہ کر لیا۔ ابن زیاد نے روکا اور شیبث بن ربیع کو علم دے کر درالعمارہ کے باہر کیا اور کچھ لوگوں کو حکم دیا کہ وہ یہ خبر مشہور کر دیں کہ "یزید کا لشکر کو نہ پہنچا چاہتا ہے"۔ کثیر بن شہاب نے اس خدمت کو خود انجام دیا اور تقریر کی کہ "اے گروہ مردم اپنے اپنے گھروں میں بیٹھو اور اپنی عزیز جانوں کو قتل ہونے سے بچاؤ۔ یزید کا لشکر آرہا ہے اور ابن زیاد نے عہد کر لیا ہے کہ جو وقت عشاء تک مسلم کا ساتھ نہ چھوڑے گا وہ کل صبح کو ضرور قتل ہوگا۔ اور اس کی تنخواہ بند کر دی جائے گی"۔

اس علم کا نکلنا تھا کہ حضرت مسلم کی جمعیت پراگندہ ہونا شروع ہوئی اور ایک عام بھینسی پھیل گئی اور آپس میں یہ باتیں ہونے لگیں کہ ہم شام کے لشکر کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ حالت یہ تھی کہ عورتیں اپنے باپ بھائی کے پاس آتی تھیں اور کہتی تھیں کہ چل واپس چل اور لوگ کافی ہیں اور باپ یا بھائی اپنے بیٹے، بھائی کے پاس آکر کہتا تھا کہ دمشق سے فوج آجائے گی تو پھر کیا کرے گا؟ چل لڑائی سے کنارہ کشی کر اور مجبور کر کے اسے اپنے ساتھ لے جاتا تھا۔

بیعت شکنی کا آخری منظر  
محمد بن کثیر کی میسربانی

نتیجہ یہ ہوا کہ دس دس بیس بیس آدمی پراگندہ ہونا شروع ہو گئے اور نماز مغرب کے وقت صرف ۳۰ آدمی رہ گئے۔

اور بعد مغرب میں جب آپ باب کندہ تک پہنچے تو دس آدمیوں سے زیادہ ساتھ نہ تھے

جنہوں نے اگلے بڑھنے پر ساتھ چھوڑ دیا اور حضرت مسلمؓ اتہارہ گئے۔ اس وقت ارادہ کیا کہ کوفہ کو چھوڑ دینا چاہیے۔ اس خیال میں گھوڑے کو ہمیں کیا مگر راستہ سدوم نہ تھا۔ اثناء راہ میں سعید بن اخنف سے ملاقات ہوئی۔ اس نے پہچان کر کہا کہ میرے سردار کہاں جاتے ہیں اور کہاں کا ارادہ ہے؟ فرمایا کہ میں اپنا ہوں کہ کوفہ چھوڑ دوں۔ سعید نے جواب دیا کہ راستے بند اور دروازہ میں نفل ہے جس پر نگہبان مقرر ہیں کوفہ سے نکل جانا ممکن نہیں۔ یہ ہر سب سے کہ میرے ساتھ دینا تاکہ میں رہنمائی کروں۔ یہ کہہ کر سعید آپ کو محمد بن کثیر کے گھر لے آئے۔ روز ادازدی کہ گھر سے جلد نکل کر مسلم کو مہمان کرے۔ محمد بن کثیر نے پرتیاک چہ عام کیا اور قدم چوم کر کہا کہ میں بارگاہ ایزدی میں شکر کرتا ہوں جس نے مجھے دعا دلت دی۔ حضرت مسلم گھر میں داخل ہوئے اور ترخانہ میں آپ نے

نیا۔

جاسوس نے ابن زیاد کو یہ خبر بھی پہنچادی اور اس نے اپنے بیٹے خالد کی پردگی میں کچھ لوگ روانہ کئے کہ محمد کا گھر گھر کر ان کو گرفتار کر لیا جائے۔ محمد بن کثیر ایک بے یار و مددگار شخص کا اسیر کر لینا کچھ دشوار امر نہ تھا پیادے پیچھے اور محمد بن کثیر کو مع ان کے بیٹے کے قید کر لیا۔ مظلوم سے ہمدردی انسانیت کا فرض ہے اگرچہ کوفہ میں اب انسان صفت لوگ باقی نہیں رہے کچھ اسیر ہیں اور کچھ رولوش۔ سیمان بن مردخزائی اور مختار بن ابو عبیدہ ثقفی اور رفاع بن عازب ابھی تک گرفتاری سے بچے ہوئے تھے۔ ان کے دل میں خاندان رسالت کی پوری عظمت ہے اور وہ کوفہ میں موجود بھی ہیں۔ محمد بن کثیر کی گرفتاری نے ان کے جذبات کو برا لگینہ کر دیا ہے اور آپس میں مشورہ کر کے دل پر ٹھان لیا کہ کل قمر ابن زیاد پر حملہ کر کے محمد بن کثیر اور ان کے فرزند کو چھڑالیں اور کوفہ سے

نکل کر امام حسینؑ تک پہنچیں۔

شکر شام کی آمد اور محمد بن کثیر کی مدد افغانہ  
جنگ۔ دوسری اور تیسری قسریاتی

حق کی حمایت میں مرنے  
والے ابھی انتقام کا  
ارادہ دل ہی میں لیے

ہوئے تھے کہ صبح ہونے سے پہلے دس ہزار سپاہیوں کا لشکر دمشق سے آہنچا۔  
اب تو ابن زیاد کی مسرت حد سے بڑھ گئی اور پوری طاقت کے ساتھ حضرت مسلم  
کی سراغ رسانی شروع کی۔ محمد بن کثیرؑ کو دربار میں طلب کیا اور ان پر ہائیٰ کی طرح  
دباؤ ڈالنا شروع کیا اور اپنی فطری عادت کے موافق غیر شریفانہ اور کفایت  
الفاظ استعمال کئے مگر محمدؑ کے استقلال میں سرسرفراز نہ ہوا اور ترکی بہ  
ترکی جواب دیئے۔

محمد بن کثیرؑ اور ابن زیاد میں تجھے خوب پہچانتا ہوں اور تیرے حسب و نسب  
سے بھی واقف ہوں۔ البوسفیانؑ اور زیادؑ میں جو تعلق تھا وہ بھی مجھے معلوم ہے۔  
ابن زیادؑ عقیل کے بیٹے کو میرے سپرد کرو ورنہ تلوار سے جواب  
دوں گا۔

محمد بن کثیرؑ میرے ایک بال کو بھی صدمہ نہیں پہنچ سکتا۔

ابن زیادؑ اس دلیرانہ جواب کے فلسفہ پر غور کرنے لگا کہ ایک غیر معروف شخص  
کس جو انداز سے یہ دعویٰ کر رہا ہے ممکن ہے کوئی راز ہو۔ یہ گفتگو ہو ہی رہی  
تھی کہ مزید ۲۰ ہزار سپاہی شام کی سمت سے کوفہ پہنچے اور اب ابن زیادؑ کی جنگی طاقت  
بے پناہ ہو گئی۔ فوجوں سے کوفہ چھلکنے لگا۔ محمد بن کثیرؑ مجرموں کی طرح سامنے کھڑے  
ہیں۔

ابن زیادؑ۔ اچھا یہ بتاؤ کہ تم کو اپنی جان زیادہ عزیز ہے یا مسلم کی؟

محمد بن کثیرؓ۔ مسلم کا خدا نگہبان ہے لیکن میرے بھی ۳۰ ہزار مددگار موجود ہیں۔

غالباً محمد بن کثیرؓ کو مختارؓ اور سلیمانؓ کے ارادوں سے کسی نے باخبر کر دیا تھا لیکن ابن زیادؓ پر اب کسی مہموم فوج کا رعب تھوڑی ہو سکتا تھا۔ اس کو غصہ آ گیا اور محمدؓ کی پیشانی پر دوات اٹھا کر پھینکی۔ جبین خون آلود ہو گئی اسی وقت تلوار کے قبضہ پر ہاتھ ڈالا اور جوابی حملہ کیا۔ ابن زیادؓ کا ایک خاص شخص سامنے آیا اور ابن کثیرؓ نے ایک داری میں اس کو دو نیم کر دیا اُدھر بیٹے نے تلوار کھینچی اور دونوں تلواریں جلی کی طرح کوند نے لگیں۔ محمد بن کثیرؓ ہاتھاری جرات اور ہمت کا کیا کہنا۔ صفت شجاعت کو صحیح استعمال کیا اور پیش دستی کرتے تو اس آئین کے خلاف تھا جو کر بلا والوں کا نصب العین تھا۔ پہلے خود زخمی ہوئے اس کے بعد تلوار کھینچی۔ ابن زیادؓ نے یہ بہادری دیکھ کر اپنے غلاموں سے کہا کہ ابن کثیرؓ کو تنہا نہ چھوڑو۔ اس حکم کے ساتھ ان پر ہر سمت سے لوگ ٹوٹ پڑے اور محمدؓ نے اپنے آخری سانس تک تلوار کے قبضہ سے ہاتھ نہیں ہٹایا۔ دو شخصوں کو قتل کیا اور اس دار و گیر میں پھر گرفتار ہو گئے۔ بیٹے کی تلوار بھی چمک رہی تھی اور اس بہادر مجاہد کا ارادہ تھا کہ دشمنوں کو قتل کرتا ہوا دارالامارہ کے باہر پہنچ جائے۔ اس جنگ میں ۲۰ آدمی قتل ہوئے اور ابن زیادؓ کے غلام نے جس کا نام وسعتہ تھا پس پشت سے نیزے کا وار کیا اور وہ جان بحق تسلیم ہو گئے۔ ابن زیادؓ نے حکم دیا کہ دونوں باپ بیٹوں کے سر کاٹ کے اہل کوفہ کے سامنے لے جاوے تاکہ دیکھنے والوں کو عبرت ہو اور مسلم بن عقیل کا اثر دلوں سے محو ہو جائے۔

## ساتواں باب

ایک ضعیف العمر عورت کی میزبانی، عبادتِ الہی میں آخری رات  
پر دلیں میں عمیر العقول جنگِ تشنہ و گرسنہ مسافر کی شہادت

وہ حضرت مسلم کے امتحان کی سختی العظمتہ للذوہ انبیاء کی طرح مظلوم ہیں  
موسیٰ قبعلی کو قتل کر کے وطن سے نکلے تو مدین میں پناہ ملی، اور حضرت شعیبؓ  
نے داماد بنایا، یوسفؓ چاہ مصیبت سے نکل کر تاجدارِ مصر ہوئے۔ عیسیٰؑ  
دار پر نظر آنے سے قبل فلکِ چہارم پر اٹھائے گئے۔ آغازِ تلخ تھا تو انجامِ خوشگوار  
ہوا مگر پیغمبرِ آخر الزماں صلوات اللہ وسلامہ علیہ کا بھتیجا صبر و شکیب کی اس  
منزل پر ہے کہ دنیا میں شاید ہی کوئی ایسا مصیبت زدہ ہو۔ مختارؓ کے گھڑی  
قیام کیا میزبان کے لئے خطرہ پیدا ہوا اور مصلحت نے مجبور کیا کہ اس مکان کو  
چھوڑ دیں۔ بانی بن عروہؓ کو میزبانی کی دعوت دی۔ وہاں ایسی گھڑی پہنچے کہ  
ان کو گرفتار ہونا پڑا۔ محمد بن کثیرؓ کی گرفتاری بھی اسی جرم میں عمل میں آئی۔ اب  
تو قریب قریب یہ طے ہو چکا تھا کہ جو حضرت مسلمؓ کو امان دے وہ اپنی جان  
سے ہاتھ دھوئے اس لئے حضرت مسلمؓ کے مشکلاتِ احوالہ تخریر سے باہر ہیں۔  
محمد بن کثیرؓ کی خبر قتل سن کر آپ اس گھر سے بھی نکلے۔ ابن زیادؓ نے راستہ میں  
جا بجا ۱۲ ہزار سپاہیوں کو متعین کر دیا ہے اور ہر طرف پہرا ہے۔ جس سمت  
دشمن کی فوج نظر آتی تھی ادھر سے رخ بدل دیتے تھے تو اربعہ (خرید و  
فروخت کی جگہ) جو پہنچے تو خالو کو دو ہزار سپاہیوں کے ساتھ صدر راہ پایا۔ قصد

کیا کہ چپ دراست میں کسی طرف سے چلیں جائیں فکر و اضطراب میں کچھ راہ  
 طے کی کہ دور سے محلہ کناسہ نظر آیا۔ وہاں ایک شامی کی مانتی میں دو ہزار سواریوں  
 کا ہجوم تھا۔ اس عرصہ میں سپید کا سحر نمودار ہوا اور حارث نے اپنے کو راستہ  
 طے کرتے دیکھ لیا اور دارالامارہ میں خبر کی کہ مسلم کا رخ دروازہ بصرہ کی  
 طرف ہے۔ ۵۰ سوار گرفتاری کے لئے روانہ ہوئے اور جب آپ نے گھوڑوں  
 کی ٹاپوں کی صدا سنی تو گھوڑے سے اتر کر دو سر راستہ اختیار کیا اور محلہ حلاج  
 (دھنیوں کی بستی) میں خالی گھوڑا گرفتار ہو گیا۔ ابن زیاد کو راسوار کی گرفتاری  
 سے مسرت ہوئی اور حکم دے دیا کہ شہر کے دروازے استحکام کے ساتھ بند رہیں اور  
 ہر طرف منادی کرادی کہ جو مسلم کو گرفتار کر کے لائے گا اس کو انعام ملے گا۔ اس  
 اطلاع سے جاہل اور لالچی عرب ہر طرف تلاش میں مصروف ہو گئے اور حضرت  
 مسلم ناوا اقصیت کے عالم میں ایک گلی کی طرف چلے گئے۔ کچھ دور جا کر معلوم ہوا  
 کہ ادھر بھی راستہ بند ہے۔ حیرت زدہ ہو کر ہر جہاں طرف دیکھا۔ ایک شکستہ  
 مسجد دکھائی دی اس میں پناہ لی۔ تمام دن آپ گوشہ مسجد میں بے آب و دانہ  
 ذکر الہی میں مصروف رہے تا آنکہ سورج ڈوب گیا اور رات کی تاریکی پھیل گئی تو  
 مسجد سے نکلے اور بنی جبد کے گھروں کے سامنے سے ہوتے ہوئے گزرے۔

طوعہ کا گھر اور آخری آرام گاہ | ایک گھنٹہ نظر آیا جس کے دروازہ پر  
 مالکہ مکان اپنے بیٹے کے انتظار میں

کھڑی تھی جو فکرِ معاش میں صبح سے گیا ہوا تھا اور اس وقت تک نہ آیا تھا۔  
 حضرت مسلم نے سلام کیا۔ ضعیف نے جواب دیا۔ پردیس کی گلیوں میں ٹھوکریں  
 کھانے سے پیاس بھڑک گئی تھی۔ بعد سلام پانی مانگا۔ ضعیف کھڑے سے جام

آب لے ہوئے برآمد ہوئی اور پیاسے مسافر کو سیراب کیا۔ چلتے چلتے تھک چکے تھے۔ پانی پی کر سوچتے رہے کہ اب کہاں جاؤں۔ کچھ دیر بیٹھی تو ضعیفہ نے جس کا نام طوعہ تھا کہا۔

طوعہ:۔ اسے شخص اپنے خیال کی طرف جا۔ اب کیوں ٹھہرا ہے۔ میرے دروازہ پر رکنا اچھا نہیں ہے۔ مسلم خاموش تھے۔ اور طوعہ نے تین مرتبہ اس کلام کا اعادہ کیا۔

مسلم:۔ کنیز خدا اس شہر میں میرا مکان نہیں ہے نہ عزیز و اقارب ہیں۔ تو کچھ ثواب حاصل کرنا چاہتی ہے؟  
طوعہ:۔ کیسے؟

مسلم:۔ میں مسلم بن عقیل ہوں۔ کوفیوں نے مجھ سے دغا کی۔

طوعہ:۔ آپ مسلم ہیں تو یہ گھر حاضر ہے۔ تشریف لائیے۔ مسلم داخل خانہ ہوئے اور طوعہ نے اپنے گھر سے ملحق جو دوسرا قلعہ مکان تھا اس میں ٹھہرایا۔ بستر لگا کر کھانا پیش کیا۔ آپ نے قیام تو کیا کھانے سے انکار کیا۔ زندگی کی آخری رات یہی تھی۔ کسی قدر راحت کے بعد آپ نے چائیا تو کھا کہ رخصت ہو جائیں مگر طوعہ نے روکا۔ تمام مالوں کو اس پردہ نشین خاتون کا احسان مند ہونا چاہیے جس نے خاندان رسالت کے ایک فرد کا احترام کیا۔ اور اپنے گھر میں امان دی۔ ادھر رات کا حفتہ تیزی کے ساتھ گزر رہا تھا۔ ادھر حضرت مسلم زاد آخرت فراہم کرنے میں مصروف تھے۔

---

کہ فدخل بیتنا فی دارھا غیر البیت الذی تکون فیہ۔ ارشاد شیخ مفید

نماز عشا کے بعد ابن زیادؓ کا خطبہ  
اور گرفتاری پر انعام

کا خطرہ تھا۔ قدم قدم پر حضرت مسلم بن عقیلؓ کی طرف سے خطرہ محسوس ہوتا تھا اور یہ اندیشہ تھا کہ ایسا نہ ہو دشمنی تلوار کا سامنا ہو جائے۔ ڈھونڈنے میں ناکامی سے مزاج حکومت بھی برہم تھا۔ مگر نماز عشا کے لئے مسجد کوفہ میں آنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ یہ وہی مسجد کوفہ ہے جہاں چند روز پہلے حضرت مسلمؓ امامت کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ اب ابن زیادؓ نماز پڑھاتا ہے۔ نماز عشا کے لئے آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ سپاہیوں کو حکم دیا کہ مسجد کے چپے چپے میں قندیلیں لے کر مسلمؓ کو تلاش کریں۔ ہو سکتا ہے کہ وہ کسی جگہ مخفی ہوں اور ان سے نقصان پہنچے۔ ساری مسجد میں آپ کو تلاش کیا اور مسجد کے نشیب میں جہاں سے طوفان توڑ شروع ہوا تھا کٹی کٹی بار روشنی پہنچا کر ڈھونڈا اور اطمینان حاصل ہونے پر ابن زیادؓ کو خبر دی گئی وہ دارالامارہ کے اس دروازہ سے جو مسجد کوفہ سے متصل تھا باہر نکل گیا اور حکم دیا کہ تمام اہل کوفہ مسجد میں آئیں۔ تھوڑی دیر میں اہل کوفہ مسجد میں سمٹ آئے اور نماز کے بعد ابن زیادؓ نے خطبہ پڑھا اور حضرت مسلمؓ کی ذات پر ناروا حملہ کرتے ہوئے کہا۔

”فرزند عقیل جو عقل سے خالی سادہ لوح اور بالکل جاہل شخص ہے کیا اور تم نے دیکھا کہ کوفہ میں کتنے اختلافات پھیل گئے جس کے گھر میں وہ پائے جائیں گے اس کا گھر لوٹ لیا جائے گا اور خون معاف ہے“

اس حکم کے بعد عمرو بن حریت کو نشان دے کر امیر فوج بنایا اور کوفیوں کی خانہ تلاشی شروع ہو گئی۔ اور حکم عام ہوا کہ جو مسلم کو پانچ وہ ان کے ہاتھ باندھ کر جلد دربار میں حاضر کرے۔

حضرت مسلم کے فنون حرب سے ماہر ہونے اور اعلیٰ سیاست کا یہ ایک قوی ثبوت ہے کہ ابن زیاد کا روپیہ پانی کی طرح بہایا جا رہا ہے اور کوفہ کی مخالف جمعیت کا کافی قرار پا کر شام کی ٹڈی دل فوج سے شہر چھٹک رہا ہے۔ لیکن اس وقت تک وہ ایک تنہا شخص کے گرفتار کرنے میں کامیاب نہیں ہوا ہے جس کے پاس نہ فوج ہے نہ سرمایہ۔ افسوس ان کی بلند و بالا نکر اور خاندانی علم و فضل میں کمال کا اعتراف کرنے کے بجائے دشمن انسانیت حاکم ان کو یوقوت و جاہل کہہ کر یاد کرتا ہے۔ اگر آدمی کے مقابلہ میں ایلیس کی آواز ”خدا یا تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور ان کو مٹی سے“ صحیح ہو سکتی ہے اور حوسنی بن عمران سے تصادم میں فرعون کا بنی اسرائیل سے کہنا ”میں تمہارا بلند و بالا خدا ہوں“ سچ ہوتا تو ابن زیاد کا دعوے برتری بھی صحیح تھا مگر توبہ! نور و نارا، ایمان و کفر، علم و جہل میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اگر مسلم کسی میزبان کے گھر یا کوفہ کی کوچہ یا شکستہ مسجد میں قتل ہو جائے تو خاندانی شجاعت کے مظاہرہ کا کوئی موقع نہ تھا اور قتل کی اہمیت نہ رہتی، جبین شجاعت پر عرقِ انفعال آجاتا وہ محل اور موقع کے انتظار میں گھر گھر چھپتے پھرتے تھے اور ان کو اس وقت کا انتظار تھا کہ جنگ کا موقع ہاتھ آئے اور دیا دیکھ لے کہ حسین نے جس بہادر کو منتخب کر کے پیشرو بنایا وہ کیسا دلیر اور نڈر انسان ہے۔ وہ اپنی شجاعت کو آج تک محفوظ رکھتے رہے اور ان کو اسی دن کا انتظار تھا کہ دشمن کی طرف سے پہل ہو اور کبھی طرح انتقام کا

حق سید اللہ -

دہ اپنی طاقت کو ذخیرہ کر کے اہل کوفہ کو یہ بتا دینا چاہتے تھے کہ انہیں  
 کر بلا میں کیسے بہاوردلیر جوائنوں کا سامنا ہونے والا ہے۔ دنیا کو یاد رکھنا  
 چاہیے کہ مسلم آنے طوع کے گھر میں یجز یا فی پینے کے کھانا نہیں کھایا ہے۔  
 (۳) قارئین کو یاد ہو گا کہ طوع مہیبیٹے کے انتظار میں دروازہ پر ٹہل رہی ہے  
 اس کے فرزند کا نام ہلال ہے اور اس کو خاندان رسالت سے کوئی بھردی نہیں ہے  
 رات کا ایک حصہ گزارنے کے بعد ماں کی آمد و رفت دیکھ کر اشتباہ ہوا اور سبب  
 پوچھا۔ طوع نے ماننا چاہا۔ ہلال نے اصرار کیا۔ طوع نے مجبور ہو کر بیٹے سے اقرار  
 کر لیا کہ اگر راز فاش نہ کرے تو میں حقیقت امر سے آگاہ کر دوں۔ ہلال نے  
 عہد کیا اور طوع نے پورا واقعہ بیان کر دیا۔

یہ ضروری نہیں کہ مال بیٹے کی گفتگو معزز مہمان کے کان میں بھی پہنچی ہو  
 وہ سجادہ پر عبادت الہی میں مشغول ہیں اور چاہتے ہیں کہ اپنے میزبان کے بحرے  
 کو خیام حسینی کا نمونہ بنا دوں اور شب عاشور کی عبادت کی تصویر کوفہ میں  
 نظر آجائے۔

بھوکے تو تھے ہی کیا سار مہمان کے نزدیک کچھ دشوار نہ تھا مگر مجبور تھے  
 اسلامی آئین سے مہمان بن کر اگر بانی سے بھی انکار کرتے تو حقوق میزبان کے  
 خلاف تھا۔ اس لئے اپنی ضد بھی پوری کی کہ کھانا نہ کھایا اور طوع کا دل بھی  
 رکھ لیا کہ پانی پی لیا۔ اگر رشتہ میزبانی نہ ہوتا تو مسلم حسین کے اصحاب کی مکمل  
 تصویر ہو جاتے۔ عبادت الہی میں آنکھ لگ گئی اور کچھ دیر کے بعد جو آنکھ کھلی  
 تو رو دیئے۔ اس مقام پر اختلاف ہے۔ پہلا قول یہ ہے کہ طوع نے صدائے  
 گریہ سنی اور پانی کا کوزہ لے کر اٹھی اور سبب اشکباری پوچھا اور دوسرا

بیان یہ ہے کہ جب حضرت مسلمؓ نے حجرہ کے باہر قدم رکھا تو طوعہ آب وضو ہاتھ میں لے لے استاد تھی۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ طوعہ نے بھی شب بھر کرام نہیں کیا۔  
 طوعہ کے استفسار پر حضرت مسلمؓ نے فرمایا کہ میں سجدے میں سو گیا تھا اور ابھی اپنے چچا امیر المؤمنین کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں الوحا الوحا العجل العجل مسلم اجل دنیا کو چھوڑ دو اور پھرتی کرو آنے میں، میں گمان کرتا ہوں کہ میری (دنیا کی) زندگی کی یہ آخری کھڑکیاں ہیں اور حیاتِ اُخترت کا آغاز ہے۔

ابن زیاد اور حضرت مسلمؓ کی گرفتاری کا سامان | ہلال ماں کے سمجھانے سے  
 وقتی طور پر راضی ہو گیا تھا  
 ورنہ اس کا بس چلتا تو اسی وقت ابن زیاد کو خیر کر دیتا۔ یہ گفتگو اس کے کان میں بھی پہنچی تھی اور وہ ماں سے پوشیدہ ہو کر دارالامارہ کی طرف بڑھا اور اپنے باپ اُسیدِ حرمی کو جو ابن زیاد کا خاص پہرہ دار تھا حضرت مسلمؓ کی اطلاع کر دی اور کہا کہ ماں نے دشمن کو پناہ دی ہے۔ اُسید نے تعجب سے پوچھا کون دشمن؟ ہلال نے کہا مسلم بن عقیل۔ اس خبر کے سننے کا تو انتظار ہی تھا، امیدیں برائیں اور اس خدمت کے صلہ میں ابن زیاد نے ایک تیز رفتار گھوڑا اور زرنگار تاج اور اپنی گردن سے سونے کا طوق اتار کر ہلال کو دیا اور محمد بن اشعث کو گرفتاری کے لئے مامور کیا۔ عبید اللہ بن عباس سلمیٰ کو بنی قیس کے ستر آدمی دے کر روانہ کیا۔ اعم کو قتی نے اس تعداد کو ۳۰۰ اور ابو مخنف نے ۵۰۰ ظاہر کیا ہے۔ یہ صلح فوج طوعہ کے گھر پہنچی اور مکان کا

مخاصرہ کر لیا۔

۱۰) ہتھیار کی جھنکار اور گھوڑوں کے نہانے کی صدا کان تک پہنچی تو طوعہ سے کہا ہتھیار لا۔

## شیر گرسنہ کی جنگ

طوعہ :- اسے میرے سید و آقا موت پر مستحکم کر باندھ لی ؟  
مسلم :- ہاں اب چارہ نہیں۔ یہ کہہ کر زرہ پہنی اور دشمن کی تعداد پر نظر کی اور تلوار کو ہاتھ میں لے کر چند مرتبہ بلایا اور ایک نلک شگاف نوحہ کیا۔  
جیسے شیر اپنے شکار پر حملہ کرتے وقت ہمہمہ کرتا ہے۔ طوعہ نے اخلاقی فرض سمجھ کر روکا۔ مگر تو اب ہاشمی شیر کو کون روک سکتا تھا۔  
مسلم :- مجھے اندیشہ ہے کہ تیرے گھر میں فوجیں نہ آجائیں۔

آفرین اس مہمت دامن پر۔ ایسے سخت وقت میں بھی فرائض اخلاق کو فراموش نہ کیا۔ اگر طوعہ کے گھر میں فوجیں داخل ہو جاتیں تو اس بے حرمتی کا باعث حضرت مسلم ہوتے۔ فوجوں کے آنے سے قبل اپنے برآمد ہونے کا سامان کر لیا۔  
طوعہ :- خدا آپ کو بڑا وقت نہ دکھائے۔ اگر آپ قتل ہو گئے تو خدا کی قسم میں بھی آپ کے ساتھ یا آپ کے بعد قتل ہو کر آپ پر فدا ہو جاؤں گی۔

حضرت مسلم کے پاس اس گلدستہ، عقیدت کا کوئی جواب نہ تھا۔ گھر سے نکلے اور حملہ کیا۔ طوعہ بالائے بام سے اپنے مہمان کی جنگ دیکھ کر کلمات تحریریں کہہ رہی ہے۔۔۔۔۔ تھوڑی دیر میں فوجوں کو زبرد بر کر دیا۔ عمرو بن دینار کا بیان ہے کہ مسلم اس عظیم الشان بہادری کے ساتھ لڑے کہ پہلو انوں کی مگر میں ہاتھ

لہ وجعل ينظر اى القوم ويهز حسامه وعاد يصد و كما يصد والاسد  
علی فریستہ۔ اسے نعمت مسلم الی الباب فقلعھا آپ نے دروازوں پر بٹھو کر لگائی اور دروازہ جسے بظاہر یا ہر سے بند کر دیا تھا گرا دیا ۱۲ ریاض۔

ڈال کر ان کو کونھوں پر پھینک دیتے تھے اور وہ زمین پر پینچے پینچے تمام ہو جاتے تھے۔ ۱۸۰ سپاہیوں کو قتل کیا اور بقیہ فوج کو شکست ہوئی۔ محمد بن اشعث نے جب یرنگ دیکھا تو ابن زیاد سے مدد طلب کی۔ اس نے ۵۰ سپاہی اور کھج دیئے۔ مسلم نے نکلے ہوئے ہاتھوں سے ایک بار پھر حملہ کیا اور ایک جماعت کو اپنی تلوار سے موت کے گھاٹ اتار دیا اور بچا ہوا لشکر بھاگا۔ محمد بن اشعث نے دوبارہ ملک چاہی اور اطلاع کی کہ مسلم کی تلوار سے کوئی جتنا نظر نہیں آتا۔ جو قتل سے بچ گئے ہیں وہ ایسے زخمی ہیں کہ لڑ نہیں سکتے۔ ابن زیاد کو غصہ آگیا اور کہا کہ ایک تن تنہا سے لڑنے کے لئے اتنے سپاہی کافی نہیں ہوئے تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے اس وقت کیا ہو گا جب ہم تمہیں ان سے زیادہ بہادر انسان کی طرف بھیجیں گے۔ (یہ اشارہ واقعہ کربلا کی طرف تھا)۔ محمد بن اشعث نے جواب دیا کہ اسے امیر تو گمان کرتا ہے کہ ہم کو کوفہ کے کسی بیٹے یا کسان کی طرف جنگ کرنے بھیجا ہے۔ تو نے ہم کو شیر درندہ اور خدا کی شمشیر برہنہ کی طرف بھیجا ہے۔ غرض ابن زیاد نے ۵۰ سوار اور کھجے اور اپنے نکر و فریب سے یہ تدبیر بتائی کہ مسلم کو امان دو۔ بغیر اس کے ان پر قابو حاصل نہیں ہو سکے گا۔ حضرت مسلم نے تیسرا حملہ کیا اور رجز میں یثعر پڑھے۔

هو الموت فاصنع ویک صانت صانع فانک بکاس الموت کاشک جارع  
فصبر الامور اللہ جل جلالہ فحکمہ قضاؤ اللہ فی الخلق زائع

میدان جنگ میں رانا سہل ہے اور تنگ راستہ میں دست بردست جنگ ایک کار نمایاں ہے جس کا موقع کسی دلیر کو کم ملا ہو گا۔ حضرت مسلم کے ہاتھ سے کوفہ کی گلیوں میں گھسان کی لڑائی ہوئی اور دشمن کو پیچھے ہٹنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ اکثر عرب کے جنگجو افواج اپنے ساتھ لڑائی میں عورتوں کو بھی رکھا کرتے تھے تاکہ وہ

اپنی پُر جوش باتوں سے مجاہدین کا دل بڑھائیں۔ حضرت مسلمؓ کی اچانک جنگ میں اس کا موقع کہاں تھا۔ وہ تو مہمان بن کر کرام کی زندگی بسر کرنے آئے تھے مگر خدا بڑا کرے یزیدیت کا جس نے ان کی مہمان نوازی یوں کی طوعاً نے اس رسم کو پورا کیا اور تاریخ میں ہے کہ آپ جنگ کر رہے تھے اور وہ بالائے سطح سے جوش دلانے والے کلمات کہہ رہی تھی۔ دنیائے دیکھا کہ عرب کی حمیت کو فز کے نامزدوں کے ہاتھوں خاک میں مل رہی ہے اور طوعاً عورت ہو کر میزبانی کے فرض کی تکمیل کر رہی تھی۔ رسول اسلامؐ کے جہاد میں نسیبہ کی وفا اور مسلم کی جنگ میں طوعاً کی وفا یاد رکھنے کے لائق ہے۔ ابھی مسلمؓ کی خون آشام تلوار لہو برسار ہی تھی کہ محمد بن اشعث نے پکار کر کہا۔ اے مسلم جہاد نہ کرو۔ امیر نے تم کو امان دی ہے۔ فرمایا کہ میں تم کو امان دینا نہیں چاہتا۔ یہ کہہ کر جرمان بن مالک خثعمی کے اشعار حسب حال سمجھ کر پڑھے۔

میں نے قسم کھائی ہے کہ آزاد آدمی کے سوا کسی اور کو قتل نہ کروں گا  
 اگرچہ میں موت کو ناپسند چیز دیکھتا ہوں۔ مجھے بڑا معلوم ہوتا ہے کہ کسی کو  
 دھوکا دوں یا فریب یا ٹھنڈے اور گرم کو سمودوں۔ سورج کی کرن اپنے ٹھکانے  
 کی سمت پلٹتی ہے۔ ہر انسان عذابِ آخرت سے دوچار ہوگا۔ میں تمہیں تلواریں  
 لگا رہا ہوں اور برائی کی کچھ پرواہ نہیں کرتا۔ میرا لڑنا اس بہادر کی طرح ہے  
 جو کبھی جنگ سے نہیں بھاگا۔“

یہ بیان حرف بحرف صحیح ہے فرار کے مواقع پر کبھی پائے ثبات میں توفیق  
 نہیں ہوتی۔ اصحابِ نبیل جب غارِ خدا کو گرانے کے لئے آئے اس وقت ابرہہ کے خوف  
 سے مکہ خالی ہو گیا مگر صرف عبدالمطلب کا گھرانہ ثابت قدم رہا۔

ناطمہ بنت اسد کے جب دروازہ شروع ہوا اور کعبہ کی دیوار شقی ہوئی تو مرقی ہوئی دیوار کے پاس سے ان کو بھاگنا چاہیئے تھا مگر وہ راہ فرار اختیار کرنے کے بجائے کعبہ کے اندر چلی گئیں۔ بدر سے تین تک جتنی لڑائیاں ہوئیں ان میں بنی ہاشم کے دامن شجاعت پر فرار کا داغ نہیں آیا۔ بجا ہے۔ اگر مسلم بن عقیل اس روایتی خصوصیت پر فخر کریں اور پھر دشمن کے سامنے جو تذلیل تو کیا قتل پر آمادہ ہو۔ کوفہ اور شام کے جوان خاموشی سے رجز سنتے رہے اور ایک مصرعہ سے اختلاف نہیں کیا۔ اس رجز کے وقت بھی دشمن کی ایک جماعت قتل ہوئی۔ اس بے پناہ جنگ کے بعد یقیناً ہاتھوں کی قوت نے جواب دیدیا ہوگا۔ اب انصاف کا خون اور انتہائی بزدلی ہے اگر کوئی نبرد آزما مستقل جنگ کے ارادے سے سامنے آئے۔

مکر و دغا تو زیدیت کا ایک ادنیٰ کرشمہ تھا۔ منضحل اور ناتواں پر ہاتھ اٹھانا ان کی متین تہذیب کھتی

## پہلو ان کی لڑائی

عرب کی خصوصیات کب کی ان کی بہیمیت اور بربریت کی نذر ہو چکی تھیں۔ جب مسلم نے تک کر ایک دیوار سے تکیہ کیا تو مالک مکان بکر بن حمران آلالت حرب سے مصلح ہو کر سامنے آیا اور انفرادی جنگ شروع ہوئی۔ بکر فوج کے مشہور پہلو انوں میں ہے اور بڑے کروفر سے حملہ آور ہوا۔ بکر کو غالباً اسی وقت کے لئے رکھ چھوڑا تھا۔ مسلم نے بھی اپنے لڑنے ہوئے ہاتھوں سے جوابی حملہ کیا اور کئی ضربوں کی رد و بدل ہوئی۔ بکر نے تیز دستی سے دہن مبارک پر تھرا لگائی اور اوپر کا بونٹ زخمی کر دیا۔ مسلم نے سر پر حملہ کیا اور ایک کاری ضرب کے بعد اس نے راہ فرار اختیار کی۔ اس کے بعد کوفہ کے لوگ سمجھ گئے کہ مسلم پر کسی صورت سے فتح حاصل نہیں ہو سکتی۔ جب تک ہر طرف سے ان کو نہ گھیرا

جائے۔ اس ارادہ کے ساتھ لشکر ہر طرف تقسیم کر دیا گیا۔ فوج کا ایک حصہ کوٹھوں پر پتھروں سے حملہ کرنے کے لیے مامور ہوا۔ تیرا انداز سپاہ نے پوری طاقت سے کمانوں کا رُخ کیا، وہنا مسلم کی طرف کر دیا۔ حکم کی دیر تھی ادھر کوٹھوں پر سے آگ اور پتھر برسنے لگے ادھر کمانوں سے تیروں کی بارش ہوئی۔ مسلم نے سر اٹھا کر کہا: تم کو کیا ہو گیا ہے۔ پتھروں سے مجھے ہلاک کر رہے ہو جیسے کافروں کو سنگسار کرتے ہیں میں تو نبی کے گھرانے سے ہوں، مُرسَل کے حقوق ان کی اولاد کے ساتھ یونہی ملحوظ رکھے جاتے ہیں؟

اس پندرہ نصیحت کا سننے والا کون تھا؟ بات کہتے کہتے جناب مسلم کے جسم پر اس قدر تیر پڑا کہ جیسے سایہ کے جسم پر خار ہوتے ہیں۔ فضائی حملہ نے سر تاپا زخم بنا دیا۔ اتنے زخموں کے بعد بھی اہل کوفہ کو ان کی شجاعت سے اندیشہ تھا۔ اس راہ میں جدھر مسلم بڑھتے ہوئے چلے جا رہے تھے۔ ایک خندق تیار کر کے خص پوش کر دیا اور سڑے کر لیا کہ ہم پیچھے ہٹتے چلے جائیں یہاں تک کہ مسلم اس خندق میں جا پڑیں۔ اس میں شک نہیں کہ اسلام نے سب سے پہلے اپنی حفاظت کے لیے جنگ احزاب میں خندق تیار کیا تھا مگر اس سے دشمن کو کوئی خطرہ محسوس نہیں ہوا لیکن یہ خندق تو زید می مکہ و فریب اور بزدلی کا ایک افسوس ناک عملی نمونہ ہے جس کو آئین جنگ سے کوئی تعلق نہیں۔ پورا لشکر حملہ کرنے کے بعد پیچھے ہٹا اور مسلم نے دائیں بائیں شمشیر زنی کرتے ہوئے سپاہیوں کو قتل کر کے نھاک پر گرانہ شروع کیا اور نشیب میں گر پڑے۔ محمد بن اشعث نے چہرے پر تلواریں لگائیں جس سے بنی مبارک کے اوپر کا حصہ اور حلقہ چشم اور داڑھیوں پر کاری زخم پہنچے۔ ابھی مسلم نے نہیں پائے تھے۔ پشت کے نیزے نے منہ کے بل زمین پر

سہ فصار جلدہ كالقنفذ من كثرة التبل ۱۲ ریاض المصابی

گرایا گویا شرط وفا کی تکمیل پر سجدہ شکر کیا۔

ایک وقت وہ تھا کہ ماحول کی محبت میں کوفہ کی سفارت پر خوشی سے آنند نہ تھے اور قدم قدم پر سفر سے غلڑ تھا لیکن حکم امامت کے نہیں نے ارادے میں وہ پختگی پیدا کی کہ پھر ان سے زیادہ کوئی استقلال پسند نہ تھا۔ اسی طرح کوفہ پہنچ کر کشت و خون سے گریز کرتے رہے۔ جہاں خونریزی کا اندیشہ ہوا اس جگہ کو خالی کر دیا۔ ابن زیاد کو قابو میں لاکر چھوڑ دیا۔ اور خود گھر گھر پناہ لی۔ مسجدوں میں پوشیدہ ہوئے۔ مگر جب وقت آ پڑا اور تلوار نعام سے کھینچی تو وہی ثبات قدم تھا جو شیر خدا کے بھتیجے میں ہونا چاہیے۔ یہ ہے خاندان رسالت کا رویہ جس سے دنیا کو سبق لینا چاہیے۔ اُس انسانیت نواز تہذیب اور تمدن پر دلوں میں جذب پیدا ہوتا ہے برخلاف بنی امیہ کی ظالمانہ پالیسی کے جس پر عالم تہذیب میں صدائے نفرت بلند ہے۔ جب تک دست و بازو میں طاقت رہی کوئی نام نہ ماننے نہ آیا۔ صبح سے عصر کے وقت تک لڑتے رہے۔ جب بیشمار فوجوں کو زیر و زبر کر چکے تو کوٹھوں سے پتھر برساکر زخمی کیا۔ برآمدوں سے دہکتی ہوئی آگ پھینک کر جیلانا چاہا اور آخر چاہے خسیعوش میں گرا کر اسیر کیا۔ بزدلی اس کو کہتے ہیں۔ ان ہی پہیچ حرکات پر دعوائے انسانیت ہے!

اسیری اور زندگی کے آخری لمحات | وہ حضرت مسلم کے گرتے ہی ان پر حملہ  
طرف سے نزع ہو گیا۔ محمد بن اشعث

نے بڑی بیداری سے مجروح جسم سے زرہ اتار لی اور تلوار پر قبضہ کیا اور گرفتار کر کے کشاں کشاں دروازہ دار الامارہ تک لایا جہاں ابن زیاد کے خاص خاص ملنے والے انتظار میں تھے عمارہ بن عقبہ ابن ابی معیط، عمر بن حریث

لہ وکبر والقوم ایہ بکرة وعاذ یقاتل الی وقت عصرہ ریاض

مسلم بن عمر، کثیر بن شہاب، ابن زیاد کی اس فتح پر خوش ہوئے اور مسلم ثنون میں ڈوبے ہوئے تنور عرب سے نکل کر جو قصر ابن زیاد کے قریب آئے ٹھہرے پانی سے بھرے ہوئے برتن دیکھے اور ابوحنیفہ کا بیان ہے کہ انہوں نے دو دن سے پانی نہ پیا تھا۔ شبانہ روز رکوع و سجود میں معروف رہے اور آپ سرد دیکھ کر پانی مانگا۔ مسلم بن عمر باہلی پر دیکھتے ہو کيسا ٹھنڈا پانی ہے مگر خدا کی قسم ہم اس میں سے ایک قطرہ تم کو نہ دیں گے۔ یہاں تک گرم دوزخ کے گرم کھولنے ہوئے پانی سے سیراب ہو۔

مسلم بن عقیل: تجھ پر واسے ہوا تو کون ہے؟  
 مسلم بن عمر: میں وہ ہوں جس نے حق کو پہچانا اس عالم میں کہ تم اس سے انکار کر چکے تھے اور میں نے اپنے امام کی اطاعت کی جبکہ تم اس سے برسرِ سپا کرتے میرا نام مسلم بن عمر ہے۔

مسلم بن عقیل: تیری ماں تجھ کو روئے۔ کس قدر سنگدل ہے تو جہنم میں جانی ملا تو ہے اور دوزخ کے آب گرم کا سزاوار بھی تو ہے۔ (ذکر میں)  
 یہ ناعاقبت اندیش سمجھتے تھے کہ بہشت کی تقسیم بنی امیہ کے چشم و ابرو پر ہے۔ جنت جاگے یہ زینب کی بھلا اس سنگ نظری کی بھی کوئی حد ہے کہ رسول کا بھتیجہ مستحق دوزخ بتایا جائے اور ہندہ جگر خوار کی اولاد امام ہو اور اس کے حق پر ہونے کا نثر میں قصیدہ پڑھا جائے۔ یہ اسلامی تعلیم ہے کہ پانی کا فرنگ کو پلاتے ہیں۔

سہ وکان مسلم بن عقیل یوہین ما شرب فیحصا صا لاقہ کان لیلہ و نھاہ  
 ساجدا! وراکعا۔ ریاض۔ یہ رائے سابق کے بیان سے مخالف نہیں ہے۔ طوئہ کے گھر میں اس کی حسیانیت پر ایک مرتبہ پانی پینا ثابت ہے جو آداب منیزبانی کے تحت میں تھا یقیناً وہ دو دن کے پیا سے تھے ۱۲۔ موافق

حضرت مسلم حجت تمام کرتے تھے ورنہ ان کو اس وقت آخر میں پانی کی ضرورت نہ تھی۔ جب آپ نے لوگوں کی یہ سختی دیکھی تو دربان کو قسم دی اور کہا تجھے محمدؐ کا واسطہ پانی کا ایک گھونٹ پلندے سے۔ اگر میں زندہ رہ گیا تو تیرا یہ احسان باقی رہے گا اور اگر مر گیا تو اس کی جزا خدا سے گا۔ اور پیغمبر کے چچا زاد بھائی سے اجر لینا۔ دو روایتیں اس مقام پر ہیں۔ ایک تو یہ کہ دربان یہ گفتگو سن کر رو دیا اور اس نے پانی کا کوزہ بھر کر پیش کیا اور دوسری روایت یہ ہے کہ ابن عمرؓ باہلی کے سخت اور عامیانہ جواب سے عمر بن حریث بھی متاثر ہوا اور اپنے غلام حکم دیا کہ ایک جام آب سرد کا لائے۔ غلام نے تعمیل حکم کی اور پانی جو دہن مبارک تک پہنچا اترقم سے اہو جاری ہوا اور پانی خون آلود ہو گیا۔ دوسرا کوزہ لائے وہ بھی خون سے مزوج ہو گیا۔ تیسری مرتبہ آگے کے دونوں دانت کا نثر آب میں گرے۔ اس وقت شکر خدا کرتے ہوئے کہا الحمد للہ اگر میرے قسمت میں رزق ہوتا تو میرا بھو جاتا۔ اس گفتگو کے بعد سنبھل نہ سکے، دیوار پر تکیہ کر کے کھڑے ہو گئے اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ لوگوں کو خیال ہوا کہ اپنی بے کسی پر روتے ہیں۔ فرمایا خدا کی قسم میں اپنی جان جانے پر نہیں روتا اور نہ اپنے قتل پر مرثیہ پڑھتا ہوں۔ میں امام حسینؑ اور ان کی جماعت پر روتا ہوں جو میرے بعد کوفہ پہنچنے والے ہیں۔

اس کے بعد آپ نے محمد بن اشعثؓ کی طرف رخ کیا اور (طنز سے) فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں تو امان دینے سے عاجز ہے تو کیا میں تجھ سے ایسا نیکی کی امید کروں اور وہ یہ کہ میری طرف سے کسی کو امام حسینؑ کی خدمت میں بھیج دے میں سمجھتا ہوں کہ وہ آج ہی کل میں کوفہ پہنچنے والے ہیں ان کو آگاہ کر دے کہ مسلم قید ہو گئے اور غروب آفتاب سے قبل ان کے قتل کی امید ہے اور وہ یہ (آخری) پیام

دیتے ہیں کہ میرے ماں باپ کچھ خدا ہوں اپنے اہل بیت کو لے کر آپ پلٹ جائیے اور اہل کوفہ کے فریب میں نہ آئیے۔ "محمد بن اشعث نے ظاہری طور پر اقرار کر لیا کہ میں پیام بھیجتا ہوں اور ابن زیاد سے کہوں گا کہ میں نے مسلم کو امان دی ہے۔ یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ ابن زیادؓ کافر ستادہ آپ کو لینے کے لئے آگیا اور مسلمؓ خون میں نہائے ہوئے دربار میں آئے۔ ابن زیادؓ نے تہقہ لگایا۔ جس سپاہی کی حراست میں تھے اس نے کہا امیر پر سلام کرو مسلم نے فرمایا چپ تجھ پر والے ہو وہ تو میرا امیر نہیں ہے۔ میرا امیر میرا سردار حسین ہے۔ ابن زیادؓ پر تو وہ سلام کرے جس کو مرنے کا خوف ہو۔ ابن زیادؓ نے کہا سلام کرو یا نہ کرو ابہر حال قتل ہو گے۔ فرمایا مجھے اتنی اجازت دے کہ وصیت کر لوں۔ یہ کہہ کر آپ نے دربار پر نظر کی اور عمر ابن سعدؓ پر نگاہ پڑی اور کہا۔

مسلمؓ: اے ابن سعد میری ایک حاجت ہے اور تجھ پر فرض ہے کہ میری تمنا پوری کرے۔ ابن سعدؓ نے کچھ پس و پیش کیا۔ ابن زیادؓ نے کہا یہ بے رُخی کیسی جو کچھ کہیں اسے سن۔ عمر سعدؓ اٹھا اور مسلمؓ کو تخلیہ میں لے گیا۔ آپ نے فرمایا کہ میری پہلی وصیت یہ ہے کہ خدا نے برحق کے سوا کوئی معبود نہیں اور نہ اس کا کوئی شریک ہے۔ اور میں شہادت دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے رسول اور علیؑ ولی ہیں۔ دوسری وصیت یہ ہے کہ میں نے تمہارے شہر سے ہزار درہم قرض لیے تھے میری زرہ بیچ کر ادا کر دینا۔ تیسرے میرے سردار حسین بن علیؑ کو مکہ دینا کہ واپس جائیے۔ میں نے سنا ہے کہ وہ اپنے اہل بیت کو لے کر روانہ ہو چکے ہیں ان کا

---

لہ فیتسہ ابن زیاد ضاحک ریاض المعائب ص ۱۱۵ حدیث سورہم ۱۲  
ارشاد شیخ مفید ص ۱۲ تلوار فروخت کر کے ۱۲ ارشاد شیخ مفید۔

بھی میرا ایسا انجام ہوگا۔ چوتھی وصیت یہ ہے کہ جب میں قتل کر دیا جاؤں تو میری لاش کو ابن زیاد سے لے لینا تاکہ وہ مجھے منگولہ نہ کرے۔

ابن سعدؒ: تم نے کلمہ شہادت کے بارے میں جو کچھ کہا ہم بھی وہی کلمہ پڑھتے ہیں اور زرہ فروخت کرنے میں ہم کو اختیار ہے کہ چاہے قرصل ادا کریں یا نہ کریں۔ اور جو کچھ حسین بن علیؑ کے لئے کہا ہے تو وہ اس طرف آکر رہیں گے اور ہمارے ہاتھ سے ضرور سختیوں میں پھنسیں گے۔ یہ کہہ کر ابن زیاد کی طرف رخ کیا اور اپنا اعتبار قائم کرنے کے بیٹھے کہا۔ تجھے معلوم ہوا کہ مسلم نے کیا کہا اور کیا جواب پایا۔ پوری گفتگو و ہرادی۔

ابن زیاد نے کہا امانت دار کبھی خیانت نہیں کرتا خدا تجھے رسوا کرے۔ اگر تجھے امین قرار دیتے تو ان کے راز کو چھپانا اے پسر سعد تو نے جو یہ خیانت کی تو ہی پہلا وہ شخص ہو گا جو حسین بن علی سے لڑائی کا فرمان حاصل کرے گا۔ اس کے بعد ابن زیاد نے حضرت مسلمؑ کی طرف رخ کیا اور یہ سخت گفتگو شروع ہوئی۔

ابن زیاد: کیوں عقیل کے بیٹے تم اپنے حلقہ اطاعت سے باہر ہوئے اور فتنہ خفصہ کو بیدار کیا۔

مسلم: اے فرزند زیاد! تو جھوٹا ہے مسلمانوں میں تفرقہ معاویہ اور اس کے بیٹے زینب نے ڈالا ہے اور تو نے اور تیرے باپ نے فتنہ برپا کیا جو نبی حلاج کے ثقیفی گروہ کا غلام تھا۔ میں تو اس بات کا امیدوار بنا ہوں کہ شریہ ترین مردم کے سامنے قتل ہوں باپ کا پوست کندہ حال سن کر ابن زیاد کو غصہ آیا اور کچھ سخت گفتگو کی حضرت مسلم نے بات کاٹ کر لپو چھا۔

سہ ریاض الجنان مولوی اشرف علی شہد جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کو کہتے ہیں۔ پیغمبر خدا نے جانور کے اعضا پارہ پارہ کرنے کی بھی ممانعت فرمائی ہے۔ اسلام میں حضرت حمزہؑ کی نعش منگولہ کی گئی۔

مسلمؑ :- اسے پس مر جائے تو ہی بنا مستحق خلافت کون ہے؟

ابن زیادؑ :- یزید بن معاویہ ۔

مسلمؑ :- ہمارے تمہارے درمیان میں خدا فیصلہ کرے گا۔

ابن زیادؑ :- تم گمان کرتے ہو کہ خلافت میں تمہارا حصہ بھی ہے؟

مسلمؑ :- خدا کی قسم گمان نہیں بلکہ یقین ہے۔

ابن زیادؑ :- اچھا یہ بتاؤ کون ہے کیوں آئے؟ لوگوں میں اتحاد و اتفاق تھا۔ تم نے

افتراق پیدا کیا۔

مسلمؑ :- میں اس لئے تو نہیں آیا کہ انقلاب ہو۔ تم نے براہیوں کا مظاہرہ کیا اور

اچھائیوں کو دفن کر دیا اور لوگوں کی رضا کے بغیر ان پر حاکم بن بیٹھے اور تم نے ان میں قیصر و

کسریٰ کی ایسی زندگی بسر کی تو ہم ان کے درمیان میں اچھائی کا حکم دینے اور برائی سے

روکنے کے لئے اُٹھے اور کتاب و سنت کی طرف دعوت دی اور ہم اس کے اہل بھی تھے

کھری کھری باتیں سن کر ابن زیادؑ کو پھر غصہ آیا اور بہیمانہ انداز میں کہا۔

ابن زیادؑ :- اے فاسق تو خود ستنائی کرتا ہے اور مدینہ میں شرابخوری کرتا تھا۔

مسلمؑ :- میں اور شراب پیوں! خدا جانتا ہے کہ تو سچا نہیں ہے اور میں ولیا

نہیں ہوں جیسا کہ تو سمجھتا ہے۔ شراب پینے کا مجھ سے زیادہ تجھے سہی ہے۔ تو نے تو

مسلمانوں کی خونریزی کی ہے

ابن زیادؑ کا غصہ اور زیادہ ہوا اور جذبات انتقام میں اور ناگفتہ بہ الفاظ

سہ ابن زیادؑ کو شراب خور ہونے کا ثبوت تاریخ طبری میں موجود ہے۔ یزید نے بادہ و پیمانہ کے

سلسلہ میں جو اشارے لفظ کئے ان میں ایک مشہور ہے اسقنی مشربۃ تروی حشاشیہ یوم ثم تم واصق

مٹھا ابن زیادؑ۔ مجھے ایک ایسا جام دے جو میرے جسم کے ایک ایک جوڑ کو سیراب کر دے پھر

(اسے ساقی) کھڑے ہو کر ایسا ہی ایک جام ابن زیادؑ کو پلا۔ (تاریخ الامم والملوک)

جناب امیر المؤمنین اور حسین اور عقیل کی شان میں استعمال کئے اور مسلم نے پھر وہی جواب دیا اس کا حق تجھے اور میرے باپ کو زیادہ ہے۔ اب وہ وقت آیا کہ ابن زیاد نے قتل کا ارادہ کیا۔

ابن زیاد!۔ خدا مجھے قتل کرے اگر میں تمہیں اس طرح قتل نہ کروں جس طرح اسلام میں آج تک کوئی قتل نہیں ہوا۔

مسلم!۔ تجھی کو یہ حق ہے کہ جو بات اسلام میں نہ ہوئی ہو وہ کرے؟  
ابن زیاد نے حکم دیا کہ کبر ابن حمران احمری کو لادو۔ اس پر مسلم نے تلوار گاٹی تھی جب وہ شقی سامنے آیا تو پوچھا تو مسلم کو قتل کرے گا۔ اس نے اقرار کیا۔ کہا مسلم کو بالائے قصرے جا کر قتل کرو۔ حضرت مسلم نے کہا اگر تو دلدار الزنا نہ ہوتا تو کبھی میرے قتل کا حکم نہ دیتا۔

سفاک ابن زیاد کے حکم سے حضرت مسلم بالائے بام لائے گئے اس شان سے کہ ہر گام پر تسبیح و استغفار کر رہے تھے اور بارگاہِ محمدیت میں شکوہ سنج تھے۔ بار اللہا میرے اور اس قوم کے درمیان میں حکم کر جس نے ہم کو فریب دیا اور ہماری تکذیب کی اور ہمیں چھوڑ دیا اور قتل کیا۔ تو حید پرست ایسے ہوتے ہیں کہ زندگی کے آخری لمحات میں بھی خدا کو نہیں بھولتے۔ قتل سے پہلے دو رکعت نماز کی اجازت مانگی قاتل نے انکار کیا۔ اس وقت آپ نے اب دیدہ ہو کر یہ شعر پڑھے۔

جزی اللہ عننا تو منا شر ما جزی	فترا والموالی بل اعق وانلما
ہم منعونا حتنا و تظاہرنا	علینا وراموان نزل ویرغما
انفار وعلینا ویسفکون وماننا	ولہیر قیواینا زما ما ولا دما
فحن بنو الخنثار لا خلق مثلنا	نبی ابنا کا نہ ان تھلما
نا قسم لولا جیکم آل مذحج	وفرسانھا والسفینھا المقدما

## شہادت

مسلم کس کے ہاتھ سے کیونکر اور کہاں شہید ہوئے ہر ہر جزو میں اختلاف ہے۔ واقعہ کے بعض اجزاء مورخین میں تسلیم شدہ بھی ہیں۔ ہم دیانت کے ساتھ تمام اقوال درج کرتے ہیں۔ ان کے قاتل کا نام اکثر نے بکر بن حمران بتایا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کے دل میں مسلم کے قتل کرنے کی آرزو تھی۔ آپ کو اپنے قابو میں پا کر پہلے تو اس شق نے شکر کیا اور کہا میں اس خدا کی حمد کرتا ہوں جس نے تم پر مجھے مسلط کیا۔ یہ کہہ کر تلوار لگائی اور اٹھائی گیا۔ اب بھی حضرت مسلم کی جبین پر شکن نہ تھی۔ قاتل نے دوسرا وار کیا اور آپ شہید ہو گئے۔ وہ سرا سیر بالائے قعر سے اترتا۔ ابن زیاد نے پوچھا کہ اے بکر تجھے کیا ہو گیا ہے۔ بکر نے جواب دیا مسلم کو قتل کرتے وقت میں نے دیکھا کہ ایک شخص مہیب صورت دانتوں میں انگلی دبائے کھڑا ہے۔ میں مجھی اس طرح سے نہیں ڈرا جیسا کہ آج خوف طاری ہوا۔ ابن زیاد نے کہا جو ہشت طاری ہو گئی تھی یہ اس کی خیالی تصویر ہے۔

بعض اہل تحقیق کا بیان ہے کہ جب بکر نے قتل کا ارادہ کیا تو ہاتھ نہ اٹھ سکا اور بقولے اس کا ہاتھ خشک ہو گیا اور وہ ناکام پلٹا۔ ابن زیاد کو خبر کی۔ اس نے دوسرا شخص بھیجا۔ جب اس نے تلوار اٹھائی تو دیکھا کہ پہلو میں پیغمبر خدا کھڑے ہیں وہ طرر کر گرا اور جان بحق تسلیم ہو گیا۔ آخر کار ایک شامی نے قتل کیا۔ اور بعد شہادت سر بریدہ اور لاش کوٹھے سے گرا دی گئی۔ ان اقوال کا مقصد یہ ہے کہ شہادت کے بعد لاش کو گرایا۔ میرے نزدیک فاضل و طوطا کی رائے تمام بیانات میں مکمل ہے۔ ان کی تحریر سے قاتل کے نام کی بھی تصحیح ہوتی ہے۔

پھر ابن زیاد نے کثیر بن حمران کو حکم دیا کہ وہ مسلم کو سقت دارا لمارہ پر لے جائے اور وہاں سے نیچے گرا دے۔ اس نے حکم کی تعمیل کی لیکن بالائے قصر

سلا منہ تہ وغیر الخصاص الواضیہ وغیر النقالص  
سلا منہ تہ وغیر الخصاص الواضیہ وغیر النقالص  
الفاطمیہ مولفہ امام السنہ ابو اسحاق بریلوی ابن ابی عمیر بن یحییٰ بن علی کتبہ معروف بروطوطا ص ۱۲  
مطبعہ نومبر ۱۳۱۹ھ

سے نیچے گرانے کے بعد حضرت مسلمؓ زندہ تھے۔ اس وقت ان کی گردن زدنی کا حکم ہوا۔ اور سر کاٹ کر لاش کو سُوی دی گئی۔ ابن زیادؓ نے جو کہا تھا وہی کیا۔ کسی سلطنت نے سخت سے سخت جرم کرنے والے کے لیے قتل میں یہ وحشیانہ انداز ہرگز اختیار نہیں کیا کہ وہ بالائے قہر سے نیچے گرا دیا جائے اور استخوان ٹوٹ جانے کے بعد بھی زندہ رہے، تو تلوار سے گردن کاٹی جائے اور پھر بھی جذبہ انتقام ختم نہ ہو۔ لاش کو سُوی دی جائے

**مرثیہ** | شاعر اہل بیت حضرت دبیر مرحوم نے اس جگر خراش و استمان مصیبت میں پورا مرثیہ نظم کر کے اپنے فریضہ عقیدت کو ادا کیا۔ اور ہم ان کے بلند پایہ تمجیلات کو نظر انداز کرنا اصولِ تالیف کے منافی سمجھتے ہیں۔ لیکن ہے کہ یہ تمجیلات نہ ہوں اور فاضل شاعر نے کسی مقتل سے تصویر کشی کی ہو۔ پیغمبرِ خداؐ مدینہ میں موعظہ فرما رہے ہیں اور ان کا مظلوم بھائی جعفر طیارؓ جنگ موتہ میں دشمنوں کے ہاتھ سے قتل ہو رہا ہے۔ مرسل کے سامنے سے حجاب اٹھ جاتے ہیں اور بھائی کو بھائی کا آخری دیدار ہو جاتا ہے۔ اگر وہ رسول کا معجزہ ہے تو حسینؑ بھی پیکرِ رسالت کا جزو ہیں۔ ممکن ہے کہ مسلمؓ کو وقتِ آخر آپ نے زیارت سے محروم نہ رکھا ہو۔ مرزا صاحب طالب شاہ غالباً اسی نظریہ کے تحت میں فرماتے ہیں :-

تب دھیان میں شبیر کے مسلم یہ پکارے	کعبہ میں ہو یا راہ میں صدقے میں تمہارے
اب کتا ہے مر لوگ تماشائی ہیں مارے	دیکھو مرے آقا مری حرمت کے نظارے
اجاز سے پردے مر کا آنکھوں سے اٹھا دو	یا سبطِ نبیؑ آخری دیدار دکھا دو
کعبہ سے اسی روز روانہ ہونے تھے شاہ	مسلمؓ تو لب گور تھے شبیرؑ سر راہ
جبریلؑ نے کوفہ کی زمیں سے کہا تا گاہ	ہاں حکم خدا سے تو بلناتنی ہو و اللہ
مسلمؓ پہ مظلوم کی تصویر کو دیکھے	شبیرؑ اسے دیکھے یہ شبیرؑ کو دیکھے

کوفہ کی زمین نے سررخت کیا پیدا  
 چلنے سے رکراہ میں اسپر شد والا  
 بافت نے ندادی یہ محمد کے خلفت کو  
 کوفہ کی طرف شاہ نے منہ اپنا پھرایا  
 اللہ نے مسلم کا جمال ان کو دکھایا  
 پیہم تھی نظاروں میں صدائے انہی کی  
 چہروں پر طمانچے حرم شہ نے لگائے  
 چلائی کہ لوا ماں وہ بابا نظر آئے  
 نے فرش پر نے سایہ دیوار کے نیچے  
 شبیر لپکارے تیرا بابا بہت دور  
 تانی سے وہاں کہنے لگے مسلم رنجور  
 اب کاٹا کے سر کو یہی مرنے کا مزہ ہے  
 یہ دلہ وزواقہ ۹ ر ذی الحجہ ۳۱ سالہ کا ہے۔ اس سے ایک دن قبل امام حسینؑ  
 نے منکر چھوڑا تھا۔

حمایت مسلم میں سب سے بڑی چوتھی قربانی  
 ہانی کی شہادت اور مرنے کے بعد صحابہ میں اشتراک  
 (۲) مہمان کو قتل کرنے کے بعد  
 مہربان پر ظلم کے پہاڑ گرائے  
 گئے ابن زیاد نے حکم دیا کہ

اب ہانی بھی قتل ہوں۔ محمد بن اشعث نے کہا کہ اے امیر ہانی کا جو اعزاز اس شہر میں  
 ہے وہ تو جانتا ہے۔ ان کے قوم و قبیلہ کا بھی تجھے تعارف ہے۔ مجھے اچھا نہیں معلوم ہوتا  
 کہ کون بھروسہ ہو جائے۔ ہانی کو مجھے دیدے۔ ابن زیاد نے اس تحریک کو مصلحتاً منظور  
 تو کیا مگر درپردہ حکم دیدیا کہ جب لوگ گوسفندوں کی خرید و فروخت میں مشغول ہوں  
 اس وقت ہانی بھی قتل کر دیے جائیں۔ ہانی رسن لبتہ آئے۔ یہ وہ شخص ہے کہ چار ہزار سوار

زہر پوش اور ہزار پیادے بانیؒ کے ساتھ رہا کرتے تھے اور جب قبیلہ کندہ یا دیگر قبائل سے کبھی مدد طلب کی تو ہزار زہر پوش جوان بے لیک کہتے تھے۔ لیکن آج جب بازار سے قید ہو کر چلے تو ایک ایک قبیلہ کا نام لے لے کر پکارتے تھے مگر کوئی جواب نہ دیتا تھا۔ زمانہ کی انقلابی حالت سے بانیؒ کو اور زیادہ عیش آیا اور در در کے ہاتھوں کو بند رسن سے چھڑا لیا اور پکار کر کہا کہ کاش کوئی چھری یا لکڑی، پتھر مجھے مل جائے تو جہاد کروں۔ ملازمین ابن زیاد نے دوبارہ ہاتھوں میں رسی باندھی اور ابن زیاد کے غلام نے جس کا نام رشید ترکی بتایا جاتا ہے انتہائی بے دردی کے ساتھ قتل کیا۔ بانیؒ کی زبان پر شہادت کے پہلے یہ فقرات تھے: "ہم کو خدا ہی کی طرف پلٹ کر جانا ہے بار الہا تیری رضا اور رحمت کی طرف آتا ہوں"۔

بانیؒ کو قتل کر کے ابن زیاد نے حکم دیا کہ مسلم و بانی کے سر کو ذکے بازاروں میں پھرانے جائیں اور جس محلہ میں گوسفند فروخت ہوتے ہیں وہاں دونوں (مظلوموں) کو اٹا کر کے سٹولی پر چڑھایا جائے۔

سولی سے پہلے یا بعد لاشوں پر یہ مصیبت بھی پڑی کہ کوفہ کے حیوان مسفت ظالم انسان پیروں کو ہاتھ میں لے کر گلی گلی کھینچتے پھرے بالآخر سر تو زیند کے پاس روانہ کیا گیا جو اس نے دمشق کے دروازہ میں لٹکا دیا اور لاشوں کو سٹولی سے اتار کے قبیلہ مذحج نے غسل دیا نماز پڑھی اور سپرد خاک کیا فرزدق یا عبد اللہ بن زبیر اسدی نے ایک جگر خراش مرثیہ نظم کیا: "اگر تم جانتے ہو کہ موت کیا چیز ہے تو بانیؒ اور فرزند قبیلہ کی طرف بازار میں دیکھو۔ اس بہادر کی سمت نگاہ کرو جس نے چہرہ پر تلواریں کھائیں اور پھر وہ کوٹھے سے گرا کر قتل کیا گیا حکم حاکم ان پر نافذ ہوا اور ان دونوں نے یوں صبح کی کہ ان کی مظلومیت کی داستان راستہ چلنے والوں کی زبان پر ہے۔ وہ فریب کا جو بانیؒ کو ابن زیاد کے پاس لے گئے کیوں آرام سے کھوڑوں پر سوار ہیں حالانکہ قبیلہ

سلا امرو بصلبھا فنکو سنا ۱۲ مناقب ابن شہر آشوب سلا جلال العیرون

سلا الزبیر الاسدی بفتح الزا و کسر الراء الواو احدہ تاریخ کامل۔

مذبح ان کی تلاش میں ہے اور خون کا بدلہ لینے کے درپے ہے۔

تو اس جسم کو دیکھتا ہے جس کے رنگ کو موت نے بدل دیا۔ اور ہر طرف لہو بہتا ہے۔ نبی مراد اسے گھیرے ہوئے ہیں اور ریت کے منتظر ہیں اور انہیں کی باتیں کیا کرتے ہیں۔ اے قوم اگر تم اپنے بھائی کے خون کا عوض نہ لو تو تمہارا حال اس ناکار عورت کا ایسا ہو گا جو تھوڑی رقم پر لامنی ہو جاتی ہو۔ "تعلیلہ مذبح کے جانوں نے بائی" اور مسلم کے خون کا انتقام لینے کے لیے تین دن تک پیہم جنگ کی۔ اس جنگ ہی کا نتیجہ تھا کہ لاشیں حاصل ہوئیں ورنہ مجروح جسم بھی نہ ملتے۔

**پانچویں اور چھٹی قربانی** | گذشتہ بیان میں عبدالاعلیٰ بن زید کلیبی اور عمارہ بن صلح کی گرفتاری سے قارئین باخبر ہو چکے ہیں جو حضرت مسلم کے ولولہ میں گھروں سے چلے تھے۔ مورخ طبری کا بیان ہے کہ یہ دونوں جانباز بھی مسلم و بانی کی شہادت کے بعد اس زیاد کے حکم سے قتل کر ڈالے گئے۔ اور ان کے دل کی آرزو دل ہی میں رہی۔

**گرفتاریاں** | شیعیان اہل بیت اور حسین بن علی کے ہمدرد جو مٹھی بھر سے زیادہ نہ تھے اس وقت عجیب عالم میں تھے۔ ان کو چھپنے چھپنے گوشوں کی تلاش تھی جن کا ملنا بھی دشوار ہو رہا تھا۔ ابن زیاد کو معلوم تھا کہ عنقریب حسین بن علی تشریف لانے والے ہیں۔ اگرچہ ہمتیں پست ہو چکی ہیں لیکن ان کے آنے سے کہیں پھر انقلاب پیدا نہ ہو جائے لہذا اس نے تلاش کر کے جن جن اشخاص سے اندیشہ ہو سکتا تھا انہیں قید کرنا شروع کیا۔ چنانچہ ممتاز ابو عبیدہ ثقفی جو مسلم کے خروج کے موقع پر کوفہ میں موجود نہ تھے اور اسی دن اطلاع پا کر آئے لیکن ایسے وقت پہنچ کر مسلم کی جنگ ختم ہو چکی تھی اور عمر بن حریش نے رایت امان بلند کیا تھا جو

ملہ واقتموا قتلا لا تشدیداً ثلاثاً ایام فاخذنا ہما منحصراً وعلواھما وکفنا وھما ودفنواھما  
۱۲ ریاض۔ ۱۲۰ قاتلان حسین کا مذبح میرا ایشیا پر پریل ۱۹۳۳ء از تاریخ طبری جلد ۱ ص ۱۵۱

شخص اس کے نیچے چلا آئے اس کا جان و مال محفوظ ہے لیکن مختار کو امان نہ مل سکی اور وہ پابندِ بخیہ کر دیے گئے اور اسی طرح عبداللہ بن حارث بن نوفل اور دیگر اشخاص کے قید و بند کا سلسلہ جاری ہو گیا اور حبلیجی نے قیدیوں سے پھلنے لگے۔ اس سیاست کی نوعیت کا اندازہ ابن زیاد کی اس تقریر میں جو یزید کی ہلاکت کے موقع پر اس نے کی ہے اس فقرہ سے ہوتا ہے: "کوئی ایسا شخص نہیں جس پر گمان بھی ہو سکتا تھا کہ وہ حکومت کی مخالفت کرے گا مگر یہ کہ وہ قید خانہ کے اندر ہے۔"

سہر مسلم یزید کے سامنے اہانی<sup>۲</sup> ایسے بااقتدار شخص کے قتل اور اتنی گرفتاریوں کے بعد اب کو ذرا میں ابن زیاد کے خلاف کوئی ظاہری

بجینے نہ تھی مسلم کا سر دمشق بھجنے کے لیے عمر بن نافع کو بلا یا گیا اور ابن زیاد نے حکم دیا کہ مسلم دہانی کا حال لکھ کر یزید کو اطلاع دی جائے۔ پھر نافع نے تحریر میں غیر معمولی طول دیا۔ اور یہ وہ پہلا شخص ہے جو خطوط میں طول دینے کو حشمت سمجھتا تھا۔ ابن زیاد نے خط کو ناپسند کیا اور حکم دیا کہ یوں لکھو۔ "شکر ہے اس خدا کا جس نے امیر المؤمنین (یزید) کے حق کو محفوظ رکھا اور دشمن کی سختی کو دفع کیا۔ واضح ہو کہ مسلم نے بانی بن عروہ مرادی کے گھر میں پناہ لی اور میں نے ان پر جاسوس اور نگہبان مقرر کیے اور دونوں کو گرفتار کر کے ان کے سر کاٹے جو بانی بن ابی حبیہ داعی اور زبیر بن اروح تمیمی کے ہاتھ روانہ کر رہا ہوں۔ یہ ہماری جماعت کے خاص آدمی ہیں۔ ان سے مفصل حالات پوچھے جاسکتے ہیں۔ والسلام۔"

دونوں سر دمشق پہنچے۔ یہ شام کا پایہ تخت ہے۔ یزید نے سروں کو اپنی آنکھ سے دیکھ کر شاہراہ کے اس تنگ راستہ پر لڑکا دیا جو عام گذرگاہ تھی اور ہر شخص ادھر سے گذرتا تھا۔

سلا ما تکت لکم اذا ظننا اننا قد علیکم وهو فی سبحکم۔

لو فنتبہر اسین فی درب من دمشق المدخل الضیق لانه کالباہ ۱۲

## آٹھواں باب

نامہ برکی سرفروشی، خطوط پر قبضہ کرنیکی کوشش  
 شہادتِ مسلم کے بعد کیا ہوا؟

لاہور یزدی دورِ حکومت میں اگر ایک مدعو  
 شدہ مہمان کا قتل ہو جانا ممکن ہے تو  
 خانہ کعبہ میں کسی حاجی پر قاتلانہ حملہ بھی کوئی تعجب کی بات نہیں۔ یزید نے ماتحت  
 حکومتوں کو قتل حسینؑ پر بالکل تیار کر دیا۔ مکہ کی حکومت یحییٰ بن حکم بن صفوان  
 بن امیہ کے ہاتھ میں تھی اس سے بنی ہاشم کو کافی خطرہ تھا۔ امام حسینؑ زمانہ کے  
 نشیب و فراز کو عمیق نظروں سے دیکھ رہے تھے اور جس ڈر میں ان کو اپنا وطن  
 مدینہ چھوڑنا پڑا تھا وہی ڈر مکہ سے ہجرت کا باعث ہوا۔ اگر ایک دن اور رہ  
 جائیں تو حجاج کے مجمع میں ان کا قتل ہونا یقینی تھا اور اسلام کے دامن پر وہ  
 بدنام داغ پڑتا جو دھوئے دھوئے نہ چھوٹتا۔ بقر عید کی آٹھویں کو منگل کے دن  
 اچانک چل کھڑے ہوئے، ابن عباسؓ، محمد حنفیہؓ، ابو یزیدی چال سے آگاہ نہ تھے  
 ان پر اس ارادہ کی تبدیلی کا خاص اثر پڑا لیکن حسینؑ بن علیؑ کے استقلال میں ذرہ  
 بھر کمی نہ ہوئی وہی ہوا کہ جس دن آپ نے مکہ چھوڑا اس کے دوسرے دن کوفہ  
 میں مسلم بن عقیلؓ شہید ہوئے یہ قافلہ حج سے محروم منزل حاجر پر پہنچا اور آپ  
 مکہ سے دُورا کوفہ سے قریب ہوتے جا رہے ہیں۔ یہ منزل ٹھیک جنگل کے بیچ میں  
 واقع ہے اور حجاج یہاں ضرور قیام کرتے ہیں۔ اس جگہ پہنچ کر اہل کوفہ کو ایک خط  
 لکھا اور قیس بن مسہر صید اوئی کے ہاتھ روانہ کیا تا دسیہ میں جو کوفہ سے پندرہ  
 میل کے فاصلہ پر ہے۔ حصین بن نمیرؓ کے زیرِ قیادت امام حسینؑ کو گرفتار کرنے کے لیے

فوجیں کافی تعداد میں پڑی ہوئی تھیں۔ قیس کو آتے دیکھ کر حسین نے گرفتار کیا اور ابن زیاد کے پاس پہنچا دیا۔ اس نے حکم دیا کہ بالائے قصر جا کر لا الیاذبا اللہ! کذاب بن کذاب حسین بن علی پر لعنت کرو۔ قیس بظاہر تعمیل حکم کے لیے دارالامارہ کی سقفت پر پہنچے اور وہاں جا کر خدا کی حمد و ثنا کی اور پکار کر کہا کہ حسینؑ کا ثنات میں سب سے بہتر ہیں۔ ان کی ماں فاطمہ زہرا دختر رسولؐ ہیں اور میں انہیں کا پیامبر ہوں۔ میں نے ان کو حاجر میں چھوڑا ہے۔ ان کی آواز پر لبیک کہو۔ یہ کہہ کر ابن زیاد اور اس کے باپ پر لعنت کی اور جناب امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے لیے استغفار کر کے اپنی تقریر کو ختم کیا۔

ساتویں قربانی | ابن زیاد نے چاہا تھا کہ قیس حسینؑ کا دوستدار ہو کر کوٹھے پر چڑھ کر جب ان پر لعنت کرے گا تو میرے ارادوں میں اور زیادہ قوت پیدا ہوگی۔ لیکن آفرین قیس کی عقل و فراست پر کس حکمت عملی سے اپنے مقصد کو پورا کیا۔ اگر لعنت کا نام سن کر براقر و ختم ہوتے تو فوراً قتل کر دیئے جاتے اور جو مقصد لے کر آئے تھے وہ رہ جاتا۔ ابن زیاد نے قتل کا حکم دیا اور بات کہتے کہ وہ تر تیغ ہو گئے۔ یہ سچے حسینؑ کے اصحاب جو حسینیت پر مٹنے میں نخر کرتے تھے اور آخری نفس تک مقصد کو ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔

(۲) امامؑ کے دوسرے نامہ بر کا نام عبداللہ بن یقطر ہے ان کو یمنِ رما سے عہدہ رسالت پر مامور کیا ابن ہذری نے تاریخ میں دونوں خطوں کو نقل کیا ہے اور ظاہر کیا ہے کہ منزل زبالہ پر پہنچ کر اس نامہ بر کی خبر شہادت سنی۔ جس واقعہ

سنة ان الحسين بن علي خير خلق الله ابن فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم وانما رسول الله اليكم وقد فارقتہ بالحاجر فاجيبوه ثم لعن ابن زياد واماہ واستغفر لعلی۔ تاریخ کامل ص ۱۱

نکارنے بھی عبداللہ بن یعقوبؓ کا نام پیش کیا ہے وہ ان کی یہ خصوصیت بھی بتاتا ہے کہ عبداللہؓ حضرت سید الشہداء کے دودھ شریک بھائی تھے۔ مجھے اس فضیلت کے تسلیم کرنے میں عذر ہے اور نص موجود ہے کہ امام حسینؑ نے کسی عورت کا دودھ نہیں پیا نابریں رضاعت شرعی تو یقیناً نہ تھی یا یہ ممکن ہے کہ عبداللہؓ کی ماں نے اپنا فضل و شرف مجھتے ہوئے ایک آدھ بار دودھ پلا دیا ہو اور اس بنا پر عبداللہؓ مجازاً برادر رضاعی مشہور ہو گئے ہوں۔

یہ خط خاصہ حضرت مسلم کے نام تھا اور عبداللہؓ بھی منزل قادسیہ پر پہنچ کر حصین کے ہاتھ سے گرفتار ہوئے۔ ہم اس واقعہ کو ناخ التواریخ سے نقل کرتے ہیں۔ عبداللہ بن یعقوبؓ، حسین بن علیؑ کے خط کو سر عورت و احترام پر رکھ کر روانہ ہوئے اور قادسیہ پہنچ کر حصین بن نمیر کے جاسوس نے گرفتار کیا۔ عبداللہؓ نے فوراً خط کو چاک کر ڈالا تاکہ دشمن راز پر مطلع نہ ہو۔ حصین نے خط کا مطالبہ کیا عبداللہؓ نے انکار کیا۔ انکار کے بعد ان پر اور زیادہ سختی کی گئی اور دونوں ہاتھوں کو گردن سے باندھ کر دارالامارہ لائے۔

ابن زیادؓ: تم کون ہو اور یہاں کیا کرنا چاہتے ہو؟  
عبداللہؓ: میں امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کے فرزند حسینؑ کے شیعوں میں سے ہوں۔  
ابن زیادؓ: جو خط لایا تھا وہ کیوں چاک کیا؟  
عبداللہؓ: اس لئے کہ تجھے خبر نہ ہو اس میں کیا لکھا ہے۔  
ابن زیادؓ: کس کا خط تھا اور کس کے نام تھا؟  
عبداللہؓ: حسینؑ کا خط، اہل کوفہ کے نام۔

۱۔ عن الصادق انہ قال لعرب صنع الحسين من ثدي ناطلة ولا من انثى بل كان يوتى  
به النبي في صنع ابهامه في نية (رياض الجنان) ۱۔ سرحد الی مسلم بن عقیل۔

ابن زیادؓ۔ کس کس کے نام تھا؟

عبداللہؓ۔ میں ان کے نام نہیں جانتا۔

ابن زیادؓ۔ (عصہ سے سرخ ہو کر) جن کے نام تھا تم کو بتانا پڑے گا اور

حسین اور ان کے باپ بھائی پر لعنت کرنا ہوگی۔ اگر اس حکم سے سرتابی کی جو حیم کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالوں گا۔

عبداللہؓ۔ میں اس جماعت کے نام ہرگز نہ بتاؤں گا، البتہ منبر پر جا کر

لعنت کر سکتا ہوں۔

ابن زیادؓ نے منبر پر جانے کا حکم دیا اور عبداللہؓ نے حمو و نعمت الہی

کے بعد اہلی بیت اطہارؓ پر درود بھیجا اور ابن زیادؓ اور اس کے باپ پر لعنت

کی اور بنی امیہ کے نام لے لے کر ہر جابر پر تبرا بھینسا۔ اس نزلت لنگن خطبہ کا

یہ اثر تھا کہ جمع ہمد تن تصویر تھا اور ابن زیادؓ کا کوئی ایک حاشیہ نشین بھی

قطع سخن پر آمادہ نہ ہو سکا۔ عبداللہ بن یقظرت نے پکار کر یہ بھی کہا کہ ”اسے

اہل کوفہ میں حسینؓ کی طرف سے تمہاری طرف پیامبر بن کر آیا تھا ان کو بطنِ رتر

میں میں نے چھوڑا ہے، تم کو چاہیے کہ اپنے امام کی صدا پر بیٹیک کہو یا

یہ حسینؓ کا معجزہ تھا کہ عبداللہؓ تعجب مطلب کی بات کہہ

آٹھویں قربانی

چکے تو ابن زیادؓ نے حکم دیا کہ منبر سے اتار کر پانچ پاؤں

باندھ کر بالائے قصر لے جاؤ، اور اوپر سے گرا دو۔ مجمع بغض و عناد میں بھلا بھلا تھا

اور عبداللہؓ اسی حالت میں کوٹھے پر پہنچائے گئے اور ان کو بے دردی کے ساتھ اوپر

سے گرا دیا گیا۔ تمام جسم کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں۔ ایک رتق حیات باقی تھی کہ عبدالملک

بن عمر آگے بڑھا اور اس نے عبداللہؓ کا سر کاٹ لیا۔ حاضرین نے پوچھا یہ کیا

حکرت تھی تو اس سنگدل نے جواب دیا کہ میں نے راحت دی۔

رفوع تیس بن مسہر اور عبداللہ بن یقطر کے واقعات ایک دوسرے سے ملتے ہوئے دیکھ کر شیخ مفید علیہ الرحمہ اور دوسرے اہل قلم کو اشتباہ ہوا ہے کہ یہ واقعات تیس بن مسہر ہی کا ہے۔ ہم نے واقعات کی تدوین میں تاریخ کامل کو شمعِ راہ قرار دیا ہے۔

(۳) کوفہ میں حضرت مسلم کا قتل اس قدر اہمیت کی نگاہ سے دیکھا جا رہا تھا کہ ہر طرف سنسنی پھیلی ہوئی تھی اور سنجیدہ اہل کوفہ نے جو جیل جانے سے بچ گئے تھے طے کر لیا تھا کہ اب یزیدیت نواز کو فی حسین سے وناہنیں کر سکتے۔ لہذا نصرت حسین کا اگر کچھ بھی جذبہ ہے تو رفتہ رفتہ کوفہ چھوڑ دینا چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ شہادت حضرت مسلم کی خبر آتے کونین کو مختلف لوگوں کے ذریعہ سے ہوئی۔

ولی عبداللہ بن سلیمان اور منذر بن اسمعیل دو اشخاص کا بیان ہے کہ ہم نے حج سے فراغت پائی تو دل میں ٹھان لیا کہ امام حسین سے ملحق ہو کر رہیں گے اور معلوم کریں گے کہ وہ کس عالم میں ہیں جلد جلد راستہ طے کرتے ہوئے منزل زرد پر پہنچے اور حسینی سپاہ سے ملحق ہوئے دیکھا کہ کوفہ کی طرف سے ایک شخص آ رہا ہے اور لشکر دیکھ کر راستہ کاٹ دیا۔ امام چاہتے تھے کہ آنے والے سے کچھ پوچھیں مگر جب اس نے راہ بدل دی تو آپ بھی خاموش ہو گئے۔ عبداللہ اور منذر چشم دابر و کا اشارہ پا کر دوڑے اور سوار کے قریب پہنچ کر سلام کیا اور پوچھا کہ

لے لعا بلع الحاجر من بطن الرملة بعثت تیس بن مسہر

الصیداوی ویقالا نہ بل بعثت اخاه من الرضا عتہ عبد اللہ بن یقطر ۱۲ ارشاد شیخ مفید راہ حنی التوابذات الرمل بعثت الحسین عبد اللہ بن یقطر وقیل تیس بن مسہر الصیداوی، مسوگاتی الکوفہ ریاض المعانی ۲۷۵

تو کون اور کس قبیلہ سے ہے۔ اس نے جواب دیا میں بنی اسد سے ہوں اور میرا نام بکر ہے۔ کہا تم بھی اسدی ہیں یہ تو تارا کہ کوثر کے لوگوں کو کس حال میں چھوڑا اس سوال سے اس دلی تعلق کا اندازہ کیا جاسکتا ہے جو عبد اللہ اور منذر کو خاندان رسالت سے تھا، بکر نے بیباک کہا کہ میں کوثر سے نہیں نکلا مگر اس وقت جب مسلم بن عقیل و ہانی بن عروہ کو مقتول دیکھ نہیں چکا (ظالم) ان کے پیروں کو ہاتھ میں لے کر بازاروں میں کھینچتے پھرتے ہیں۔ عبد اللہ و منذر یہ خبر بد سن کر اٹھے پاؤں پلٹے اور منزل راہ پر پہنچ کر امام کی خدمت میں عرض کیا کہ ہمارے پاس ایک خبر ہے۔ اگر کہیے تو سب کے سامنے کہیں ورنہ اکیلے میں عرض کریں۔ آپ نے باوفا اصحاب کی طرف دیکھا اور فرمایا کنان سے کاہے کا پردہ ہے۔ عرض کیا کہ ہم نے اس آنے والے سوار سے سنا کہ مسلم و ہانی قتل ہو گئے۔ امام نے اناللہ وانا الیہ راجعون کہا۔

دنیا تو یہ سمجھ رہی تھی کہ آپ کا کوثر کی طرف رخ ہے۔ اسی ظاہر پر پناہ کر کے عبد اللہ اور منذر نے کہا کہ یا بن رسول اللہؐ بہتر ہو گا کہ آپ وطن کی طرف پلٹ جائیے کوثر میں آپ کا کوئی مدد دہ نہیں ہے۔ امام نے فرزند ان مسلم کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ مسلم تو قتل ہو گئے اب تمہاری کیا رائے ہے۔ عرض کیا خدا کی قسم جب تک ہم ان کے خون کا انتقام نہ لے لیں گے یا خود نہ مرجائیں گے دم نہ لیں گے۔

عبد اللہ اور منذر نے محسوس کر لیا کہ حسین کے ارادہ میں تبدیلی نہیں ہو سکتی اور اب مدینہ واپس جانا قریب قریب ناممکن ہے۔ اس ضمیر کو دریافت کیا اور یہ دونوں اسدی رخصت ہو گئے۔ خبر شہادتِ مسلم سن کر امام نے یہ اشعار پڑھے جن کا اردو ترجمہ ملاحظہ ہو۔ "یقیناً اگر دنیا شئی نفیس ہے تو ثواب کا غروی گھر اس سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے اور اگر جسموں کی ساخت مرنے کے لیے ہوتی ہے تو خدا کی راہ میں جو انم و کامر جانا سب سے بہتر اور برتر ہے اگر روزی مقدر میں مقرر

اور معین ہے تو کب معاش کی لالچ میں کمی سب سے اچھی بات ہے۔ اگر مال کا جمع کرنا چھوڑنے کے لیے ہے تو انسان ایسی چیز پر کمزور کیوں بنتا ہے۔ میں عفریہ گزر جاؤں گا اور مرد کو مرنے سے ذلت نہیں جبکہ وہ حق پر ہو اور اسلام کی حالت میں جنگ کسے نیک آدمیوں کی دل سے مدد کرے اور ناداروں اور گنہگاروں سے الگ تھک رہے اگر میں قتل ہو گیا تو مجھے شرمندگی نہ ہوگی اور اگر جیتا رہا تو قابلِ ملامت نہ ہوں گا۔ خاکِ مذلت پر ناک رگڑنے اور ذلت و خواری سے مجھے مر جانا کافی ہے۔ زمانہ کا گونا گوں حال دیکھ کر امام حسین نے اپنی رائے کو محفوظ رکھا تھا۔ اور لوگ اہلِ کوفہ کی دعوت سے خود یہ رائے قائم کرتے تھے کہ آپ کا کوفہ کی طرف جانا یقینی ہے۔ بعض لوگوں کا خیال تھا کہ مسلم اور آپ میں فرق ہے۔ اگر کوفہ کا سفر ہو تو اب بھی لوگ رجوع کریں اور دشمنوں کو دفع کریں جو حسن کی سمجھ میں آتا تھا وہ کہہ رہا تھا مگر آپ مشیتِ ایزدی کے تابع تھے۔

دختِ مسلم صرف تیرہ برس کی تھی اور امام زادیوں کے ساتھ رہ کر تربیت پائی تھی۔ امام حسینؑ خیمہ میں آئے تو صاحبِ جزادی کو ملا یا اور غیر معمولی نوازش سے پیش آئے۔ شہزادی کو یقین ہو گیا کہ یہ شفقتِ توبے پد پوچوں پر کی جاتی ہے۔ گھبرا کر پوچھا:

یا بن رسول اللہ! آپ یتیموں کی ایسی مرحمت فرما رہے ہیں۔ کیا بابا میرے شہید ہو گئے۔ حضرت کو یارائے ضبط نہ رہا، رونے لگے اور فرمایا اے دختر! اندوہ کی نہ ہو اگر مسلم نہیں ہیں تو میں باپ کی جگہ ہوں۔ میرے بیٹوں کو اپنا بھائی اور لڑکیوں کو بہن سمجھنا۔ دخترِ مسلم نے فریاد کی اور یتیم بچوں نے عمائے مر سے اتارے، اہلِ حرم میں کھرام پڑ گیا۔ یہ بیان تو سپہر کا شانی کا تھا۔ صاحبِ صنیا، الابصار نے اس غم رنگہ محل پر جو الفاظ اپنے معتبر ترین مقتل میں نقل کیے ہیں اس کا لفظی ترجمہ یہ ہے۔ شہادت

مسلم کی خبر سن کر — پھر (امام) جگہ سے اٹھے اور خیمہ کی طرف گئے اور  
 دُخترِ مسلم کو پکارا، اس بچی کی عمر اس وقت گیارہ برس کی تھی۔ جب وہ نزدیک آئی  
 اور قریب پہنچی تو آپ نے دو گوشوارے طلب کئے اور اپنے ہاتھ سے کانوں میں  
 پہنائے پیشانی اور سر پر ہاتھ پھیرتے جاتے تھے جس طرح کہ یتیموں کے ساتھ کرتے  
 ہیں اور وہ بچی اس شفقت پر رودی۔ ضیاء الابصار کا خطی نسخہ ایک برٹش  
 میوزیم میں ہے دوسرا مصنف کی اولاد کے پاس اور تیسری نقل بخط نستعلیق  
 میرے کتب خانہ وقت مدرستہ الواعظین لکھنؤ میں موجود ہے۔

(ب) ہلال بن قیس نافع بجلی اور عمر بن خالد نے نصرت امام کے جذبہ میں  
 ساتھ کو ذرا چھوڑا اور راستہ میں ملحق ہوئے اور مسلم و ہانی کی خبر قتل سے آگاہ کیا۔  
 حضرت نے انا للہ وانا الیہ راجعون کہہ کر پوچھا کہ تمہیں میرے نامہ بر کا  
 بھی کچھ علم ہے؟ عرض کیا ہاں، وہ بھی قتل ہو گیا۔ آپ نے پھر انا للہ کہا اور  
 ایچی کو دعا دی۔ خدایا اس کے لیے بہشت کو اس خدمت کا ثواب قرار دے۔  
 (ج) فرزدق شاعر نے بھی جناب مسلم کی خبر بڑے دلہوز طریق سے دی۔  
 حضرت ابدیدہ ہو گئے۔ اور فرمایا خدا مسلم پر رحمت نازل کرے وہ روح و ریحان  
 کی سمت پہنچے اور رضائے باری سے لطف اندوز ہوتے ان پر جو ہونو الا تھا ہوا  
 اور جو ہم پر ہونے والا ہے وہ ہو گا۔

اس حکایت زاجر کے بعد ائمہ نے ایک خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ ہمارے نام نہاد  
 شیعوں نے ہم کو چھوڑ دیا تو اب جو شخص بدلت جانا چاہے وہ واپس ہو سکتا ہے۔  
 اس پر میری طرف سے کوئی بار نہیں۔ یسنا تھا کہ لوگ داہنے اور بائیں پر آگندہ  
 ہونا شروع ہو گئے اور آپ کے ساتھ وہ لوگ باقی رہ گئے جو مکہ سے چلے تھے۔

لہذا قال للرب وکلمہ علم من رسولی قالوا نعم قتله سہ جعل اللہ  
 لہ الجنة ثواباً اللہم اجعلہ لنا ولشیعتنا منزلاً کریماً انک علی کل شیء قدير۔

## نواں باب

**اولاد** | ان جنابِ مسلم کی عالمِ غربت میں شہادت ایسی بالکل تازہ واقعہ تھا اور اس کا اثر امام کے دل پر بہت زیادہ تھا اس لئے شبِ عاشور

آپ نے اپنے اصحاب سے جو مخاطبہ فرمایا اس میں اولادِ عقیل سے خاص طور پر کہا کہ تمہارے لیے مسلم کا قتل ہو جانا کافی ہے تم چلے جاؤ میں تم کو اجازت دیتا ہوں مگر ان سب نے متفق ہو کر کہا کہ "بھلا لوگ ہم کو کیا کہیں گے کہ ہم نے اپنے سردار اور سید کو چھوڑ دیا اور ان کے ساتھ نہ کوئی تیر مارا نہ نیزہ لگایا نہ تلوار جلائی اور خبر بھی نہ لی کہ ان پر کیا گذرگئی ہرگز ہم ایسا نہیں کریں گے بلکہ ہم اپنی جان اور مال آپ پر قدا کریں گے اور آپ کے ساتھ رہ کر جنگ کریں گے یہاں تک کہ جو آپ کا انجام ہو وہی ہمارا بھی ہو کیونکہ خدا غارت کرے اس زندگی کو جو آپ کے بعد ہو۔ یہ تو نہالِ مدینہ سے مکہ اور پھر مکہ سے کربلا تک سفر کی تمام سختیوں میں ساتھ رہے اور ان کو یہ بے پناہ عزت حاصل ہے کہ نبی ہاشم میں سب سے پہلے انہوں نے اپنی قربانی پیش کی۔

**عبداللہ بن مسلم** | جنابِ رقیہ کے لہن سے تھے اس لحاظ سے عبد اللہ کو

امام حسین کے ساتھ دوہرا رشتہ تھا۔ ایک تو چچا زاد بھائی کے بیٹے تھے اور پھر بھانجہ، ان کی عمر صرف چودہ سال کی تھی تازہ یتیم تھے ولولہ اور امنگ کا زمانہ تھا۔ مدینہ سے چلنے والے افراد میں بھی عبد اللہ بن مسلم کا ذکر ہے۔ تقاضائے رسن تھا کہ شوق شہادت میں ہم سنوں پر سبقت لے جانے کا دل و دماغ میں خیال ہو خدا نے ارادہ

میں کامیاب کیا۔ باپ کی بیکسی اور غربت کی تصویر ہر وقت نظروں میں پھرتی تھی۔ ان کے خونِ ناستحق کا انتقام لینے پر کربلا میں پہنچنے سے پہلے تلے ہوئے تھے جس طرح باپ کو ہراول فوج ہونے کا فخر حاصل تھا اسی طرح خود بھی بنی ہاشم میں پہلے شہید قرار پائے اور سب سے پہلے جو آلِ ابوطالب سے میدان میں آئے وہ یہی عبداللہ تھے بیوہ ماں نے کیونکر رخصت کیا چچا زاد ماموں زاد بھائیوں نے کسی طرح وداع کیا بھائیوں نے کیونکر صدمہ فراق برداشت کیا۔ بہن نے کیا کہہ کر دل کو گھجھایا اس کا ہمیں علم نہیں، اہتمام کا فقدان ہے، امام کے قلب پر راند بہن کے اکلوتے فرزند کو مرنے کی اجازت دیتے وقت جو گزری وہ اس جواب سے واضح ہے جب انصار کام آچکے تو اس نو عمر مجاہد نے اپنی خدمات پیش کیں امام نے فرمایا کہ مسلم کی شہادت کو ابھی بہت دن نہیں ہوئے۔ میری رائے ہے کہ ضعیف ماں کا ہاتھ پکڑ لے کر کربلا چھوڑ دو اور یہاں سے چلے جاؤ۔ عبداللہ نے عرض کیا کہ میں ان لوگوں میں نہیں ہوں جو دنیا کی چند روزہ زندگی کو حیاتِ جاودانی پر قربان نہ کر دیں دلی تمنا ہے کہ میرا قربانی کو قبول کیجئے، مبدعِ فیض سے اذنِ جہاد ملا اور بچے اس طرح میدان میں آیا کہ چہرے پر گردِ تین سوٹوں پر پیاس کا بے پناہ اثر دست و بازو میں اتنی ہی طاقت جو چودہ برس کے بچے میں ہونا چاہیے مگر دل اتنا توی کہ ٹہری دل فوج پر رجز پڑھ کر حملہ کیا۔

الیوم القیٰ مسلماً وھو ابی وقتیۃ بادوا علی دین النبی  
لیسولقوم عرفوا بالکذب لکن خیاراً کراماً للنسب  
من ہاشم السادات اہل الحسب

باپ سے ملتے کی آرزو، صدقِ مقال، حسب و نسب میں امتیاز پر لوگوں کو گواہ

نہ کے تلوار کھینچی۔ گھوڑا مہمیز کیا۔ تین حملوں میں ۹۸ دشمنوں کو قتل کیا اور آخر کار عمر بن حبیبؓ اور اسید بن مالکؓ کے ہاتھ سے شہید ہو گئے۔ زیارت شہدار میں ممتاز الفاظ میں ان پر سلام موجود ہے۔

السلام علی القتیل بن القتیل عبداللہ بن مسلم بن عقیل لعن اللہ قاتلہ و اولادہ  
سلام ہو عبداللہ بن مسلم بن عقیلؓ اس کشتہ رجفہ پر جو خود بھی شہید اور حسین کا باپ  
بھی شہید ہے خدا ان کے قاتل اور ان پر تیر بھینکنے والے پر لعنت کرے۔

اس شہزادے کو یہ فخر بھی حاصل ہے کہ ان کے جہاد کا ذکر امام زین العابدینؓ کی حدیث میں موجود ہے۔ طبری نے عبداللہ بن مسلمؓ کی شہادت حضرت علی اکبرؓ کے سفر و شہی کے بعد لکھی ہے اور ان کے بیان سے واضح ہوتا ہے کہ عبداللہؓ اس قدر کم سن تھے کہ رونے کے قابل نہ تھے۔ شہادت علی اکبرؓ کے ہنگام میں دیگر بچوں کے ساتھ ان کی شہادت پیشانی پر تیر پڑنے سے ہوئی اور بچہ کا دست نازک پیشانی سے جدا نہ ہو سکا۔ دوسرے تیرنے سینہ پر پہنچ کر کام تمام کیا۔ اس بیان کی صحت پر کوئی دلیل میرے سامنے نہیں ہے۔ بظاہر راوی نے نام کے تعیین میں غلطی کی ہے۔

محمد بن مسلمؓ | یہ عبداللہؓ کے مختلف البطن بھائی تھے مان ان کی کینز تھیں۔  
عمر بارہ سال سے زیادہ نہ تھی۔ عبداللہؓ کے قتل ہونے کے بعد

ایک قول تو یہ ہے کہ اولاد ابی طالب نے ایک ساتھ حملہ کر دیا اور امامؓ نے آواز دی ہاں میرے چچا کے فرزند و موت کے مرحلہ کو آسان کر دو اور دوسرا قول ہے کہ منہیں کر کے امامؓ سے اذن جہاد حاصل کیا اور زنجی شیر کی طرح دشمن پر حملہ کیا اور سیف و سناں چنید ہلاکوں کو قتل کیا۔ آخر ابو جرم ازدی اور لقبط ابن ایاس جھنڈے کے نیرے سے شہید ہوئے۔ کم سن کے سبب سے

رجز اور جہاد کی تفصیل سے مقاتل خالی میں جبار و العیون میں ہے "محمد برادر او جبنگاہ  
در آمد و بطلب خون برادر جمعے از آن بد بختان را بقتل آورد" زیارت شہداء میں اس کا  
ذکر نہیں ہے بجائے اس کے ابی عبداللہ بن مسلم کا نام موجود ہے۔ ممکن ہے کہ محمد ہمالی کنیت  
ابو عبداللہ ہو۔ اس شہزادے کو یہ فخر حاصل ہے کہ کلام معصوم روایت امام محمد باقر علیہ السلام  
میں ان کی شہادت کا ذکر موجود ہے۔

یہ دونوں نونہاں گنج شہیداں میں نبی اسد کے تعاون سے امام زین العابدین  
علیہ السلام کے روبرو اور شہداء کے گریلا کے ساتھ دفن کیے گئے۔ انصارِ حسین  
کی زیارت میں زائر کا ضمنی سلام ان پر بھی پہنچتا ہے۔

## باب المراثی

قطب شاہی دور کا شاعر اور قدیم اردو احمد

دیکھو یا ان معصومان پر وقت کیسا اُٹریا  
پر دلیں حافی طفلان او پکیا مشکل اکھریا  
دونوں فرزند مسلمان کے تھے چھپ کر قاضی پاسبان  
ڈوکر قاضی کا پریا گھر سوں پکرا ہی چورے پاسبان  
کو تو ایسا لئے پکڑ کر عبداللہ کون دے خبر  
بھجیا انکوں ہندی نمان کہیا رکھو تید کر

ہاشم علی المتوفی ۱۱۲۶ھ

وہ دو صغیر موت اپسی دیکھی عیارہ  
چکتے تھے بکسی سون کہ اے عارث الامان  
زلفان کون کاٹ بیچ ہن کون جو بندیاں  
منظور ہے اگر تجھے سیم و طلا کتین  
(مخلوطات دکن)

فصیح

اقرباے شہ سبکیں کی جو باری آئی  
پہلے اولاد میں مسلم کی ہوئی پیاری  
ان کی مادر تھی رقیہ جو ستم کی ماری  
وہ بھی تھی حیدر کراڑ کی بیٹی پیاری  
شہِ مظلوم پر جان اپنی فدا کرتی تھی  
رات دن ماتم مسلم میں بکا کرتی تھی

## انیس

آیا جو عزیزوں کے لئے موت کا پیغام      فرزندوں نے جعفر کے بڑے سن میں کیے نام  
 ادلائے عقیقہ آپ کی شبیر کے جب کام      لڑنے لگے تب مسلم بیس کے گل اندام  
 محشر تجا بیا ندیاں بہتی تھیں لہو کی      بچوں نے اُلٹ دی تھیں صفیں فوج عدوی

## وحید

تہ سے مسلم کے جگر بندوں نے رخت پائی      کس دیری سے گئے فوج پر دونوں بھائی

## مونس

اسے زہر و قیس و عابس و عامر مدد کو آ      مسلم کے لاڈ لو دم آخسر مدد کو آ

## نفیس

دہنی طرف تھے قاسم و اکبر لصد جلال      بائیں طرف تھے جعفر و مسلم کے لونہال

## شیر

دی جان بخوشی نصرت شاہ دوسرا ہیں      دولال ہیں مسلم کے بھی فرد شہدا میں

## خنجیر

صفت اعدا میں تلام ہے ڈرے جاتے ہیں      تیغے تو لے ہوئے مسلم کے پیر آتے ہیں

## عیش پاروی

مسلم کے لونہالوں نے یوں شہید جان دی      نغے سے سنی میں لڑکے بڑا نام کر گئے

اعدا میں یہ تھا شور کہ شیروں کے شیر ہیں      مسلم کے پیر ہیں یہ بہت ہی دلیر ہیں

## یکتہ امر و سوی

سمجھو نہ ہیں خود جبری اور نڈر ہیں

اے بزدلو ہم حضرت مسلم کے پیر ہیں

## اطفالِ مسلم کی شہادت

(۱۱) پسرانِ مسلم جو عمارت کے ہاتھ سے شہید ہوئے ان کے حالات ارباب تاریخ میں بہت کم افراد نے لکھے ہیں، سپہر کاشانی نے اعثم کوئی و تادریخ روضۃ الشہداء سے ان دلدوز حالات کو نقل کیا ہے۔ حبیب السیر کا ماخذ بھی غالباً روضۃ الشہداء ہے۔ ان مورخین کا بیان ہے کہ جب حضرت مسلم ہانی کے گھر سے نکلے تو بچوں کو قاضی شہر کے سپرد کیا اور شریح نے ان کو مدینہ جانے والے ایک قافلہ کا پتہ دے کر باعزاز و اکرام رخصت کیا اور بچے قافلہ کو نہ پا کر گرفتار ہو گئے۔ اور آخر میں عمارت کے ہاتھ سے قتل ہو گئے۔ اس بیان میں تجھے چند عذر ہیں۔ وہ ایسے پُر آشوب زمانے میں بچوں کو اپنے ساتھ رکھنا خلافِ مصلحت ہے۔ نقل نہیں قبول کرتی کہ مسلم بچوں کو لے کر چلے ہوں۔ (۱۲) اس روایت میں ان صاحبزادوں کو قاضی شریح کی طرف سے سودینار مررخ سے امداد کا بھی ذکر ہے۔ قاضی شریح کو ہرگز یہ بہرہ رومی خاندان رسالت سے نہ تھی اور ایسے کم عمر بچوں کو جہتہا سفر کر رہے ہوں مسافت میں اس قدر زرخیر دینے کی کوئی وجہ ہے۔ اس روایت کا اختراع بظاہر قاضی شریح کا پوزیشن سامان کرنے کے لئے ہوا ہے اور روایت بے بنیاد ہے۔ بلکہ صحیح یہ ہے کہ بچے کربلا سے گرفتار ہوئے۔ اور امرا اہل بیت کی روانگی سے پہلے ان کو اسیر کر کے قید تنہائی میں رکھا گیا یہ بھی تحقیق ہے۔ بلند یار عالم جناب صدوق علیہ الرحمہ کی ہے لہذا جناب ممدوح کا دلدوز بیان دیگر تاریخوں سے مناسب اضافہ کے بعد درج کرتے ہیں تاکہ موضوع تشہر تفصیل نہ رہے۔

”شہادتِ حسین کے بعد (اولادِ حضرت مسلم سے) دو بچے (جن کا سن ۸-۷ برس کا تھا) پسر سید نے گرفتار کر کے کوفہ روانہ کر دیئے۔ ابنِ مرزا نے جب ان یتیموں کو دیکھا تو جذبہ انتقام میں قید خانہ کوفہ کے جیلر کو بلا کر حکم دیا کہ ان کو ایک تنگ و تاریک جہز میں قید کر اور خبردار ان کو اچھا کھانا اور ٹھنڈا پانی نہ دینا۔ بچے دن کو روزہ رکھتے تھے

اور جب رات ہوتی تھی تو زندان بان دو روٹیاں جوگی اور گرم پانی کا کوزہ لے کر آتا اور شاہزادے اظفار کرتے۔ ان سختیوں میں سال بھر گزر گیا تو بھائی نے بھائی سے کہا کہ مدت اسیری بڑھی جاتی ہے اور (ہم دیکھتے ہیں کہ) لیوں ہی عمر کٹ جائے گی اور جسم رطرب جانیگا (لہذا بہتر ہو گا کہ) جب زندان بان کھانا لے کر آئے تو اس کو اپنے تئیں پہنچوا میں اور پیغمبر خدا سے جو قربت ہے اس سے آگاہ کریں ممکن ہے کہ وہ کھانے کی مقدار کچھ بڑھا دے اور پانی پینے کا زیادہ کر دے۔ مرد پیر جس کا نام بعض تاریخوں میں مشکور بتایا جاتا ہے وہی قیدیوں والا کھانا بیٹے آیا اور شاہزادوں نے گفتگو شروع کی۔

یتیمانِ مسلم :- اے شیخ تو (جناب) محمد (مصطفیٰ) کو بھی جانتا ہے؟

مشکور :- بھلا میں ان کو کیوں نہ پہچانوں۔ وہ میرے ہی ہیں۔

یتیمانِ مسلم :- جعفر بن ابی طالب کو بھی جانتا ہے؟

مشکور :- ہاں خدا نے ان کو دو بار دویئے ہیں جن کی مدد سے وہ بہشت میں

جہاں چاہتے ہیں پرواز کرتے ہیں۔

یتیمانِ مسلم :- تو (جناب) علی بن ابی طالب کو بھی پہچانتا ہے؟

مشکور :- میں ان کو کیوں نہ جانوں گا وہ پیغمبر خدا کے چچا زاد بھائی ہیں۔

یتیمانِ مسلم :- ہم تیرے ہی کے خاندان سے ہیں اور مسلم بن عقیل ہمارے باپ ہیں

قیدیوں کا انتظام تیرے ہاتھ میں ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ اچھا کھانا ہم کو ملا کرے۔

یہ سننے ہی زندان بان قدموں پر گر پڑا اور پیر چوم کر عرض کیا کہ میری جان تم پر

خدا ہو دروازہ قید خانہ کا کھلا ہوا ہے جسے جلد صبح ہو چلے جاؤ۔ رات ہونی اور آب و

طعام سے سیر کر کے قید خانہ کا دروازہ کھول دیا کہ رات کو چلنا اور دن کو کہیں چھپ رہنا۔

یہاں تک کہ خدا مدد کرے۔

سال بھر تک جن کو آزادی کی ہوائ لگی تھی وہ بیکس آج رہا بھی ہوٹ  
تو سن طفولیت میں کدھر جائیں نہ راستوں سے واقف نہ پیروں میں

تو میں قربانی

طاقت اگر اپنا شہر ہوتا تو راہ جانتے کس سے راستہ پوچھیں اور ہمدردی کون کرے  
 زمانہ پُرا شوب ہے۔ یہ تو بعد میں معلوم ہو گا کہ یتیموں پر کیا گذری۔ ابھی بچے کسی منزل  
 پر نہ پہنچے تھے کہ ان کے قید خانہ سے گم ہو جانے کی شہرت ہوئی۔ ابن زیادؓ ایسے ظالم  
 فرمانروا کو اپنی انتظامی کمزوری پر طیش آیا اور اس خیال میں کہ میرے زیر حکومت ایسا  
 سنگین واقعہ ہو جائے سب سے پہلے مشکور کو طلب کیا گیا اور وہ مرد میدان بالکل بے خوف  
 ہو کر سپر جاتہ کے سامنے آ گیا۔ ممکن تھا کہ مشکورؓ روپوش ہو جاتا یا وہ بھی راتی رات  
 ہجرت کر جاتا مگر توبہ اہل بیت کے موالی بھی فرا کو تنگ و غار سمجھتے ہیں اور ان کو مرنے  
 کا انتظار رہتا ہے۔

خود قضا آتی نہیں اہل وفاق کے سامنے  
 یہ چلے آتے ہیں آپ اپنی قضا کے سامنے (یکنا امر و ہوی)

ابن زیادؓ! مشکورؓ تباہ مسلم کے بچے کیا ہوئے؟  
 مشکورؓ (دیرانہ لہجہ میں): میں نے ان کو خدا کی راہ میں آزاد کر دیا۔  
 ابن زیادؓ! مجھ سے نہ ڈرا؟  
 مشکورؓ: میں خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا۔ اے پسر زیادؓ! تو نے ان کے  
 باپ کو قتل کیا۔ اب ان کے ساتھ کیا کرنا چاہتا ہے؟  
 ابن زیادؓ: میں ابھی حکم دیتا ہوں کہ تیرا سر تن سے اڑا دیا جائے۔  
 مشکورؓ: جو سر رسولؐ کی راہ میں نہ ہو اس کو میں چاہتا بھی نہیں۔  
 ابن زیادؓ نے حکم دیا کہ اس بوڑھے مجاہد کو ۵۰۰ تازیانے لگا کر گردن اڑا دو۔  
 یہ ظالمانہ حکم انتظام کی شیطنت اور طاغوتیت کا ایک اعلان تھا جس کو یاد کر کے آئندہ  
 نسلیں بھی تامل پر نفرین اور مقتول سے ہمدردی کرتی رہیں گی۔ دیندار مشکورؓ پر جب  
 پہلا تازیانہ پڑا تو کہا بسم اللہ اور جب دوسرا تازیانہ لگا تو دعا کی کہ میرے معبود مجھے

طاقت صبر دئے تھیرے تازیانہ پر شکوہ کیا کہ خدا یا مجھے فرزند رسولؐ کی محبت میں قتل کرتے ہیں۔ چوتھے تازیانہ پر کہا کہ خدا و ندا مجھے پیغمبرؐ اور ان کے فرزندوں کی خدمت میں پہنچا۔ یہ کہہ کر خاموش ہوئے اور ۵۰۰ تازیانے کھاتے رہے مگر اُٹ نہ کی۔ جب سزا ختم ہو چکی تو مشکور نے پانی مانگا۔ ابن زیاد نے کہا پانی نہ دینا۔ ہم پیاسا قتل کریں گے۔ عمر بن حارث نے سفارش کر کے قتل سے بچایا اور یہ ارادہ ظاہر کیا کہ میں علاج کر کے اچھا کروں گا لیکن مشکور کو غش آچکا تھا۔ جب غش سے چوتکے تو اتنا کہا کہ میں اب کوثر کے پانی سے سیراب ہوں گا۔ یہ کہہ کر دم نکل گیا۔ آفرین اس بہت مردانہ پر کہ خود قربان ہو گئے مگر اولاد رسولؐ کو قید سے رہا کر دیا۔

فرزند انِ مسلم کی سراغ رسانی | جزیرہ انتقام میں مشکور کو قتل کرنے کے ساتھ ہی بچوں کی سراغ رسانی کی کوشش بھی شروع ہو چکی

تھی اور ایسے بے دست و پا منگلوں کا ڈھونڈ لینا کچھ زیادہ دشوار بھی نہ تھا۔ یہ معلوم ہے کہ آل رسولؐ کے لئے دنیا امتحان گاہ کی حیثیت رکھتی ہے اور جب امتحان شروع ہو چکا ہو تو تعاون بھی ان کے لئے سبب قاتل ثابت ہو گا۔ قید سے نکلے اور گرفتار رہا ہوئے۔ پہلی رات تو خیریت سے گزری دوسری شب آئی تو ایک عورت کے دروازہ پر پہنچے اور بھولے پن سے بغیر اطمینان حاصل کئے ہوئے ایک ضعیف سے اس طرح بات چیت شروع کی۔

فرزند انِ مسلم!۔ اے ضعیف ہم پر دیسی ہیں اور راستہ بھی نہیں جانتے ہیں کہ صرف آج کی رات تیرے ہمراہ ہو جائیں۔ جب دن چڑھے گا تو چلے جائیں گے۔ عورت: ہاں ہاں تم کوں ہو تمہارے جسموں سے تو ایسی خوشبو آتی ہے کہ

ملہ بچوں نے دورانِ اسیری میں پانی کی کمی کا شکوہ کیا ہے۔ عقل بتاتی ہے کہ ان کو نہانے دھونے کھیلنے بھی پانی نہیں ملتا تھا مگر یہ حیر العقول خاندانی عزت تھی کہ باہر ہمہ جسموں سے خوشبو آ رہی تھی دنیا اس خصوصیت پر غور کرے اور اسلام کی حقیقت کی گواہ ہو۔

میں نے کبھی نہیں دیکھی۔

فرزندانِ مسلم ۱۔ اے بڑھیا ہم تیرے نبی کے گھرانے سے ہیں۔ ابن زیاد کے خون سے قید خانہ سے نکل آئے ہیں۔

عورت ۱۔ اے پیارو۔ میرا داماد نہایت کینہ پرور فاسق و فاجر ہے جو واقعہ کر بلا اور ابن زیاد کی سپاہ میں شریک تھا۔ مجھے اندیشہ ہے کہ وہ تم کو ضرر پہنچائے۔  
فرزندانِ مسلم ۲۔ (کوئی دوسری صورت ان کے سامنے نہ تھی جبورا کہاں ہم رات بھر ٹھہرنا چاہتے ہیں صبح کو چلے جائیں گے۔

عورت نے مہمان کیا اور کھانا لانے لگی۔ بچوں نے پھر ایک مرتبہ سیر ہو کر کھانا کھایا اور فرس خواب پر آرام کرنے کے لئے آئے۔ چھوٹے صاحبزادے نے بڑے صاحبزادے سے کہا (کیوں بھائی) ہم امید کرتے ہیں کہ یہ رات توجہین سے گزرے گی۔ جدائی سے پہلے بھائی نے بھائی سے معاف کیا اور گلے میں باہنیں ڈال کر سو رہے۔ رات کا ایک حصہ گزرنے کے بعد حارث ۱ آیا اور آہستہ سے کنڑی کھٹکھٹائی، ضعیف نے چالا کہ دروازہ نہ کھولے۔ اجنبی بن کر پوچھا۔ کون ہے؟ اس نے نام بتایا۔

عورت ۲۔ نا وقت آنے کا کیا سبب ہے، یہ تو آنے کا وقت نہیں ہے۔

حارث ۱۔ واغے ہو تجھ پر دروازہ تو کھول لے تب سے میرا بڑا حال ہے۔

عورت ۳۔ آخر تجھے کیا ہو گیا ہے۔

حارث ۲۔ دو بچے قید خانہ سے چلے گئے ہیں اور امیر نے حکم دیا ہے جو ان میں

ایک کا سر لائے گا اس کو مزار درہم اور جو دونوں کا سر لائیگا اسے دو ہزار درہم

ملیں گے۔ میں ڈھونڈتے ڈھونڈتے تھک گیا ہوں۔

۱۳۔ شہرت یہ ہے کہ حارث ۱ نامی اس عورت کا مشہور تھا جس کے ظلم سے اس کو اندیشہ

تھا ۲: ناسخ التواریخ اور ایک قول ہے کہ فرزند تھا۔

عورت: روزِ قیامت پیغمبرؐ خدا کے برابر خصومت ہونے سے ڈر۔  
حارثؓ: تجھ پروائے ہو پھر دنیا کیونکر ملے گی۔  
عورت:۔۔ دنیا لے کر کیا کرے گا۔ جب آخرت نہ ہو۔

حارثؓ:۔۔ میں دیکھتا ہوں کہ تو ان کی حمایت کرتی ہے اٹھ اور ابن زیادؓ کے پاس چل۔

عورت:۔۔ میرے ساتھ اس بڑھاپے میں کیا سلوک کرے گا۔ یہ گفتگو دروازہ کھولنے سے پہلے ہوئی اور ضعیف نے درپردہ میزبانی کے حق کو ادا کر دیا۔ آخر کار وہ بچھ کر بولا کہ دروازہ کھول تاکہ میں آرام کروں اور صبح کو ڈھونڈنے نکلوں۔ عجبوڑا دروازہ کھولا اور سامنے کھانا رکھا۔ وہ ظالم دسترخوان سے اٹھ کر بستر پر آیا۔ کچھ دیر کے بعد بچوں کی صدائے تنفس سنی تو دیوانہ وار بستر سے اٹھا۔ اُدھر شاہزادوں نے ایک مایوس کن خواب دیکھ کر گفتگو شروع کی۔ محمدؐ نے ابراہیمؑ کو جگایا اور کہا میں نے ایک خواب دیکھا ہے جناب رسالتؐ آپ اور علی مرتضیٰؑ اور سیدہ عالمہؑ اور حسینؑ علیہم السلام بہشت میں ٹہل رہے تھے اور ور سے ہیں اور آپ کو دیکھ کر بابائی طرف رُخ کر کے فرماتے ہیں کہ مسلم! تم نے کیوں اپنے بچوں کو دشمنوں میں چھوڑ دیا۔ بابا نے جواب دیا کہ یہ عنقریب حاضر خدمت ہوتے ہیں اور صبح کو میرے پاس ہوں گے۔ ابراہیمؑ نے کہا میں نے بھی یہی خواب دیکھا ہے۔ پردیس میں موت کی خبر نے رگ لادیا اور صدائے گریہ پر حارثؓ اندھیرے میں ٹٹوٹتا ہوا قریب آیا۔ چھوٹے شاہزادے پر ہاتھ پڑا۔ بچے نے پوچھا۔ تم کون ہو تو جواب دیا کہ کھڑکا مالک۔ یہ ڈراؤنی صدائے سنی کر بھائی نے بھائی سے کہا جس بات کا دھڑکا تھا۔ اس کا سامنا ہو گیا۔ حارثؓ نے گفتگو شروع کی۔

حارثؓ:۔۔ تم کون ہو؟

یتیمانِ مسلم<sup>۱</sup>۔ اگر سچ کہہ دیں تو ان دے گا۔ ۶  
حادثہ<sup>۲</sup>۔ بلان

یتیمانِ مسلم<sup>۱</sup>۔ ہم تیرے نبیؐ کی ذریتِ مسلم کے فرزند ہیں۔

حادثہ<sup>۲</sup>۔ مرنے کے ڈر سے نکلے تھے۔ آخر موت سے دوچار ہو گئے۔ خدا

کا شکر ہے کہ اس نے مجھ کو تم پر تخیاب کیا۔

یہ کہہ کر بازوؤں میں رسن باندھی۔ میزبان عودت کبھی اس کے آگے ہاتھ جوڑتی تھی اور کبھی قدموں پر گرتی تھی۔ ظالم نے ایک نہ سنی اور نچے رات بھر سستی میں بندھے ہوئے کھڑے رہے۔ جب سپیدہ کسمخ نمودار ہوا تو اپنے سیاہ نام غلام کو جس کا نام غلیح تھا بلا کر کہا۔ ان بچوں کو فرات کے کنارے بیجا کر قتل کر اور مجھے سروے تاکہ میں دو ہزار درہم امیر سے حاصل کروں۔

غلام نے تلوار اٹھائی اور بچوں کو قتل کے لیے لے چلا۔ عورت دسویں قربانی

نے پھر منبتیں کرنا شروع کیں اور حادثہ سے لپٹ گئی۔ اس نے

غصہ میں آ کر تلوار سے حملہ کیا اور منہ زخمی ہو گئی۔ اس کے بیٹے نے عورت کو چکانا چاہا حادثہ نے اس کو قتل کر دیا۔ غلام یتیموں کو لیے ہوتے چلا۔ تھوڑی راہ طے کی تھی کہ بچوں نے کہا اے غلام تیرے چہرے کی سیاہی بلالؓ نمودن رسولؐ کے چہرے سے کتنی ملتی ہوئی ہے۔ غلام نے کہا بچو تم کون ہو جو میرے آقا نے تمہارے قتل کا حکم دیا ہے؟ کہا ہم تیرے نبیؐ کی عسرت ہیں۔ زندانِ کوفہ سے قتل کے ڈر میں نکل کھڑے ہوئے اور اس ضعیفہ نے ہماری میزبانی کی لیکن آقا تیرا ہمیں قتل کیے دیتا ہے۔ غلام قدموں پر گر پڑا اور پیروں پر بوسہ دیا اور کہا میری جان تم پر خدا ہو خدا کی قسم بروز قیامت میں پیغمبرؐ کو اپنا مخالف بنانے پر تیار نہیں ہوں۔ یہ کہہ کر تلوار ہاتھ سے چینک دی اور وہ فرات میں آ کر پیر تاسوا پار نکل گیا۔ حادثہ نے کہا اے غلام (میاں رکھنا)

کہ بعض مقاتل میں ہے کہ غلام با وفا بھی حادثہ سے قتل ہوا۔

تو نے میری نافرمانی کی۔ غلام نے کہا اطاعت کا تعلق اسی وقت تک ہے جب تک اطاعت  
 الہی سے تصادم نہ ہو۔ حارث نے جھنجھلا کر دوسرے بیٹے کو آواز دی اور کہا اب  
 تو ان دونوں کو لے جا کر قتل کر۔ بیٹیا اس شقی کا آگے بڑھا اور بچوں کی حسرت آئینز  
 گفتگو نے اس کو بھی تلوار پھینکنے پر مجبور کیا اور غلام کی طرح وہ بھی فرات سے عبور  
 کر گیا۔ حارث نے طیش میں آ کر کہا میرے سوا کوئی تمہیں قتل نہ کرے گا۔ یہ کہہ کر تلوار  
 اٹھائی۔ بچے برہنہ شمشیر دیکھ کر سہم گئے۔

یتیمانِ مسلم :- (آنسو بھر کر) اے شیخ ہم کو بازار میں لے جا کر بیچ لے اور  
 پیغمبر کو روز قیامت اپنا دشمن نہ بنا۔

حارث :- نہیں نہیں۔ میں تم دونوں کو قتل کروں گا اور تمہارے سراپن زیاد  
 کو تحفہ دوں گا۔

یتیمانِ مسلم :- ہم کو جو قربت رسولِ خدا سے ہے اس کی بھی رعایت نہ کروں گا؟  
 حارث :- تم کو رسول سے کوئی قربت نہیں ہے۔

یتیمانِ مسلم :- ہم کو زندہ ابنِ زیاد کے پاس لے چل تاکہ وہ ہمارے بارے  
 میں فیصلہ کرے۔

حارث :- میں تمہارا خون بہا کر تقرب حاصل کرنا چاہتا ہوں۔

یتیمانِ مسلم :- کیا ہماری کم سنی پر کبھی رحم نہیں آتا؟

حارث :- تمہاری طرف سے میرے دل میں بالکل رحم نہیں ہے۔

یتیمانِ مسلم :- اگر قتل ہی کرنا ہے تو اتنی مہلت دے کہ دو دو رکعت

نماز پڑھ لیں۔

حارث :- اگر تم کو نماز کچھ نائدہ دے تو پڑھ سکتے ہو۔

بچوں نے نماز پڑھ کے ہاتھ اٹھائے اور کہا یا حییٰ یا حکیم یا احکم

الحاکمین احکم مینا و بینہ بالحق اے احکم الحاکمین ہمارے اور قاتل کے

درمیان توفیقہ کر۔ یہ دعا ختم نہ ہوئی تھی کہ اس نے بڑے بھائی پر حملہ کیا، سر کاٹ ڈالا۔ چھوٹا بھائی بڑے بھائی کے خون میں لوٹنے لگا اور زبان پر یہ حسرت آمیز کلمات تھے۔ "یوں ہی بھائی کا خون منہ پر مل کر رسول خدا سے ملاقات کروں گا۔" عمارت نے جواب دیا۔ کہ میں ابھی بھائی سے ملاتا ہوں۔ یہ کہہ کر چھوٹے بچے کا بھی سر کاٹ لیا اور لاشیں دریا میں ڈال دیں خون آلودہ سر لیے ہوئے ابن زیاد کے پاس روانہ ہوا۔

ستم ایجاد کے دربار میں اس سے پہلے سر حسین آچکا۔ اہل بیت رسول کو غل و زنجیر میں مقید دیکھنا اس کے نزدیک کوئی نئی بات نہیں ہے۔ عبد اللہ بن عقیق ایسے بوڑھے اور نابینا کا قتل بائیس ہاتھ کا کھیل تھا۔ کوفہ کی عنان حکومت ہاتھ میں لینے کے بعد سے آج پہلا دن ہے کہ اس بد بخت کو رحم آتا ہے۔ تخت حکومت پر کروزن سے بیٹھا تھا کہ دفعۃً عمارت لہم کٹے ہوئے سر لیے پہنچا۔ دونوں سروں کو پانی سے دھو کر اس کے سامنے ڈال دیا۔ ابن زیاد نے بھولی بھالی صورتوں کو دیکھتے ہی اٹھ کر ٹہلنے لگا۔ اور غصۃ میں عمارت سے خطاب کیا۔

ابن زیاد: تجھ پر وائے ہو ان بچوں پر کیونکر تابو پایا؟  
 عمارت: تمہارے۔ یہ ضعیفہ کے مہمان تھے۔

ابن زیاد: مہمان کی بھی رعایت نہ کی؟  
 عمارت: نہیں!

ابن زیاد: (وقت آخراں بچوں نے کچھ کہا تھا؟  
 عمارت: ہاں) یہ کہا تھا کہ ہم کو بازار میں لے جا کر بیچ ڈال اور ہماری قیمت سے فائدہ اٹھا، رسول کو اپنا دشمن نہ بنا۔

ابن زیاد: پھر تو نے کیا کہا؟  
 عمارت: میں نے کہا کہ تجھے تو تمہارے سر لے جا کر امیر سے دو ہزار درہم لینا ہیں۔

ابن زیادؓ: پھر کیا ہوا؟

حادثہؓ: پھر کہا کہ ہم کو زندہ ابن زیاد کے پاس لے چل۔

ابن زیادؓ: تو نے کیا جواب دیا؟

حادثہؓ: میں نے کہا کہ تجھے تو تمہارے خون بہا کا تقرب حاصل کرنا ہے۔

ابن زیادؓ: اگر تو ان کو زندہ لے آتا تو دونے انعام کا مستحق تھا اور میں تجھے

چار ہزار روپے دیتا۔

حادثہؓ: بچوں نے پھر یہ بھی کہا کہ پیغمبر سے ہماری قرابت کا لحاظ کر۔

ابن زیادؓ: اس کا کیا جواب دیا؟

حادثہؓ: میں نے کہا تم کو رسولؐ سے کوئی قرابت نہیں۔

ابن زیادؓ: وائے ہو تجھ پر! پھر کیا کہا؟

حادثہؓ: پھر یہ کہا ہمارے بچپن پر رحم کر۔

ابن زیادؓ: اس کا کیا جواب دیا؟

حادثہؓ: میں نے کہا میرے دل میں تمہاری طرف سے رحم چھو نہیں گیا ہے۔

ابن زیادؓ: کچھ اور کہا تھا؟

حادثہؓ: (ہاں یہ بھی) کہا کہ ہم کو دو رکعت نماز پڑھ لینے دے۔ میں نے

کہا کہ اگر تم کو نماز کچھ فائدہ دے تو پڑھ لو۔ انہوں نے دو دو رکعت نماز پڑھی۔

ابن زیادؓ: نماز پڑھ کے کیا کہا؟

حادثہؓ: ہاتھ اٹھا کے دعا کی اور کہا یا حی یا قیوم یا اے عالم الحاکمین اے حکم بیننا و بیننا الحق۔

ابن زیادؓ: اے حکم الحاکمین نے تیرے لیے جو فیصلہ کیا ہے اسے دیکھ۔ یہ کہنے پایا

تھا کہ (اشارہ پاکس) ایک شامی اٹھا۔ ابن زیاد نے کہا۔ اسے اسی مقام پر لے جا کر قتل

کر وہاں بچے ذبح کیے گئے ہیں۔ تاریخ میں ہے کہ اس شامی کا نام مقاتل اور دل سے

اہل بیت حسین سے محبت رکھتا تھا۔ ابن زیاد کو ایسا فہمیدہ آدمی ملتا۔ اس نے

وہ اس کے جدا کرنے پر تیار نہ ہوا۔ مقاتل نے ابن زیاد سے کہا کہ امیر اجازت دے کہ میں جس طرح چاہوں اس شقی کو قتل کروں۔ غرض ہاتھ عمارت کے گردن سے باندھے گئے اور اس کو عمر برہنہ بازار کو فہ سے کشاں کشاں کھینچتے ہوئے فرات کے کنارے پر لائے۔ راستہ میں نقیب عمارت کا تعارف کرا رہا تھا اور جدھر سے گذرتے تھے لوگ لعنت بھیجتے تھے۔ عمارت کو جب یقین ہو گیا کہ میری جان نہ بچے گی تو مقاتل سے کہا کہ دس ہزار اشرفیاں لے کر میری جان بچالے۔ مقاتل نے کہا اگر ساری دنیا تیری ملکیت ہو جائے اور تو وہ مجھ کو دیدے تو اس وقت بھی جان نہ چھوڑوں گا۔ مجھے تیری جان کے عوض میں بہشت میں جگہ لینا ہے۔

بائیں ختم ہوئیں اور قتل گاہ پہنچ کر یہ دلخراش منظر دیکھا کہ ادھر عورت زخم کی اذیت سے تڑپ رہی ہے ادھر دوسرا لڑکا جس نے عورت کو بچانا چاہا تھا ذبح کیا پڑا ہے۔ بے گناہ بچوں کا خون ناحق دیکھ کر مقاتل کی نظروں میں دنیا اندھیر ہو گئی اور اپنے ظالم کو حکم دیا کہ عمارت کے ہاتھ پاؤں قطع کرے۔ پھر آنکھیں کان نہ دسر سے نکال کر ذبح کر دے اور دونوں کان کاٹ کے قطع شدہ اعضاء شکم چاک کر کے اس میں رکھ دے اور پتھر باندھ کر دریا میں بہا دے۔ تین مرتبہ اس لاش کو پانی میں بہانا چاہا مگر دریا نے قبول نہ کیا اور لاش ساحل پر پھینک دی۔ اسی طرح تین مرتبہ کنوئیں میں ڈالا اور خص و خاشاک سے چاہ کو بند کر دیا مگر زمین نے بھی لاش پھینکی۔ اس وقت جسم کو نذر آتش کر دیا اور رکھ کو ہوا میں منتشر کر دیا۔

اس کے بعد ستیان مسلم کے دونوں سر بریدہ دریا میں تیرانے کا ارادہ کیا تھا کہ لاشیں اجماع کے سطح پر آئیں اور سردی سے ملحق ہو کر تہ نشین ہو گئیں۔ بنا بریں شہزادوں کی قبر کا وجود نہیں ہے۔ جس مقام پر عمارت گرنے سے گناہ بچوں کو ذبح کیا تھا وہاں دو قبے بطور یادگار بنا دیے گئے ہیں۔

# باب المراثی ۱۲۹

میاں دلگیر

روئے حادث دیکھتے تھے اس طرح ملک کے لال صید وقت ذبح دیکھے جیسے منہ صیاد کا

صفتیں

دو یتیموں کے سراک مذب میں لائے ہیں غضب سخت تھا کیا ہی کلیجہ حادث ناپاک کا

دہلیز

مسلم شہید تارک میں منموم و حزیں تھے پرولیں میں فرزند کہیں آپ کہیں تھے

انیس

چلاتے تھے مسلم کے سپر قتل نہ کر مظلوم ہیں اور بے پدر قتل نہ کر

عشق

رہا ایک پر ایک دل سے فدا نہ شب کو جدا تھے نہ دن کو جدا

محبت کی بس ہو گئی اتہا رہے ساتھ فرزند مسلم اسدا

تولا شے بھی دریا میں باہم رہے

فصاحت

شب کو زنداں سے نکل آئے جو مسلم کے یتیم ہائے دونوں کو پھرایا گردش تقدیر نے

نثر

بے جرم کے جارا بچوں کو دریا کی روانی شاہد ہے بے آب تھا خنجر حادث کا بیتا ہوا پانی شاہد ہے

خنجر

بھولے گی نہ دنیا کبھی حادث لہو کے مظالم مسلموں کے جگر بندوں کا افسانہ رہے گا

عیش پاروی

اٹھائی تھی نہ تیغ ظلم اے حادث یتیموں پر کہ جن کی بیگسی پر موت کو خود پیار آتا تھا

یکتا آروہوی

ہزار منتیں حادث سے کس یتیموں نے کسی طرح مگر اس کو نہ ان پر رحم آیا

## ساتواں باب خاتمہ کلام

**روضہ** مسجد کوفہ کی بائیں سمت قبلہ کی طرف ضریح مبارک حضرت مسلمؓ واقع ہے جس پر کاشانی قبہ بنا ہوا ہے اور پائین پادوسرے رخ پر روضہ ہانی ہے۔ دروازہ رواق پر قرآن مجید کی آیت "فِي بُيُوتٍ اُذِنَ اللّٰهُ اَنْ تَرْفَعَ" تحریر ہے اور یہ دو جگہ خراش شعر لکھے ہوئے ہیں۔

زیدہ روایت ہے محمد جملہ و نیل  
فغان آہ کہ مسلم بکوفہ گشت شہید  
کہ اہل کوفہ بکشت مسلم ابن عقیل  
بحکم زادہ مرجانہ آن لعین پلید  
ضریح لقرنی ہے جس پر سوزن کار شامیانہ نصب ہے اندرون حجرہ آئینہ بڑی  
ہے دروازہ حجرہ کا چوٹی ہے۔ حضرت ہانیؓ کی ضریح پیتل کی ہے دونوں مزاروں  
پر زیارت کی تختی معلق ہے۔ یہ روضہ مسجد کوفہ سے اس قدر قریب ہے کہ اشتباہ  
ہوتا ہے مبادا جزو مسجد نہ ہوں۔ سید طباطبائی علیہ الرحمہ نے اپنے فتوے سے  
اس حصہ کے جزو مسجد ہونے کی نفی کی ہے۔ عروۃ الوثقی ص ۵۴

**کرامات** یہ روضہ بھی زیارت گاہِ خلق ہے اور ضریح سے خوارق عادات  
ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ زائرین کی مرادیں پوری ہوتی ہیں اور  
بسا اوقات وہ پیچیدہ مقدمے جن کا فیصلہ کرنے سے حکومت عاجز ہوتی ہے حضرت  
مسلمؓ سے تمسک کے بعد طے ہو جاتے ہیں۔ میں نے عراق کی ثقافت سے سنا ہے کہ عربوں نے  
اپنی مشکلات حل کرنے کے لیے یہ تقسیم عمل کی ہے کہ بغداد کے لوگ روضہ حضرت سید محمدؓ پر  
اور کربلا کے روضہ ابی الفضلؓ پر اور کوفہ کے روضہ مسلمؓ پر دادرسی کے لئے حاضر ہوتے  
ہیں۔

(۱) میرے دوست اور قوم شیوعہ کے محسن اعظم نواب حسین علی خان صاحب دام اقبالہ نے بیان کیا ہے کہ سال ۱۹۲۷ء میں ہم نے سفر عراق کیا اور ذی الحجہ میں عقیبات عالیات پہنچ گئے۔ ہمارے کوفہ پہنچنے کے چند ہی روز پہلے روضہ حضرت مسلمؓ سے یہ معجزہ ظاہر ہوا تھا کہ ایک عورت مسجد کوفہ کے نزدیک غسل کر رہی تھی۔ اس پر کبریٰ سیاہی کی نظر پڑ گئی اور بار بار اٹھنے آگے بڑھا۔ عورت نے اپنی عصمت بچانے کے لیے روضہ حضرت مسلمؓ میں پناہ لی اور حضرت سے فریاد کی اور ہر وہ عسکر عدو روضہ میں داخل ہوا اور بقدرت خدا عورت ہو گیا۔

(نوٹ) مرد کا عورت ہو جانا ناممکن بات نہیں ہے۔ ستمبر ۱۹۳۲ء میں اخبارات میں یہ خبر آئی تھی کہ خالصہ کالج امرتسر کا ایک طالب علم عورت ہو گیا اور میوہسپتال لاہور میں لایا گیا۔

(۲) ایک شیخ اور سید میں اختلاف شدید ہو گیا اور نوبت مقدمہ پہنچی۔ عدالت عالیہ میں پہنچ کر یہ طے پایا کہ حضرت مسلمؓ کو حکم قرار دیدیا جائے فریقین کے وکیل مع اپنے ثبوت کے پہنچے۔ کاغذات فریح مبارک کے سامنے پڑھ کر سنائے گئے اور حکم صادر ہونے کا انتظار شروع کیا۔ دیر گزر گئی اور کوئی فیصلہ نہ ہوا۔ فریقین کسی قدر یابوس ہو کر روضہ سے چلے۔ شیخ نے ایک قدم روضہ کے باہر نکالا تھا اور ایک اندر تھا کہ دفعتاً اس کا شکم چاک ہو گیا۔ سید کی حقیقت کا یقین ہوا۔ ایسی ہی بکثرت کرامات ہیں جن کو یلجا کرنے سے پوری کتاب مرتب ہو سکتی ہے۔

**نقل روضہ** لکھنؤ کو یہ شرف حاصل ہے کہ شہر کے طول و عرض میں تمام مشاہد مقدسہ کی نقلیں موجود ہیں فرزند ان حضرت مسلمؓ کے مزار کی شبیہ بنوانے کا فخر منشی فضل حسین خاں مرحوم کو حاصل ہے جنہوں نے اپنے دور میں اس عمارت کی بنیاد قائم کی۔ یہ متبرک جگہ لکھنؤ میں منشی فضل حسین صاحب کی کربلا کے نام سے مشہور ہے۔ وکٹوریہ گنج کے شاہی

ہسپتال سے جو راستہ کربلا لے تاکہ گھر جاتا ہے وہاں سے تھوڑے فاصلہ پر  
 داہنی جانب یہ روضہ موجود ہے جس میں دروازہ سے داخل ہوتے ہی دروازے کے  
 پختہ مسجد ہے اور بائیں سمت یتیمان مسلم کے دوسرے بلند گنبد ہیں۔ اس عمارت کے  
 رقبہ میں مومنین کی قبریں ہیں۔ ایام عزاء میں مقامی اہل ایمان خصوصیت سے زیارت  
 کو جاتے ہیں اور لوگوں کی مرادیں پوری ہوتی ہیں۔

### تابوت

اس میں کیا شک ہے کہ عزاداری مذہب شیعوں کی بقا کا ذریعہ ہے  
 اور ہندوستان میں دین جعفری کی تاسیس کے ساتھ عزاء حسینؑ  
 نے بھی رفتہ رفتہ ترقی کی۔ شاہان اودھ نے اپنی مذہب نواز حکومت میں تعزیر  
 داری کو معراج کمال پر پہنچایا۔ ہمیں نہیں معلوم کہ عہد شاہی میں حضرت مسلمؑ کا  
 تابوت کس نشان و نشوونما کے ساتھ اٹھتا تھا۔ میرے خیال میں دو درجہ میں سب  
 سے پہلے لکھنؤ کے ایک غریب عزادار مرزا محمد عسکری صاحب کتاب خوان مرحوم  
 نے آج سے ۴۰ سال قبل غسائی نامہ پاننانا لکھنؤ سے تابوت حضرت مسلمؑ اٹھانا  
 شروع کیا جو ۹ ذی الحجہ کو عصر کے وقت برابر اٹھتا ہے شہر کے دیگر حلقوں میں بھی  
 اب مجلس و تابوت کثرت سے اٹھتے ہیں اور روز بروز اس علم آفریں تاریخ کی  
 رونق بڑھتی جاتی ہے۔ اہل ایمان کا فرض ہے کہ اگر ان کے دل میں حسینی محبت ہے  
 اور وہ ایام عزاداری میں اپنا سرمایہ صرف کر رہے ہیں تو پہلے ان کو حضرت مسلمؑ کی  
 عزاء پر توجہ مبذول کرنا چاہیے۔ امام حسینؑ مصیبتوں کا شہر ہیں تو مسلمؑ دروازہ۔

### اختتامی تبصرہ اور

### حضرت مسلمؑ کی تعلیمات

اس ساری بحث کا نتیجہ کیا ہے اور گذشتہ  
 قلم فرسائی سے قوم کو کیا سبق ملتا ہے۔ یہ  
 باب طویل ہے۔ مختصر طور پر پہلے حضرت کی  
 شخصیت میں چند اہم خصوصیات اور ذاتی کمالات کا یقین رکھنا چاہیے۔ پھر  
 ان کو انسان کامل مان لینے کے بعد کہاں تک ان کی تعلیمات پر عمل نہ ہوگا۔ یہ  
 مقصد و نمبروں میں بیان کیا جاتا ہے۔

دن اے مسلم بن عقیلؑ آپ نے پردیس میں حق کی حمایت کرتے ہوئے جہان  
 دے کر بتایا کہ مجھ میں امامت کے سوا کسی کمال کی کمی نہیں ہے۔ ہم نے چاہا تھا کہ  
 امامت کی جگر عصمت کا لفظ قلم سے لکھے مگر آپ سے منافی عصمت کوئی فعل نہیں دیکھا،  
 اس لیے اس لفظ سے ذات کا تعارف نہ ہوتا۔ ان میں اوصاف انبیاءؑ کی جھلک تھی  
 وہ امتحان میں مرسلینؑ کے دوش بدوش تھے۔ ان کی مشکلات صحابہ اور تابعین کی  
 مشکلات سے سخت تھیں۔ آدمؑ فراقِ جنت میں مبتلا اور مسلمؑ سردارِ جوآنانِ جنت  
 کی فرقت میں بیقرار، ان کی جنتِ فردوسِ حسینیت تھی جس سے وقتی طور پر وہ علیحدہ  
 کر دیے گئے تھے۔ نوحؑ کا بیڑا طوفانِ عذاب سے پار ہوا، مسلمؑ نے حسینیت کی کشتی  
 کو گردابِ فنا سے نکالا، اور یسٰیٰؑ آسمان پر بلند ہوئے، مسلمؑ کو سماءِ شہادت پر  
 رفعت ہوئی۔ صالحؑ کا ناقہ پے ہوا، ان کے بچے ذبح ہوئے۔ یعقوبؑ نے بیت  
 المقدس کی خدمت کی، مسلمؑ نے مسجد کو فرہ کو لبسایا جو بیت المقدس سے کم نہیں۔ وہ  
 فراقِ فرزند میں آٹھ آٹھ آنسو روئے، مسلمؑ بچوں کی جدائی میں صبر کرتے رہے۔  
 یوسفؑ کنویں میں گرائے گئے، مسلمؑ کی راہ میں خس پوش کنواں ان کی جنگ ختم ہونے  
 کا سبب ہوا۔ ابراہیمؑ آگ میں ڈالے گئے، مسلمؑ پر کوفہ کے کوکھٹوں سے آگ برسائی گئی۔  
 اسمعیلؑ کا لقب مجازاً ذبیح ہے مگر مسلمؑ حقیقتاً ذبیح ہیں۔ اسمعیلؑ صادق الوعد نے  
 وعدے کی سچائی سے بے پناہ عزت حاصل کی تو مسلمؑ نے بھی جان دے کر حسینؑ سے  
 جو وعدہ کیا تھا وہ پورا کیا۔ حضرت نے دیوار اٹھائی، مسلمؑ نے اسلامی جہاد میں قوت  
 پہنچائی۔ انہوں نے سفینہ کو عیب دار کر دیا، مسلمؑ نے سفینہ مذہب کو بے عیب بنایا  
 وہ آبِ حیات سے سیراب ہوئے اور ان کو مرتے وقت بھی پانی نہ دیا گیا۔ انہوں نے  
 حیاتِ مذہب پر اپنی جان نثار کی وہ موسیٰ بن عمرانؑ کے بھی مثیل تھے حضرت موسیٰؑ  
 فرعون کے سامنے آئے اور مسلمؑ ابنِ زیادؑ کے روبرو۔ فرعونؑ لدا الزنا ہوتا تو  
 موسیٰؑ کو قتل کرتا مگر فرعونؑ کو فرہ لدا الحرام تھا۔ اگر موسیٰؑ نے سفر کی سختی کا شکوہ  
 کیا "لقد لعنتنا من سفرنا هذا نصبا" تو مسلمؑ نے بھی مفر کی ابتدائی منزل کا

گھل گیا۔ مسلم میں بارونیت بھی موجود تھی، بھائی کا ساتھ دینے میں حضرت ہارونؑ سے کسی قدر آگے رہے وہ دانیال کے ایسے خوش بخت نہ تھے کہ درندے ان کی پرورش کرتے۔ ان کا امتحان ایسا سخت تھا کہ میزبان انسانوں نے حیوانیت کا مظاہرہ کیا۔ یونسؑ نے قوم سے گریز کیا مگر مسلم کو فرار کی نوبت ہرگز نہیں آئی۔ وہ عالم بحر بگری تاریکی میں یہ دریائے غم میں۔ سلیمان نے بنی جان پر وقتی حکومت کی اور مسلم کا ماتم انسان اور جن برطبقہ میں آج تک ہے۔ زکریاؑ کی عبادت مشہور ہے تو مسلم کی وداعی عبادت دنیا بھول نہیں سکتی۔ یحییٰؑ کا زہر اور مسلم کا تقویٰ معصوم اور غیر معصوم ہونے سے مساوی نہ ہو تو سرکٹنے میں تو دونوں مظلوم ایک منزل پر ہیں۔ عیسیٰ بن مریمؑ دار پر چڑھانے سے محفوظ رہے مگر مسلم کو سولی دی گئی۔ پیغمبرِ آخر الزماں کے دندان مبارک پر ضرب شدید آئی تو مسلم کے بھی دانت تلوار کی ضرب سے توڑ دیے گئے۔ اپنے ہاتھ سے ید اللہ نے خیبر کا دریا اکھاڑا اور مسلم نے ٹھوکر سے طوعہ کا دروازہ توڑ کر گرا دیا۔ یقیناً آپ سلف صالحین کی یادگار تھے۔ کربلا والوں کی شبیہ آخر عبادت اور مسلم کمالات بھر خانہ طوعہ میں محوطاعت رہنا بھونٹا نہیں۔ انصارِ حسینؑ پیادے تھے تو مقتدر نے ان کو بھی تشنہ دگر سندر کھا وہاں جو کار نمایاں بہت سے مل کر کیا تھا وہ یہاں تن تنہا نے کیا۔ تاریخ بتا چکی کہ مسلم عصر کے وقت تک لڑنے جس طرح امام کی جنگ وقت عصر ختم ہوئی مسلم نے بھی عصر کے وقت ہاتھ روکا، ان کی شہادت نشیب میں اور ان کو بھی گڑھے میں گرایا۔ اگم اس دلدوز حادثہ کے بعد شہادتِ حسینؑ نہ ہوتی تو دنیا کبھی ایسی غیر العقول جنگ کو فراموش نہ کرتی۔ واقعہ کربلا نے اہمیت کو دبا دیا دنیا کو فہ کو بے وفا کہے مگر یہ کو فہی کے ونا شعار شیعہ تھے جنہوں نے امام مسجد کو فہ کی باری باری حفاظت کی ورنہ ایک شخص چھپر کی طرح قتل ہو جاتا۔ باقی نے مسلم کو مہمان کر کے وہ درجہ خدا سے حاصل کیا جو شعیبؑ کو موسیٰ کی میزبانی میں ملا۔

(۲) اگر آپ کے صبر استقلال، شجاعت، بہادری، ایثار و مواسات سے دنیا سبق لے تو شاہراہ ترقی تک پہنچ جانا کچھ دشوار نہیں ہے۔

تعلیمات

آپ کی زندگی کی بیشمار تعلیمات میں دنیا کو متوجہ کرتے ہیں کہ وہ آپ کا ایسا استقلال پیدا کرے اور جذبات پائمال کرے۔ انسانی نفس کہتا تھا کہ ساحقی کے مر جانے اور ہرن کے پتھر صیاد میں دیکھنے کو شوگون بد سمجھیں مگر امام کی طرف سے جواب پانے پر پھر ہمیشہ کے لئے دل سے خیال کو نکال دیا وہ ایسے شریف النفس تھے کہ دشمن کو قابو میں پا کر میزبان کے گھر میں قتل نہیں کیا وہ مصیبتوں میں پڑنے کو آسان سمجھتے تھے اور دھبہ دامن تک آنے نہیں دیا کہ غیر کے مکان میں کشت و خون ہو۔ ابتدا جنگ ان کا شیوہ نہ تھا اور خاندانی رویہ ان کو پابند بنا چکا تھا کہ تلوار جب کھینچنا مدافعت انداز میں جنگ میں دشمن پر سبقت کسی طرح روا نہیں۔ ان کی زندگی سے جذبہ اطاعت کا تعارف ہوتا تھا وہ ویسے نام نہاد اصحاب میں نہ تھے جن کو مرسل<sup>۱</sup> لشکر ترقیب دے کر روانہ کرے اور وہ اس جذبہ میں کہ رسول<sup>۲</sup> کا وقت آخر ہے ہم اس وقت ان کو چھوڑنا نہیں چاہتے کہانہ مابین حبشہ اسامہ کا جو انجام ہوا وہی موقع حضرت مسلم کے سامنے تھا ان کے دل میں حسین کی سچی محبت و عظمت تھی مگر وہ محبت پر بقا امام کی اطاعت کو سمجھتے تھے۔ لاکھ دل چاہتا تھا کہ حسین کو نہ چھوڑو مگر نفس کشی کی اور جس امر پر مامور ہوئے تھے اس کو پورا کر دیا انہوں نے واجبات کی بھی اہمیت بتائی ماہ رمضان میں مرکز سے روانہ ہوئے تھے سفر میں روزہ سا قوط ہے کوفہ میں قیام کرنے پر پیہم مصائب کا سامنا ہوا لیکن اس عالم مسافرت میں بھی قضا روزے رکھ لیتے۔ اگر مشغول الزمہ ہوتے تو چار سو درہم قرصہ کی ادائیگی کی وصیت کے ساتھ روزے کے بارے میں بدرجہ اولیٰ وصیت کرتے۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ امام کی محبت میں انسان کھربار چھوڑ دے تو عین سعادت ہے۔ کوفہ کے اہل ایمان نے ایک مسئلہ کو اور حل کیا، شہید پر غسل و کفن نہیں ہے ہاں وہ مسلم کا شہید ہونا ناقابل انکار حقیقت ہے۔ پھر گزشتہ بیان میں یہ کیوں گذرا کہ دونوں لاشوں کو غسل دیا گیا وجہ اس کی یہ ہے کہ لاشوں کو بازار کوفہ میں کھینچنے سے بظاہر خارجی نجاستیں پہنچ گئی تھیں جس کی طہارت اور زائلہ نجاست کے لئے غسل دیا ہو۔ العالم۔

## حضرت مسلم کے پسماندگان

اولادِ نرینہ سے تو یقیناً مسلم کی نسل قطع ہو گئی۔  
دو بچے کوفہ میں اور دو کربلا میں شہید ہو گئے۔

اولاد کہاں باقی رہی یہ ممکن ہے کہ یتیمہ مسلم سے نسل برہم ہو۔ مگر اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ ہاں جناب عقیلؑ کی نسل بیشک دورِ امام جعفر صادقؑ تک تھی۔ ہشام بن حکم مشہور نوجوان مناظر کی آمد کے موقع پر امام جعفر صادقؑ کے چہرے سے جو خوشی کے آثار ظاہر ہوئے اور آپ نے فرمایا کہ خدا نے کعبہ کی قسم ہشام (آ رہے ہیں) اس کو سن کر حاضر وقت راوی کا بیان ہے کہ میں گمان ہوا اولادِ عقیلؑ سے ایک شخص ہشام بڑا دوست حضرت کا تھا وہی ہو گا۔ یہ شخص کس کی اولاد سے تھا۔ اس کی صراحت نہیں ہے۔

ایسا حادثہ بھی دنیا میں کم ہوا ہو گا کہ مرنے والے کے بعد پسماندگان بھی سفرِ آخرت کر گئے۔ جناب مسلمؑ کے بھائیوں میں جعفرؑ، عبدالرحمنؑ، عبداللہؑ، موسیٰؑ، عونؑ، علیؑ کا واقعہ کربلا میں اذنِ جہاد حاصل کر کے لڑنا اور پھر شہید ہونا مقاتل میں موجود ہے اور بھتیجیوں میں جعفرؑ، احمدؑ جو آپ کے بھائی محمد بن عقیلؑ کے فرزند تھے اور محمد جو آپ کے دوسرے بھائی سعید بن عقیلؑ کے بیٹے تھے ان کی لڑائی اور شہادت بھی موجود ہے۔ صرافہ باہلی نے آلِ علیؑ کے مرثیہ میں غالباً انہی کی طرف اشارہ کیا ہے "اے آنکھِ نالہ و فریاد کے ساتھ ساتھ آنسو بہا اور اگر نوحہ کرنا ہے تو آلِ رسولؐ پر نوحہ کر" تو ان میں علیؑ کے صلیب تھے جو قتل ہوئے اور (۹) اولادِ عقیلؑ سے ممکن ہے کہ ان میں سے کوئی صاحبِ اولاد ہو اور اس کی نسل بڑھ کر دورِ صادقؑ تک پہنچی ہو یا ان کے علاوہ کسی اور بھائی بھتیجی کی نسل ہو واللہ العلیم۔

لہذا شادی ۱۶ھ ام لیمان اور زینب بھی حضرت عقیلؑ کی بیٹیاں تھیں ممکن ہے ان کی نسل ہو  
۱۲۔ (جلد اول میمون) ۱۶ھ تسمہ منہم لصلب علیؑ قد وابتدہ او تسعہ لعقیل۔

## مقتولین کی فہرست

ان شہیدہ مقتولین کی فہرست جو شہادتِ مسلم کے سلسلہ میں قبل و بعد قتل ہوئے۔

نمبر شمار	نام مقتولین	مقام قتل	سزائے موت کی وجہ
۱	دارع <sup>ؓ</sup>	بصرہ	امام حسینؑ کا خط بصرہ پہنچانا
۲-۳	محمد بن کثیر <sup>ؓ</sup> مع فرزند	کوفہ	حضرت مسلم کی مینزبانی
۴	ہانی بن عروہ <sup>ؓ</sup>	کوفہ	حضرت مسلم کی مینزبانی
۵	عبدالاعلیٰ بن یزید مکی	کوفہ	نصرتِ حسین کا ارادہ
۶	عمارہ بن صلح <sup>ؓ</sup>	کوفہ	نصرتِ حسین کا ارادہ
۷	قیس بن مسہر <sup>ؓ</sup>	کوفہ	امام کی نامہ بری
۸	عبداللہ بن یقطر <sup>ؓ</sup>	کوفہ	امام کی نامہ بری
۹	مشکور <sup>ؓ</sup> جلیل کوفہ	کوفہ	یلتیان مسلم کو جیل سے رہا کر دینا۔
۱۰	فرزند عمارت	کوفہ	مینزبان عورت کو شمشیر حارث سے بچانا

یہ وہ قربانیاں ہیں جو قتلِ مسلم کے سلسلہ میں ہوئیں۔ کیا شہدا اور کربلا کے ساتھ نذر نیا کے موقع پر آپ ان سرفروش حضرات کو یاد رکھیں گے اور ان کی پاک روحوں کو اپنے اعمال خیر کا ثواب ہدیہ کریں گے۔ اس پر اگندہ فوج کے سپہ سالار حضرت مسلمؑ ہیں وہ اور ان کے دونوں نہال کوفہ کو اپنی کربلا بنا گئے۔

شہادتِ حضرت مسلمؑ پر علامہ حکیم محمد ممتاز حسین عثمانی  
المتوفی ۱۹۳۶ء مدیر اودھ پیچ لکھنؤ کے تاثرات

ذیل میں ہم اس فاضلانہ مقالہ کو درج کر کے کتاب ختم کرتے ہیں جو سرفراز

محرم نمبر ۱۳۵۲ھ میں شائع ہوا۔ ہم کو ذاتی طور پر علم ہے کہ ادارہ سرفراز کی تحریک پر یہ مضمون اس طرح مرتب ہوا کہ علامہ حکیم محمد ممتاز حسین عثمانی مرحوم بولتے جلتے تھے اور ادیب عصر شیخ ممتاز حسین صاحب جو نیوری لکھتے جاتے تھے۔

مظلوم کربلا کے قافلہ کا ہر اول شہادت مسلم میں  
بیکسی حسین کا عکس ایک عالم علوم مشرقی کے قلم سے

یہ جلیل الشان مجاہد حسین نے اپنے خون سے وفاداری اسلام کا باغ سینچا ان یگانہ بہاروں میں سے ایک فرد ہے جس سے امام حسینؑ کا مختصر شکرت مرتب ہے اور اس میں شبہ نہیں کہ یہ میدان کربلا میں امام حسینؑ کے ساتھ ہوتے تو مثل حضرت عباسؑ لشکر شام پر بلائیں نازل کرتے مگر تقدیر نے تنہا ان کے لیے قبل از واقعہ کربلا ایک میدان آراستہ کیا تھا جس کے سر کرنے میں ان کا کوئی شریک نہ سہم نہ تھا۔ واقعات مشہور ہیں اور اس قابل ہیں کہ ان کی تصویر وضاحت سے دکھائی جائے مگر افسوس کہ سلسلہ ان واقعات کا پاشاں ہے کتب انساب میں ان کا ذکر اس قدر ہے کہ یہ حضرت علیؑ کے منجھلے بھائی عقیلؑ کے صاحبزادے تھے اور یہ کہ حضرت عباسؑ بن علیؑ کی حقیقی بہن ان کے جہاں عقد میں تھیں اور اس لحاظ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ شہادت مسلم سے حضرت امام حسینؑ پر اپنی بہن کی بیوگی کا یہ پہلا داغ نہایت گراں گزرا۔ مسلم کا ارادہ تھا کہ اس فوج کے سردار بن کر خروج کریں مگر بائی نے اجازت نہ دی حکمت علیؑ کی راہ سے مسلم کی رائے صائب تھی یعنی اگر حملہ ہو جاتا تو جوش کی تازگی غالباً کامیابی پر ختم ہوتی اور یہ نوبت بہم نہ پہنچتی کہ مجمع منتشر ہو جاتا اور مسلم ایک و تنہا رہ جاتے لیکن اس وقت امر حق ایسا منجھلی نہ ہوتا جیسا کہ شہادت سے ہوا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ امر حق وفات پیغمبرؐ کے بعد ہی سے مشتبہ ہوا یعنی بعد وفات پیغمبرؐ حضرت علیؑ نے میر کیا۔ مسلم مرے تو کیا ہوتا وہی جو علیؑ کی لڑائی سے ہوا۔ اچھا ہوا کہ لڑائی

نہ سبوتی ورنہ دشمن یہی کہتے کہ یزید یوں نے اپنی جان کی حفاظت کی اور یہ جنگ مدافعانہ تھی۔

واقعات اس مضمون کے مناقب ابن شہر آشوب سے ماخوذ ہیں۔ اس کتاب میں مسلم کے ان دو چھوٹے بچوں کا تذکرہ نہیں ہے جو باپ کے ساتھ سے چھوٹ گئے تھے۔ در بدر مارے مارے پھرتے تھے۔ یہاں ہمیں ان دو غریب سید زادوں کا حال لکھنا مقصود نہیں ہے۔ مسلم کو دشمن کے گھر میں پناہ ملی مگر یہ جائے پناہ خود ہی ایک جال بن گئی جس میں یہ اجل رسیدہ طائر کھنس گیا۔ طوعہ کے لطن سے اسید حفری کا ایک لڑکا لہلال نامی تھا وہ مسلم کے حال سے واقف ہو گیا اور دربار میں اپنے سوتیلے باپ کو خبر دینے پہنچا۔ ایک دیا سلائی تھی جس نے کینہ اور حسد کے بارود میں آگ لگا دی۔ گروہ گروہ دستہ دستہ جوق جوق فوجیں اس تن تنہا مسافر پر وار کرنے کے لئے طوعہ کے گھر پر روانہ ہوئیں جس میں ۱۲ آدمی مسلم کے ہاتھوں کھیت رہے اور ۲۹ جاں لے کے بھاگے۔ ابن زیاد نے دوسری فوج بھیجی یہ بھی خائب و خاسر بھاگی اور اس میں سے ۱۲ آدمی مقتول ہوئے۔ بقیۃ السیف نے پھر کک طلب کی۔ ابن زیاد جھلا گیا اور کہنے لگا کہ ایک فرد سے اتنی بڑی فوج کا گھونگھٹ کھانا کتنی بڑی شرم کی بات ہے۔ لوگوں نے کہا کسی نیٹے بقال کا معاملہ نہیں ہے یہ بیشہ شجاعت مر تصوی کا شیر دلیر ہے۔ اس کے منہ چڑھنا سہل نہیں ہے۔ فوج بڑی دل کی صورت میں بھیجی گئی جس کا شمار خدا ہی جانتا ہے ان میں سے تلوار و نیزہ و تیر لے کے حملہ کرنے والے اپنا وار کرتے تھے مگر بس نہ چلتا تھا آخر ڈھیلے پتھر کی نوبت آئی۔ مسلم پشت فرسی پر قائم نہ رہ سکے اور اسیر ہو گئے۔ سرتن سے جدا کیا پھر جمہا طہر کو نیچے گر دیا گویا نوین ذی الحجہ کو امام حسینؑ شہید ہو گئے۔ (ص ۲۸ لغایت ص ۳۰)

ہم نے شہادتِ مسلم پر جو حقائق  
بحث فرمائی ہے اس کا خلاصہ  
درج کیا جاتا ہے :-

علامہ کنتوری مولانا سید غلام حسین  
طاب ثراہ کے تاثرات

۱) حضرت مسلمؓ میں چند خصوصیات ایسی تھیں جو کسی اور صحابی اور اہل بیت  
میں نہ تھیں۔ رسولؐ نے ان کے حق میں فرمایا کہ مسلمؓ نرزد عقیلؓ میرے نرزد  
حسینؓ کی محبت میں قتل کیا جائے گا جو مومن میری امت میں ہیں ان کی آنکھیں  
مسلمؓ کی مصیبت پر روئیں گی اور ملائکہ حضرت مسلمؓ پر درود بھیجیں گے یا یہ  
معنی ہیں کہ ان کے جنازے پر نماز پڑھیں گے۔ لفظ صلوٰۃ سے اگر دعا کے معنی  
لیئے جائیں یعنی ملائکہ درود پڑھیں گے اس سے تو فضیلت آپ کی ثابت ہے اور  
اگر لفظ صلوٰۃ سے نماز جنازہ کے معنی مراد ہیں تو باوجود فضیلت کے یہ حدیث  
حضرت کی تنہائی و غریبی پر بھی دلالت کرتی ہے یعنی ایسے مقام پر تنہا شہید  
کیئے جائیں گے جہاں ان کے جنازے پر کوئی نماز بھی نہ پڑھے گا۔ دوست  
بخوف تقیہ اور دشمن براہ عداوت پس ملائکہ مقربین ان کی نماز جنازہ پڑھیں  
گے۔ بہتر یہی ہے کہ معنی صلوٰۃ کے یہی مراد لیئے جائیں۔

۲) جناب فاطمہ زہراؓ ان کی خون آلود لاش پر روئیں اور اس لاش کو جس  
کے اعضاء صدمہ سے ٹھوکروں کی راہ کے پتھروں سے پارہ پارہ ہو گئے تھے اپنی گود  
میں لیا جیسا کہ حُر بن یزید ریاحیؒ نے اس کیفیت کو خواب میں دیکھا ہے اور ماتمی  
کیڑے عزاداری میں حضرت مسلمؓ کے پینے جس طرح اپنے فرزند حضرت امام حسینؓ کی  
تعزیت میں جناب سیدہؓ عزادار سوئی تھیں۔

۳) حضرت مسلمؓ کی شہادت کو فہ میں اور روانگی امامؓ کی مکہ سے یہ  
دونوں ایک ہی دن ہوئے۔ اب امام حسینؓ کے اس قول کی تاویل اچھی طرح ہو  
جاتی ہے جو آپ بار بار فرمایا کرتے تھے کہ میں مکہ میں پہنچ کر عراق جانے کا

خدا سے استخارہ کروں گا اور یہ بھی فرماتے تھے کہ میں نے اپنے بابا کو خواب میں دیکھا ہے کہ اُن جناب نے ایک بات کی مجھ کو وصیت کی ہے جس کو میں کسی سے بیان نہ کروں گا جب تک میں اپنے نانا سے جانہ ملوں۔ اب معلوم ہوا کہ شہادتِ مسلمہ کی گویا مقدمہ اور تہدید تھی۔ جناب امام کی شہادت کی اور کچھ دور نہیں کہ رسولؐ نے عالمِ رویا میں بھی وصیت کی ہو کہ جب مسلم شہید ہو جائیں تو اُمّادہ شہادت ہونا۔ (۴) حضرت مسلمؑ کو پوری قدرت حاصل ہو گئی تھی قتلِ ابنِ زیاد پر۔ آپ نے بنظر احتیاط اسے قتل نہیں کیا۔ وہ عالمِ امن میں تھے۔ لڑائی میں فریب دینا شریعت میں جائز ہے اور بدون لڑائی کے بغفلت قتل کرنا اور بات ہے۔

(۵) جناب امیرؑ نے خواب میں آکر حضرت مسلمؑ کو ان کی خبر شہادت دی۔ یہ ایسی فضیلت ہے جس سے بڑھ کر آدمی کے واسطے کوئی فضیلت نہیں اس لیے کہ کافی میں حُررِ کبیر امام جعفر صادقؑ سے روایت کرتے ہیں کہ جب کسی امام کا وقت رحلت قریب آتا ہے جناب رسولِ خداؐ اس کے پاس تشریف لاتے ہیں خبر مرگ لیکر، چونکہ مسلمؑ کو امام نے اپنا نائب کیا ہے اور وہ امام نہ تھے مگر نائب خاص تھے اس لیے رسولِ خداؐ تو نہیں اُن کے وصی حضرت امیرؑ مسلمؑ کو خبر دینے آئے میں امید کرتا ہوں کہ اس (اثباتِ فضیلت) کے صلہ میں رسولِ خداؐ میری بروز شہر شفاعت کریں گے۔ حضرت مسلمؑ کو یقین تھا کہ امام حسینؑ اور ان کے اصحاب و انصار کربلا میں ضرور شہید ہوں گے اور اپنی نسبت یہ خیال تھا کہ میں کوفہ میں شہید ہوں گا تو شاید شہداء کربلا کے مراتب کو پہنچوں۔ اس آرزو میں کوفہ جانے سے مستعفی ہوئے تھے اور یہ خیال بہت درست اور بجا بھی تھا اس شبہ کے دفع کرنے کے لیے امام حسینؑ نے اپنے آخری استغاثہ میں سب سے پہلے فرمایا ہے اے مسلم بن عقیلؑ اور ہانی بن عروہؑ (اٹھو اور میری مدد کرو) ان دونوں بزرگوں کا نام لینا شہداء کربلا کے ساتھ اس عرض سے تھا کہ دونوں شہداء کربلا میں داخل ہیں۔ ابنِ زیادؑ نے میثمؑ (صحابی امیر المؤمنینؑ) کو کوفہ میں قتل کر دیا۔ دس روز پہلے داخلہ امام حسینؑ سے عراق میں بنا براس روایت کے

شہادتِ میثمؓ بعد شہادتِ مسلمؓ قرار پائی۔ مگر امامؑ نے اس استغاثہ میں میثمؓ کو نہیں پکارا۔ میثمؓ اگرچہ دوستی اہل بیت میں قتل ہوئے مگر ان کی شہادت کا تعلق ان خاص امور سے نہیں ہے جو شہدائے کربلاؑ سے مخصوص تھیں۔

(۷) امامؑ نے جین کی نسبت جنابِ مسلمؓ کی طرف بطور اہانت کے نہیں دی بلکہ نفی کی نسبت دی اور کلام کو اس عبارت میں نہیں وارد کیا جس سے قطعاً نسبتِ جین کی حضرت مسلمؓ کی طرف ثابت ہو بلکہ جین نہ واقع ہونے کی ترجیح ثابت ہوتی ہے اور جین واقع ہونے کا احتمال مرجوح معلوم ہوتا ہے۔ پس امامؑ کو ناگوار ہوا کہ جین کی نسبت اپنے بھائی کی طرف بطور اثبات فرمائیں بلکہ جن کا ذکر اس طریقہ پر کیا کہ جس سے نفی جین کی ثابت ہوئی۔

(۸) امام حسینؑ کا یہ فرمانا کہ اے بھائی مسلمؓ تم میرے اہل بیت میں ہو ہم تمہاری مصیبت کو فال بد نہیں سمجھ سکتے یہ کلام ان معنوں سے حضرت مسلمؓ کے کمال مرتبہ پر دلالت کرتا ہے اور ان کے مدارج کی بلندی اس سے ظاہر ہوتا ہے لازم ہے کہ مومن اس باب کو خوب غور سے دیکھے اور سمجھے۔

(مستیق فی مقتل الحسین)

## ریگزارِ مصر میں شجاعتِ مسلمؓ کے جوہر

صفین میں میمنہ فوج کی سرداری

واقعہ کربلا میں حضرت مسلم بن عقیلؓ کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے ان کی ذات گرامی صحیفہ شہادت کی بسم اللہ ہے اور ان کے عزائم کا اندازہ وہی کر سکتا ہے جو ایمان سے معمور دل سینہ میں رکھتا ہو۔ ہم نے اس شہیدِ اول کی مسلسل سوانح حیات کتابی صورت ڈیٹو سو صفحات میں لکھ کر آج سے ۷ برس پہلے شائع کی اور اس وقت ناظرین الواعظ کی ضیافت طبع کے لیے قلم اٹھایا ہے۔ وہ کتاب مرقوٰۃ

کے مستدرک کی حیثیت ہے یعنی جو کچھ لکھ چکے ہیں اس کے سوا لکھنا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ مستحق مدح افراد کی ثنا و صفت انسانیت کا فرض اولین ہے اور کمال میں جو جذب قدرت نے عطا کیا ہے وہ خود مقتضی ہے کہ ستائش کرنے والے اپنی کوتاہی کا اعتراف کریں اور حق مدح ادا نہوں۔ نورشرواں کا عدل، حاتم کی سخاوت، زسٹم کی بہادری، ایوسفؑ کا حسن صدیوں سے زیر بحث ہے اور ثنا گستر یہ محسوس کرتا ہے کہ ہم نے اوصاف جمید کا صحیح تعارف نہیں کیا۔

حضرت مسلمؑ اگر کسی ایک صفت کے حامل ہوتے تو مدح و ثنا کی سزاوار تھے مبدوء فیاض نے ان کو صفات کمال کا مجموعہ قرار دیا ہے، حسب و نسب ذاتی خصوصیات بلند اور اعلیٰ کردار طاقت و بہادری، علم و عمل زہد و ورع شہادت و وہ صفیتیں ہیں جو ان کے حالات زندگی کے سنہرے باب ہیں۔ اولاد کی نجابت و شرافت میں ماں باپ کی شرافت نسب کو بہت بڑا دخل ہے۔ حضرت مسلمؑ کے ماں باپ عرب کے شریف ترین خاندانوں سے تعلق رکھتے تھے۔ عقیلؑ کا نام عربی ادب میں آفتاب کی طرح چمکتا ہے پیغمبر خداؐ کو ان سے بہت محبت تھی۔ قرآن حکیم نے ان کی مدح و ثنا کا وہ یہ دو آیتیں جن محترم اور معزز افراد کی شان میں ہیں ان میں جناب عقیلؑ بھی ہیں۔

اخوانا علی سرور متقابلینؑ کمال حجر۔ هو الذی ایدک بنصرہ وباللومنین (انفال پل)

ان دونوں آیتوں میں وہ ذات جو تائید رسولؐ سے مخصوص اور اخوت کی منزل پر ہے حضرت امیر المومنینؑ اور عقیلؑ میں فضیلت مشترک ہے۔ دونوں بھائیوں میں (دیکھو مناقب آل ابی طالب جلد ۲ صفحہ ۱۷۱ وارجح المطالب صفحہ ۸۲)

دربار رسالت میں عقیلؑ کی بڑی وقیع حیثیت تھی جناب فاطمہ زہراؑ سلام اللہ علیہا کی رخصتی میں جب معصومہؑ کو نین کی سواری حضرت علیؑ کے گھر کی طرف روانہ ہوئی تو عقیلؑ ساتھ ساتھ تھے۔ بنت نبیؑ کے جنازہ کی مشالعت میں جو وفادار مسلمان سبجا تھے ان میں عقیلؑ کا نام بھی ہے۔

واقعہ کہ بلا سے نو دس برس پہلے ان کی وفات واقع ہو چکی تھی اور اگرچہ وہ  
 شریک نصرت نہ تھے مگر ان کی اولاد زیادہ سے زیادہ تعداد میں کام آئی اور اولادِ عقیل کے  
 خون سے کہ بلا کی زمین زلگین ہوئی۔ عقیل کی روح پر واقعہ کہ بلا کا اثر تھا اور وہ بہشت  
 عنبر برشت میں بے چین تھے ان کی روحانی تکلیف کا ثبوت ہندو جوہر یزید کا خواب ہے  
 جو بخارا انوار کی دسویں جلد میں موجود ہے ہند کے دل میں آل محمد کی محبت تھی اور  
 یہ مسلم حقیقت ہے کہ وہ آسید صفت دشمن کے گھر میں رہ کر اس گھر کا کلمہ پڑھتی تھی  
 اس کو واقعہ کہ بلا کے بعد سے خواب و خور حرام تھا۔ اس کا بیان ہے جب مجھے بستر  
 پر نیندا آگئی تو میں نے خواب میں دیکھا کہ دروازہ ہائے آسمان کھل گئے ہیں اور فرشتے  
 جو حق جوئی سر حسین پر اترتے ہیں اور ان کی زبانوں پر سے السلام علیک یا ابا  
 عبد اللہ السلام علیک یا بن رسول اللہ میں اس عالم میں تھی کہ آسمان سے ایک ابر  
 نازل ہوا اس میں بہت سے مرد جو سوار تھے اترے اس مجمع میں ایک چاند کی طرح چمکتے ہوئے  
 چہرے کے بزرگ بڑھے اور دڑکے لب و دندان حسین کو چومنے لگے اور یہ کہتے جاتے تھے  
 یا طلحہ یا قتلوک ومن شرب الماء ممنوعا اتر اھم ماء فوی۔ اسے بیٹا تجھے قتل کیا اور تجھ  
 پر پانی بند کیا۔ انہوں نے کیا تجھے نہیں پہچانا یا ولد انا جدرک محمد بن المصطفیٰ و هذا البوک  
 علی المرتضیٰ و هذا اخوک الحسن و هذا عمک جعفر و هذا عقیل و هذا حمزہ و هذا العباس  
 اسے فرزند میں تمہارا نانا محمد مصطفیٰ اموں اور یہ تمہارے باپ علی مرتضیٰ اور وہ تمہارے  
 بھائی حسن اور تمہارے چچا جعفر اور عقیل و حمزہ و عباس ہیں تمہارا ہند فانتہمت من  
 نوعی فرعتہ عروبہ فاذا بنور قد اشرق علی راس الحسین فجلت اطلب یزید و هو قد  
 دخل الی بیت و قد ورد وجہ الی الحائط و هو لبقول مالی واللحسین۔ ہند کہتی ہے میں ڈرتی  
 ہوئی نیند سے خوف زدہ بیدار ہوئی تو دیکھا کہ سر حسین سے ایک نور چمک رہا ہے۔ یزید  
 کو جوڑھونڈا تو ایک حجرے میں یوں پایا کہ رُخ اس کا دیوار کی طرف تھا اور کبہ رہا تھا کہ  
 تجھے کیا ہوا تھا میں نے حسین کو کیوں قتل کیا۔ اس خواب سے یہ بھی واضح ہے کہ نہ صرف

روزِ جزا حضرت عقیلؑ دربارِ نبویؐ میں ہوں گے۔ آج بزمِ خ میں بھی ان کے ساتھ ہیں۔  
 حضرت مسلمؓ اسی مقربِ بارگاہِ رسالتؐ کے چشم و چراغ تھے۔ ان کی رگ رگ میں  
 شجاعت و بہادری و فاقہ و عقیدت سرایت کر چکی تھی۔ امیر المومنین علی بن ابی طالبؓ  
 کا وہ سایہِ عطوفت اور تعلیمات جو محمد بن ابی بکرؓ کو بہادر ترین انسان بنا دیں جن کی  
 صحبت سے مالکِ اشترؓ فخرِ روزگار بہادر سمجھے جائیں ناممکن ہے کہ اس بزم میں جب  
 اغیارِ زیورِ کمال سے آراستہ ہوں تو خاندان کے نو نہال ایسے بزرگ کے سایہ میں کیا  
 کچھ کمال حاصل نہ کریں گے۔ مسلم بن عقیلؑ فنونِ حرب و ضرب میں اس بلند مرتبہ  
 تک پہنچ گئے جس کی کہ ان سے امید تھی اور ان کی جنگی خدمات سے خاندانِ رسالتؐ  
 کے مخالفین نے فائدہ اٹھانا چاہا۔ ہر خلافت کو بنی ہاشم کی طرف سے اس کی علمی  
 و سیاسی مشکلات میں برابر پہنچتی رہی اور یہ تعاد ل صرف اس لیے تھا کہ اسلام  
 عام نظر میں سبک نہ ہو۔ اگر مسلمانوں کے مقرر کردہ خلیفہ نے کوئی سیاسی غلطی کی تو  
 جانشین پیغمبرؐ نے ان کو ٹوک دیا۔ اگر کسی علمی نعرش کی نوبت آئی تو خود اس  
 عقدہ کو حل کر دیا۔ مسائل و قضایا علمی استفسارات میں شیخین کا آلِ محمدؐ سے رجوع  
 کرنا حدِ تواتر کو پہنچ چکا ہے اور مسلمانوں کو اس زمانہ میں جو فتوحات ہوئیں اس میں بھی  
 حضرت امیرؓ کا مشورہ شریک تھا چنانچہ مصر کی طرف فوج کشی میں دماغی مشوروں کے ساتھ  
 ساتھ نفوس سے بھی مدد کی اور اولادِ عقیلؑ کے کئی نوجوانوں کو مسلمانوں کی فوج میں بھرتی  
 کر کے بھیجا ان کے رجز اور جنگی خدمات تاریخوں میں موجود ہیں۔ آنحضرتؐ نے جس گرجوشی  
 اور ولولہ سے دائرہ اسلام کو وسعت دی اس کے دیکھنے والے کم ہیں اور ظاہر پرست  
 یہ کہتے ہیں کہ خلیفہ دوم کے عہد میں اسلام بہت کچھ آگے بڑھا مگر یاد رہے یا بلغ  
 نظر وہ سے کام لینے والے گوشہ گیر حاکم کو نہیں دیکھتے، فوج کو دیکھتے ہیں جس نے کارِ نمایاں  
 کیے اہل سنت کے علامہ شیخ محمد بن محمد معزز مصر میں مسلمانوں کی فتوحات کے سلسلہ میں  
 کہتے ہیں واللہ در مسلم بن عقیلؑ واخوته لقد قاتلوا قتالا شديدا حتى كانت الامم

علی درو عجم کا تھا الیاد الابل۔ در کتاب قصۃ البنہصا و ما فیہا من العجایب و العزایب دعا  
 وقع الصحابہ فیہا رضوان اللہ علیہم ص ۶۷ چھاپ بیسی ۱۳۸۱ھ) قابل تبریک ہیں مسلم بن  
 عقیل اور ان کے بھائی انہوں نے اس محاذ پر بہت ہی سخت جنگ کی۔ ان کی زریہوں پر خون  
 جاری ہونے سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ اونٹ کے جگر کے خون آلود ٹکڑے ہیں۔

اب کون کہے کہ فتح کا سہرا کس کے سر ہے۔ غلو ص سے کام کرنے والے لاکھ  
 چاہیں کہ ان کا نام پردہ خفا میں رہے مگر قدرت ان کی خدمات کی نشر و اشاعت  
 پر خور تیار ہے اور صدائے تعجب اس طبقہ کے دہن سے نکلتی ہے جو بزعم خود مسلم بن  
 عقیل کے گھرانے کو خلافت کا حقدار نہیں سمجھتا۔

مصرف ہونے کے بعد کیا مسلمان اولاد عقیل کی بہادری کو بھول گئے ہوں گے  
 اس عظیم قربانی کے بعد کیا مسلم کی ذات مسلمانوں میں محتاج تعارف ہے؟ یہ عنفوانِ شباب کا  
 جہاد تھا خلافت کا دوسرا اور تیسرا دور گذرا عمان حکومت حضرت امیر المؤمنین علی بن ابی  
 طالب کے ہاتھ میں آئی اور شام کے گورنر معاویہ کی سازش سے مسلمانوں میں خاتمہ جنگی کا آغاز  
 ہوا۔ صفین و جمل و نہروان میں زبردست لڑائیاں ہوئیں جن میں لاکھوں مسلمان کام آئے۔  
 ان غزوات میں اول الذکر جنگ میں پھر مسلم بن عقیل کا نام نامی نظر آتا ہے۔ فلما استجیل  
 صفیر ستہ سبع رثلین امر علی فتودی بالشام بالاعذار والاندلس ثم عبی عسکرہ فجعل علی  
 میمنۃ الحسن والحسین و عبد اللہ بن جعفر و مسلم بن عقیل و علی مسرتہ محمد بن الحنفیہ و محمد  
 بن ابی بکر و ہاشم بن عتبہ و علی القلب عبد اللہ بن العباس و عباس بن ربیع بن الحارث  
 والاشتر والاشعث و علی الجناح سعد بن قیس الہمدانی و عبد اللہ بن ندیل بن درجم  
 الخواصی و رفاعہ بن شداد و الجلی و عدی بن حاتم و علی الکھیل عمار بن یاسر و عمرو بن الحق  
 و عامر بن وائلہ الکنانی و قبیسہ بن الحیا و الاسدی (مناقب آل ابی طالب ص ۹۸ ج ۳  
 طبع بمبئی) جب صفیر ۳ھ کا چاند ہوا اور حضرت امیر کی طرف سے لشکر شام کو غلطو  
 نصیحت میں کوئی دقیقہ اٹھانہیں رکھا تو آپ نے فوج کی ترتیب شروع کی۔ میمنہ پر

دستِ ملامت کی طرف (اپنے فرزند ان حسنین اور داماد عبد اللہ بن جعفر اور مسلم بن عقیلؓ) کو مقرر کیا اور میرہ پر یائیں ہاتھ کی طرف (دوسرے فرزند محمد حنفیہؓ اور کدو کے پلے) محمد بن ابی بکرؓ اور ہاشم بن عقبہؓ کو معین کیا اور جناح لشکر پر سعد بن قیس بہدانیؓ اور عبد اللہ بن بدیل بن درقہ خزاعیؓ اور رفاعہ بن شداد بکلی اور عدی بن حاتمؓ کو تعینات کیا اور کمیں گاہ میں عمار یا سمر عمر بن مہدیؓ اور عامر بن واثلہ کنانیؓ اور قبیصہ بن جیاد اسدیؓ معین ہوئے۔ یہ ترتیب کیا امیر المؤمنین کی حقانیت کا ثبوت نہیں ہے کہ وہ میدانِ نبرد میں اپنے گھرانے کے تمام نوجوانوں کو لے آئے۔ بیٹا بھتیجہ، داماد بھائی کسی کو باقی نہیں رکھا۔ ثابت ہوا کہ مسلم بن عقیلؓ ان جگر کے گلوں میں تھے جنہوں نے فرزند ان رسولؐ حسنینؑ کے پہلو میں جگر پائی اور صفین میں ان کے جنگی خدمات حاصل کئے دشمن کی ٹڈی دل فوج کا پامردی سے مقابلہ کیا۔ یہ جوانی کا جہاد تھا جس سے شام کا بچہ بچہ واقف ہے جنگ صفین میں شرکت کے ۲۳ سال بعد واقعہ کربلا ظہور میں آیا اور اب یقیناً مسلم بن عقیلؓ کا عالم شباب نہ تھا۔ دینار تاریخ میں فتوحاتِ مصر سے ان کی سیفِ آبدار کا تعارف ہوتا ہے۔ پھر صفین میں تلوار کے جوہر نمایاں ہوئے۔ واقعہ کربلا تک فتونِ جنگ کا تجربہ ہاتھ کی صفائی شمشیر زنی میں کمال ہونا لازم تھا۔ بنی ہاشم کے انہیں شیروں کا نہیب تھا کہ نہ میرتے فرزند رسولؐ پر چڑھائی سے پہلے بالیاں کو نہ دشنام کو بہنو انا لیا اور اپنے نزدیک حسنیہ کے ٹٹا دینے کی پوری کوشش کی پھر بھی مٹلی گھراتے میں نوجوانوں کے علاوہ محمد بن حنفیہؓ، مسلم بن عقیلؓ، عون بن علیؓ ابو الفضل العباسؓ ایسے نبرد آزما موجود ہیں جن میں کا ایک ایک بہادر نہاروں پہنو انوں کے مقابلہ میں کافی تھا اور رحمۃ اللعالمینؐ کا پروردہ آغوشِ امام لاکھ چاہتا تھا کہ امتِ جہد کے مقابلہ میں سامانِ جنگ فراہم نہ کرے مگر یہ چاروں بھائی زیدیت کا سر کھینچنے کے لئے کافی تھے اور دنیا کی تمام طاقتوں سے فرزند رسولؐ کی طاقت بڑھی ہوئی تھی اور یہ بھی ناممکن تھا کہ حسینؑ میدانِ جنگ میں قدم رکھیں۔

اور غنا صراحتاً ساتھ نہ دیں مشکل کشا کے فرزند کے لیے اس صعوبت کا حل بڑا آسان تھا محمد بن حنفیہؓ ایک بھائی کو مدینہ ہی میں رہنے کا حکم دیا مسلم بن عقیل کو اپنا خصوصی نائب قرار دے کر کوثر بکھج دیا۔ عباسیوں کو مشک و علم دے کر فرات سے پانی لانے کی خدمت تھولین کی اور بیسج فاطمہ کے دانے چار طرف بکھر گئے۔ مسلم بن عقیلؓ کے جہاد کا لطف اس وقت تھا جب ان سے فرزند رسولؐ کے سامنے شجاعت و بہادری کے جوہر ظاہر ہوئے اور بھائی کی جنگ بھائی دیکھتا افسوس ہے کہ پردیس، تنہائی، مسافرت میں یہ آب و دانہ نہ ہونا ایک اجنبی کے گھر میں مہمان رہ کر ساری رات جاگنا اور شب بیداری کا تعب، بچوں کی جدائی کا صدمہ بیعت کرنے والوں کی بے وفائی کا دکھ چھو سخت ترین مصیبتیں تھیں جو داہنے بائیں تحت و فوق عقب و در و برو سے گھیرے ہوئے تھیں اور حضرت مسلمؓ کی تلوار نصرتِ دین میں مشغول رہی ابھی تک نہ ان کا ایسا اطمینان دیکھا تھا نہ وہ شجاعت کی تصویر دیکھی۔ کوثر کی ٹڈی دل فوج میں گھر کے پہلے حملہ میں ۱۸۰ دشمنوں کو قتل کیا۔ صبح سے عصر تک لڑتے رہے۔ تاریخ عالم میں اس جہاد کی نظیر نہیں ہے۔ محمد بن اشعثؓ نے ابن زیاد کے جواب میں کہا کہ یہ گمان نہ کر کہ تو نے ہم کو کسی سبزی فروش یا کسان کی طرف جنگ کرنے بھیجا ہے ہم شیر درندہ اور خدا کی برہنہ تلوار سے لڑ رہے ہیں اور زبارتِ مسلم بن عقیلؓ اس بات کا اعتراف ہے کہ وہ شہدائے بدر کی منزل پر فائز ہیں۔ **اشھد انک مضیت علی ما مضی علیہ الیدایون (مفاتیح الجنان)** فرزند رسول الثقلین کے دل پر ان کی شہادت کا غیر معمولی اثر اور بھائی کلمتیوں کی بھولی بھالی صورتیں دیکھ کر اور زیادہ مرنے والے کی یاد تازہ ہوتی تھی (الواعظ باب ماہ ستمبر و اکتوبر ۱۹۵۷ء)

حضرت امیر المومنین کا ایک اشارہ

دا مولک کا د اعطاء کلام اور یہ ارشاد کہ اے  
 حار جدرانی کوئی مومن و کافر ایسا نہیں جو مرتے  
 وقت مجھ کو نہ دیکھے اصل بیت سامنے رکھو اور تاریخ کی روشنی میں دیکھو ہمدان

مرکز ایمان اور عمارت آپ کے پہلو نشیں اور مخاطب تھے۔ ضرورت شعر میں آخری حرف کو گرا دینے کے معنی تھے کسی تقریر میں سامعین کو یہ بتاے عمارت کو قاتل ہے ان کے سکے بقیعہ فرزندِ مسلم کا اس لئے پورا نام زبان پر نہ لائے اور قاتل کو نظر انداز کیا۔

(۲) مولوی سید سخاوت حسین صاحب مرحوم بزرگ خاندان اجتہاد جو ایک کتب خانہ چھوڑ کر دنیا سے گئے ان کے دو فرزند مولوی کاظم حسین اور مولوی ناظم حسین صدر الاناضل کسٹی میں عبائیں پہنے ہوئے کسی راہ سے گذر رہے تھے ایک مرد مومن نے دونوں بھائیوں کی عالمانہ وضع قطع دیکھ کر محبت سے کہا فرزندِ مسلم جا رہے ہیں۔ چھوٹے بھائی نے برجستہ کہا عمارت نے عقب میں ہے بھتی کسنے والا دم بخود ہو گیا۔

## آداب زیارت

زائرانِ نجف اشرف مسجد کو نہ کے اعمال سے فارغ ہو کر حضرت مسلم کی زیارت

پڑھتے ہیں درودِ منہ کے قریب پہنچ کر یہ اذن پڑھنا چاہیے :-  
 الْحَمْدُ لِلَّهِ الْمَلِكِ الْحَقِّ الْمُبِينِ الْمُتَعَاذِرِ الْعَظِيمِ جَابِرَةَ الطَّاعِينَ الْمُعْتَرِفِ  
 بِرُبُوبِيَّتِهِ جَمِيعِ اَهْلِ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِينَ الْمُقَرَّبِينَ بِوَجْهِهِ سَائِرِ الْخَلْقِ اَجْمَعِينَ  
 وَصَلَّى اللهُ عَلَى سَيِّدِ الْاِنَامِ وَاَهْلِ بَيْتِهِ الْكِرَامِ صَلَوةً تَقَرَّبُ بِهَا اَعْيُنُهُمْ وَ  
 كِرَامُهُمْ بِهَا اَنْفُ شَارِحَةٍ مِنَ الْحَيِّ وَالْاَبَدِ اَجْمَعِينَ سَلَامٌ اللهُ الْعَلِيِّ  
 الْعَظِيمِ وَسَلَامٌ فَكَلِمَتُهُ الْمُقَرَّبِينَ وَاَسْمَاءُهُ الْمُرْسَلِينَ وَ اَعْتَدَ الْمُشْتَجِعِينَ  
 وَ عِبَادِهِ الصَّالِحِينَ وَ جَمِيعِ الْمُشْهَدَاءِ وَالصِّدِّيقِينَ وَ التَّرَاكِياتِ الطُّبَّانَاتِ  
 فِيمَا كُنْتُمْ دِي وَ تَمْرُوحَ عَلَيْكَ يَا مُسْلِمَ بْنَ عَقِيلَ بْنِ اَبِي طَالِبٍ وَ رَا حَمَتَهُ  
 اللهُ وَ بَرَكَاتُهُ اَشْهَدُ اَنَّكَ اَقَمْتَ الصَّلَاةَ وَاَتَيْتَ الزَّكَاةَ وَ اَمَرْتَ بِمَا  
 الْمُعْرُوفُ وَ نَهَيْتَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ جَاهَدْتَ فِي اللهِ حَتَّى جَاهَدَهُ وَ قَاتَلْتَ عَلَى  
 مِنْ حَاجِ الْمُجَاهِدِينَ فِي سَبِيلِهِ حَتَّى لَعِنْتَ اللهُ عَرَّ وَ حَلَّ وَ هُوَ عِنْدَكَ رَا ضٍ وَ

اشْهَدُ أَنَّكَ دَقِيتَ بَعْدَ اللَّهِ وَبَدَلْتَ لِنَفْسِكَ فِي لَصْرَةٍ مَحْجَّةَ اللَّهِ وَابْنِ  
 حُجَّتِهِ حَتَّى أَتَاكَ الْبَقِيْنَ اَشْهَدُ لَكَ بِالتَّسْلِيمِ وَالْوَفَاءِ وَالْقَبِيحَةِ الْخَلْفِ  
 النَّبِيِّ الْمُرْسَلِ وَالسَّيِّطِ الْمُنْجَبِ وَالذَّلِيلِ الْعَالِمِ وَالْوَصِيِّ الْمُبْتَغِ وَالظَّلْمِ  
 الْمَحْضَمِ فَجَزَاكَ اللَّهُ عَنْ رَأْسِهِ وَعَنْ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ وَعَنْ الْحَسَنِ  
 وَالْحُسَيْنِ أَفْضَلَ الْجَزَاءِ بِمَا صَبَرْتَ وَاحْتَسَبْتَ وَأَعْتَدْتَ فَنِعْمَ  
 عُنْبِي الدَّاهِرَ لَعَنَ اللَّهُ مَنْ قَتَلَكَ وَلَعَنَ اللَّهُ مَنْ أَمَرَ بِقَتْلِكَ وَلَعَنَ  
 اللَّهُ مَنْ ظَلَمَكَ وَلَعَنَ اللَّهُ مَنْ أَقْرَبَكَ عَلَيْكَ وَلَعَنَ اللَّهُ مَنْ جَهَلَ  
 حَقَّكَ وَأَسْتَحَقَّ بِحَقِّكَ وَلَعَنَ اللَّهُ مَنْ بَالَعَكَ وَعَشَدَكَ وَخَذَلَكَ  
 وَأَسْلَمَكَ وَمَنْ أَلْبَسَكَ عَلَيْكَ وَلَمْ يُعِينِكَ أَحْمَدُ اللَّهِ الَّذِي جَعَلَ النَّارَ  
 مَشَاهِقًا وَبَسَّسَ الْيَوْمَ وَالْمَوْجِدُ شَهِدَاكَ قَتَلْتَ مَقْلُومًا وَأَنَّ اللَّهَ  
 مُبْتَحِرٌ لَكُمْ فَاوَعَدَ كُمْ بِحَقِّكَ نَارًا عَارِفًا بِحَقِّكُمْ مُسْلِمًا لَكُمْ تَابِعًا لِكُنْتُمْ وَ  
 نُصْرَتِي لَكُمْ مُعَدَّةٌ حَتَّى يَحْكُمَ اللَّهُ وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ فَمَعَكُمْ  
 مَعَكُمْ لَامَعَ عَدُوُّكُمْ صَلَوَةُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَعَلَى أُمَّ وَأَحِبُّكُمْ وَأَجْسَادِكُمْ  
 وَشَاهِدِكُمْ وَغَائِبِكُمْ وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ قَتَلَ اللَّهُ أُمَّدُ  
 قَتَلَكُمْ بِالْأَيْدِي وَاللِّسَانِ -

یہ اذن پڑھ کر داخل ہو اور فریج سے لپٹ کر یا بروایتی فریج کی طرف

اشارہ کر کے یہ زیارت پڑھے۔

السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا الْعَبْدُ السَّالِحُ الْمُطِيعُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ وَ  
 لِأَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ أَحْمَدُ لِلَّهِ وَسَلَامٌ  
 عَلَى عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَى مُحَمَّدٌ وَآلِهِ وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ  
 وَبَرَكَاتُهُ وَصَغْفَرَتُهُ وَعَلَى رُوحِكَ وَبَدَنِكَ اَشْهَدُ أَنَّكَ مَهْضِيَّتُ عَلِيٍّ  
 مَا مَضَى عَلَيْهِ النَّبِيُّ يَكُونُ الْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ الْمُبَالِغُونَ فِي

جِهَادِ اَعْدَائِهِ وَنُصْرَةِ اَوْلِيَاءِهِ فَيُزَالُ اللهُ اَفْضَلَ الْجُزْءِ وَالْجُزْءِ  
 الْجُزْءِ وَاَوْفَرَ جُزْءِ اَحَدٍ مِمَّنْ وَفِي بَيْعَتِهِ وَاَسْتِجَابِ لَهُ  
 دَعْوَتِهِ وَاَطَاعِ وُلاَةَ اَمْرِهِ وَاَشْهَدُ اَنَّكَ قَدْ بَالِغْتَ فِي النُّصِيْحَةِ وَاَ  
 تَعَطَيْتَ غَايَةَ الْمَجْهُودِ حَتَّى لَعَنَكَ اللهُ فِي الشُّهْدَاءِ وَجَعَلَ مِنْ وَحْدِكَ  
 مَعَ اَسْمَاحِ الشُّهْدَاءِ وَاَعْتَاطَكَ مِنْ جَنَانِهِ اَمْسَحَهَا مِنْزِلًا وَاَفْضَلَهَا  
 عُرْفًا وَاَفْعَ ذِكْرِكَ فِي الْعِلْمَيْنِ وَحَشْرَكَ مَعَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِيْنَ  
 وَالشُّهْدَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ وَحَسُنَ اُوْلَئِكَ رَافِعًا اَشْهَدُ اَنَّكَ لَوْ تَصُنُّ  
 وَلَمْ تَسْكُنْ وَاَنَّكَ قَدْ مَضَيْتَ عَلَى الْبَصِيْرَةِ مِنْ اَمْرِكَ مُقْتَدِيًا بِالْحَقِيْقَةِ  
 وَمُتَّبِعًا لِلنَّبِيِّينَ فَجَمَعَ اللهُ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ وَبَيْنَ رَسُوْلِهِ وَاَوْلِيَاءِهِ فِي  
 مَنَابِلِ الْمُخَيَّبِيْنَ فَاِنَّهُ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ -

یہ زیارت پڑھ کر دو رکعت نماز سر پانے پڑھے اور حضرت مسلم کی روح  
 مبارک کو ہدیہ کرے اور یہ دعا پڑھے، اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَاٰلِ مُحَمَّدٍ  
 وَلَا تَدْعُ لِيْ فِيْ هٰذَا الْمَكَانِ اَلْمَكْرُمِ وَاَلْمَشْهُدِ الْمُعْظَمِ وَنَبِيًّا اِلَّا  
 عَضْرَتُهُ وَاَلْحَمُّ اِلَّا فَرَجُهُ وَاَلْمَرْضَا اِلَّا شَفِيْعَتُهُ وَاَلْعَبَا اِلَّا  
 سُرْرَتُهُ وَاَلْمَيْرَتَا اِلَّا بَسْطَتُهُ وَاَلْخَوْفَا اِلَّا اَمْنَتُهُ وَاَلشَّمْلَا اِلَّا  
 جَمْعَتُهُ وَاَلْغَايْبَا اِلَّا حِفْظَتُهُ وَاَدْنِيْبَتُهُ وَاَلْحَاجَّةُ مِنْ حَوَارِجِ الدُّنْيَا  
 وَاَلْاٰخِرَةُ لَكَ فِيْهَا مَضَى وَاَبِيْ فِيْهَا سَلَاخٌ اِلَّا قَضَيْتَهَا يَا اَرْحَمَ  
 الرَّاحِمِيْنَ - اگر یہ زیارت وداع ہو تو مذکورہ بالا اعمال کے ساتھ یہ فقرات  
 بھی زبان پر جاری کرے۔

اَسْتُوْدِعُكَ اللهُ وَاَسْتَرْعِيْكَ وَاَقْرءُ عَلَيْكَ السَّلَامَ اَمْتَابِ اللهُ  
 وَاَسُوْبِهِ وَاَبْنَاتِهِ وَاَمَّا جَاءَ بِهِ مِنْ عِنْدِ اللهِ اَللّٰهُمَّ فَالْتَمْنَا مَعَ  
 الشَّاهِدِيْنَ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْهُ اَخْرَ الْعَضُدِ مِنْ زِيَارَاتِيْ كَقَبْرِ ابْنِ اِسْحٰ

رَسُولِكَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَأَمْرًا قَسِيًّا زِيَارَتَهُ أَبَدًا مَا أَبْقَيْتَنِي وَأَخَّرْتَنِي  
 مَعَهُ وَمَعَ آبَائِهِ فَمَا نَجْتَانِ وَعَسَّرْتَ بَيْتِي وَبَيْتَهُ وَبَيْتَ رَسُولِكَ  
 وَأَوْلِيَائِكَ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَتَوَقَّعْنِي عَلَى الْإِيمَانِ  
 بِكَ وَالتَّصَدِّيقِ بِرَسُولِكَ وَالْوَلَايَةِ بِعَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ وَالْأَيْمَةِ  
 مِنْ وَكَلِهِ عَلَيْهِمُ السَّلَامَ وَالْبِرَائَةِ مِنْ عَدُوِّهِمْ فَإِنِّي قَدْ مَضَيْتُ  
 يَا رَبِّي بِذَلِكَ صَلَّى اللَّهُ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ - اپنے اور برادرانِ مومن  
 کے لئے دعا کرے۔

## زیارت حضرت ہانیؑ

حضرت ہانیؑ کی قبر کے پاس جائے اور یہ زیارت پڑھے۔

سَلَامًا لِلَّهِ الْعَظِيمِ وَصَلَوْتُهُ عَلَيْكَ يَا هَانِي بْنَ عُرْوَةَ السَّلَامِ  
 عَلَيْكَ أَيُّهَا الْعَبْدُ الصَّالِحُ النَّاصِحُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ وَالْأَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ وَ  
 الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ أَشْهَدُ أَنَّكَ قَتَلْتَ مَطْلُومًا فَطَلَعَتْ  
 اللَّهُ مِنْ قَتْلِكَ وَالسَّجَلُ وَالْمَلِكُ وَحَتَّى أَتَوْا هَمَّ فَنَارًا أَشْهَدُ  
 أَنَّكَ لَهَيْتَ اللَّهُ وَهُوَ رَاضٍ عَنْكَ بِمَا فَعَلْتَ وَنَصَحْتَ وَأَشْهَدُ  
 أَنَّكَ قَدْ بَلَغْتَ رَحِيَّةَ الشُّعَدَاءِ وَجُعِلَ مَوْحَلٌ مَعَهُ أَمَّا وَاحِ  
 الشُّعَدَاءِ بِمَا نَصَحْتَ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ مُجْتَهِدًا أَوْ بَدَلْتَ نَفْسَكَ  
 فِي ذَاتِ اللَّهِ وَمَرْضَانًا بِهِ فَرَحِمَكَ اللَّهُ وَمَرْضَى عَنْكَ وَحَشْرَكَ  
 مَعَ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ الطَّاهِرِينَ وَحَمَعْنَا وَإِيَّاكَ مَعْصُومِي دَارِ النُّعُومِ  
 وَسَلَامًا عَلَيْكَ وَمَرَحْمَةً مِنَ اللَّهِ وَبِرَكَاتَهُ -

پھر دو رکعت نماز پڑھے اور ہانیؑ کی روح کو اس کا ثواب پہنچا کرے۔

(مفتاح الجنان)

# باب المراثی

مرزا فصیح علیہ الرحمۃ

لے چلے مسلم کو ظالم بام پر جب بہر قتل اک تزلزل قصر کے اس وقت زیر نہیں ہوا  
ابنِ مرجان نے مسلم پر کیا ترک سلام آشکارا فرق اشرف و کمینہ میں ہوا  
دلگیر

جب سیر بام قتل مسلم کو لے کے یک زاد حرام آیا  
خوب رویا وہ اس کی غربت پر جو کہ اس وقت زیر بام آیا  
ضمیر

وادرینا سر مسلم کو جدا کر ڈالا زیر بام اُن کا تن پاک اٹھا کر لایا  
دبیر

چپ بیٹھے تھے مسلم وہاں مصمام کے نیچے تھی خلق تماشتے کو کھڑی بام کے نیچے  
انیس

مسلم سے کوفیوں نے بڑی بیوفائی کی گاری نہ لاش بھی مرے منعلوم بھائی کی  
انس

بھائی کے بعد زیست پہ دنیا کی خاک ہے مسلم کی بیکسی پہ جگر چاک چاک ہے  
تعشوق

کوٹھے پہ تر تیغ یہ فرماتے تھے مسلم اب نام ہے خور شدید بام ہمارا  
عشق

شر والا نے مسلم سے کہا فرد شہادت میں ہمارا نام آخر ہے تمہارا نام اول ہے

سہ مرزا صاحب کا پورا مرثیہ حضرت مسلم کے حال میں موجود ہے جس کا مطلع یہ ہے :-

عکس کو نہیں بہا آئی جو گلگشتِ چین کو

## وحید

قتل کرنے لائے ہیں کوٹھے پر مسلم کو لعین وقتِ آخر سے لب بام آفتاب آئے کوٹھے  
کامل

جفا پسندوں نے یہ قدر کی نمازی کی زمین کو فریہ کھینچی ہے لاش غازی کی  
آغا شاعر

راہ میں اہل حرم کو یہ خب فریختہ نے دی بی بیو مسلم بھی تو مارے گئے ہائی کے ساتھ  
شمر لکھنوی

وفا میں فرد تھا مسلم سے بی عدیل کا نام لپس کے نام سے روشن ہوا عقیل کا نام  
خبیر

شانِ حیدر سے رٹے کو ذمہ کیا کیا مسلم پھر بھی وہ تین ہزار اک تن تہا مسلم  
فدا علی خبیر لکھنوی

اے پیش رو شہیدِ ولہ کے اے مسلم غریب تیرا ہوسے زینتِ عنوانِ کربلا  
عیش پاروی

رٹے مسلم ہزاروں اکیلے شہر کو فریہ میں شجاعت ناز کرتی ہے مجاہد ہو تو ایسا ہو  
شیدی امیر حسین معجز

یہ خبر سنتے ہی سارے اہل شہر گھبرا گئے قتل ہائی ہو گئے میدان میں مسلم آگے

۱۷ حضرت کامل نے بھی ایک مکمل مرثیہ اس حال میں چھوڑا ہے جس کا

مطلع یہ ہے :-

عز غم فراقِ وطن دل کو نوکِ نشتر ہے

# حضرت یکتا امر وہوی کی تصنیف

## ”شاہنامہ کسر بلا“

مطبوعہ ۱۹۷۹ء - کراچی

سے شعر و سخن سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کیلئے سیرت حضرت مسلمؓ پر یہ تاریخی  
مسلل اشعار کا اقتباس ایک اچھا اضافہ ہے :-

حضرت مسلمؓ نے حسب حکم شاہدین پناہ  
اور دروہر بھی ایسے آپ کے ہمراہ تھے  
سب کے سب مل جل کے کچھ دن تو سفر کرتے رہے  
بعد کچھ دن کے وہ دونوں شخص دھوکا کھا گئے  
راستہ بھڑے تو ایسا دور جانا نکلے کہیں  
دور تک ڈھونڈنا نہ پانی کا کہیں پائاشاں  
جستجو گولا کھ کی پانی نہ کوسوں تک جلا  
مختصر یہ ہے تحمل پیاس کا جساتا ریل  
ڈھونڈتے ہی ڈھونڈتے پانی وہ دونوں راہبر  
ان کے مرنے سے ہوئے مسلمؓ پریشاں اور بھی  
کرتے کرتے جستجو اک گاؤں میں پانی جلا  
اور ویاضل و کفن ان رہبروں کو لوٹ کر  
لے کے دم کچھ دیر تک کیلئے اک خط لکھا  
اے امام جن وانس اے رہنمائے مومنین  
سوائے گوتم ہو کے رخصت آپ سے جہم چلے

ساتھ دو بچوں کے جو کم سن تھے اسی کو فنی کی راہ  
راہ اور منزل سے جو اچھی طرح آگاہ تھے  
رہبری کا کام دونوں راہبر کرتے رہے  
یہ نہ سمجھے ہم کہاں جلاتے کہاں پیر آگئے  
تھی جہاں محروم پانی تک سے کوسوں تک نہیں  
پیاس کی شدت وہ کسری الحفیظ والاماں  
یہ دعائیں تھیں خدا باہم کو کہیں پانی پلا  
اور پانی کا تصور سب کو تر پایا تاربا  
اس سفر میں کر گئے افسوس دنیا سے سفر  
جستجو کرتے تھے پانی کی سفر پر غور بھی  
اپنے بچوں کو پلا یا اور خود پانی پیسا  
دفن کر کے گاؤں میں داخل ہوئے بار دیگر  
جو امام دین حسینؑ ابن علیؑ کے نام تھا  
اے حسینؑ ابن علیؑ اے پیشوائے مسلمین  
اور ہر منزل پر رک کر ہو کے تازہ دم چلے

ڈھونڈنے پر بھی کسی صورت نہ پایا راستہ  
 لاکھ کوشش کی مگر پایا نہ پانی کا نشان  
 دوڑ تک دیکھا کہ غیر آباد تھا ویران تھا  
 دونوں بچے ساتھ مارے پیاس کے رونے لگے  
 فال بد ہے مر گئے دونوں وہ پیاس سے راہبر  
 اور کیا آگے بڑھوں میں اس شگون بد کے بعد  
 ایسی گرمی میں اگر کیسے تو میں کونے نہ جاؤں  
 اس پہ بھی کہیے گا تو آگے کو بڑھ جاؤں گا میں  
 یہ جواب نامہ مسلم دیا شببیر نے  
 اس کو پڑھ کر ہو جیسے اس پر عمل پیرا شتاب  
 اس سے طاری ہو گیا ہے آپ پر خوفِ سفر  
 آپ کا بھی کیا شگونوں پر عقیدہ ہو گیا ؟  
 ان میں سے کچھ بھی ہماری راہ میں حائل نہیں  
 ہم ہیں اہل بیتِ با مطلق فال ہم لیتے نہیں  
 دینِ حق کے پیروں کو کیا ضرورتِ فال کی  
 میں سمجھتا ہوں کہ جب پہنچے گا یہ نامہ مرا  
 کوٹنے کو رُخ نہ فرمائیں گے مکہ کی طرف  
 فوقیت دیں گے کسی شے کو نہ حکمتِ پر مری  
 آپ ارادہ تو کریں کھل جائیں گے سب راستے  
 راہ طے کرنے میں کوئی کی یا عجلت سے کام  
 شہر کو فہم آ گیا یہ شہر میں داخل ہوئے  
 اہل کو نہ جوق جوق آنے لگے رُس رُس کے نام

راہبر جو ساتھ تھے کھٹکے کچھ ایسا راستہ  
 ہو کے گم ہم راستہ سے اس جگہ پہنچے جہاں  
 جس طرف پہنچی نظر اکت و دق میدان تھا  
 پیاس کی شدت سے ہم سب جاں بلب ہوئے لگے  
 مختصر یہ ہے کہ اس آیانہ ہم کو یہ سفر  
 دل نہیں دیتا گو ابی اس غم بے حد کے بعد  
 گرا حجازت ہو تو مکہ کی طرف کو لوٹ آؤں  
 ورنہ جیسا حکم ہو گا وہ بجا لاؤں گا میں  
 اُن تسلطِ پالیا تدبیر پر تقدیر نے  
 لکھ رہوں میں یہ مسلم! آپ کے خط کا جواب  
 راستہ میں پیاس سے مر جھکے میں راہبر  
 واپس کا ایک سیک کیا ارادہ ہو گیا ؟  
 ہم کسی صورتِ شگون اور فال کے قائل نہیں  
 خود رسولِ حق نے فرمایا ہے یہ کھجیے یقین  
 اور نہ دیتے ہیں کسی کو ہم اجازتِ فال کی  
 ہے فقط اتنا ہی کافی آپ کو کھننا مرا  
 بے توقف آپ بڑھ جائیں گے کونہ کی طرف  
 جلد ہی ہوں گے عمل پیرا ہر ایت پر مری  
 اور کریں گے کام وہ بھیجا ہے جس کے واسطے  
 چل دیئے کونہ کو مسلم پاکے یہ حکمِ امام  
 جلوہ گر جا کر بعجلت یہ سر منزل ہوتے  
 اور کیا محتار کے گھر آپ نے جا کر قیام

داخل بیعت یہاں آ کے سب ہونے لگے  
 ہو گئے کچھ دن میں بیعت کرنیوالے میٹھا  
 آپ سب نے کیا اقرار نصرت کے لیے  
 جب یقین برتاؤ پر مسلم نے ان کے کر لیا  
 اے امام مسلمین دین میں کے راہ سبر  
 عرض کرنا مجھ کو یہ ہے آپ بعد از سلام  
 ہو رہی ہے ہاتھ پر بیعت مرے کثرت کے ساتھ  
 اب مناسب آپ کو یہ ہے کہ خود آجائیے  
 اہل بیعت جمگدہ ہیں آپ کے ہیں منتظر  
 لکھ رہا ہوں یہ عرضہ ان ہی کے اصرار پر  
 یوں تو یہ اک خط ہے میرا آپ کے جو نام ہے  
 جس قدر بھی جلد ممکن ہو شرح عالی مقام  
 جب یہاں اہل حکومت کو موعی اس کی خبر  
 خط یہ بے دنیوں نے لکھ بھیجا نیرید شخص کو  
 ان دنوں ہے حضرت مسلم کا کونے میں قیام  
 کر رہے ہیں نوح یہ اپنی فراہم رات دن  
 شک نہیں یہ اطلاع ناگہانی ہے تجھے  
 شہر کونہ ورنہ تیرے ہاتھ سے جانے کو ہے  
 پیسج ایسے شخص کو جو کام کر جائے یہاں  
 طاقی ہو دشمن کشتی میں تیز ہوا چالاک ہو  
 جائزہ لیکر زید بیدار نے ان حالات کا  
 اور کیا سر جو ن روٹی کی ہدایت پر عمل

آخرت کے واسطے تخم عمل ہونے لگے  
 ایک سو دو سو نہیں تھے بلکہ اٹھارہ ہزار  
 عہد سب نے دینیا خوش خوش اٹھا کیلئے  
 یہ حسین ذی حشم کو خطرہ وانہ کر دیا  
 ختم کر کے آگیا کونہ میں میں اپنا سفر  
 مجھ سے واقف ہو گیا اچھی طرح کو ذمہ تمام  
 اور بیعت بھی بہت عزت و حرمت کے ساتھ  
 اور ہدایت آ کے ان لوگوں کو خود فرمائیے  
 ہو رہے ہیں آپ کے مجھ سے بلانے پر مہر  
 کھینچے پڑھ کر اسے فوراً ہی آغاز سفر  
 ورنہ کونے کے مسلمانوں کا یہ پیغام ہے  
 اب یہاں آجائیے رکیے نہ مطلق والسلام  
 بڑھ رہا ہے حضرت مسلم کا کونے پر اثر  
 حکمران وقت اکیوں غفلت میں ہے ہشتیا ہو  
 ہاتھ پر اپنے یہ بیعت لے رہے ہیں صبح و شام  
 ہو رہا ہے دیکھ کر جس کا ہمیں عمر رات دن  
 فکر کر کر سلطنت اپنی بچانی ہے تجھے  
 اور تمنا حضرت مسلم کی برائے کو ہے  
 اور مٹا دے عزم مسلم کا اچھی نام و نشان  
 سلطنت سے رختہ اندازی کا قصہ پاک ہو  
 مشورہ اپنے مشیروں اور وزیروں سے کیا  
 باپ کے اک میز نشی کی ہدایت پر عمل

یعنی اگر لوہے میں نے دیں کے اک گمراہ کو  
 جانتا ہوں تو میں مجھ کو ہے تجھ پر امتداد  
 یعنی کوئی کی طرف فوراً چلا جائے گا تو  
 کہہ رہے ہیں جو مسلم ایک فوج پر منظر  
 تاکہ شیرازہ بکھر جائے سرے اسلام کا  
 ہو ورنہ حکم پاتے ہی میرا گھوڑے کو حبلہ  
 تاج تھے انعاموں میں نام ہے میرا یزید  
 بدرشت و طبیعت پندراد و بد نہاد  
 حکم سامان سفر کے واسطے فوراً دیے  
 کوئی تبدیلی نہ ہوگی حکم میں یہ بھی ہے  
 اور کوئی سفر کے واسطے تیار رکھے  
 لاکے اک خط حاکم بصرہ کو مندر لکھنے دیا  
 بھیجنے والے تھے جس کے خود حسین ذی مقام  
 ہیں وہی پیغمبر اعظم کے شاہد ہے خدا  
 یعنی آئیں خدا، حکم شہ ذی جہاہ کو  
 بدعتوں سے کھیلنے میں خوب اہل تحت و تاج  
 واقع دین رسول اللہ ﷺ کرتا ہوں تمہیں  
 میں اہم وقت ہوں میری ہدایت پر چلو  
 کچھ کہو بھی تو پھر جانتے ہو کیوں قرآن سے  
 آخرت میں مغفرت ہوگی تمہاری شان سے  
 اور پوچھا نامہ بر اس کا کہاں ہے بد نہاد  
 سامنے فوراً ہی جس کو قتل کروایا گیا

حکم بھیجا حاکم بصرہ عبید اللہ کو  
 حکمنامہ ہے یہ تیرے نام سے ابن زیاد  
 یہ یقین ہے حکم کو میرے بجائے گا تو  
 میرے کوفے کے عقول نے تجھے ہی ہے خبر  
 تاکہ پڑ جائے مسلمانوں میں باہم تفرقہ  
 چاہیے تجھ کو لہذا چھوڑ کر بصرہ کو حبلہ  
 قید کر دے جا کے تو مسلم ہو گیا کر دے شہید  
 حکم پاتے ہی یزید نجس کا ابن زیاد  
 مضطرب سا ہو گیا کون سے پہنچنے کے لئے  
 اور کہا عمل سے یہ اپنے کہ کل کو کوچ ہے  
 شب گذر کر سب کے سب قبل سحر بیدار کھے  
 تمام کوفے کی جانب کوداں ہونے کا تھا  
 جو کہ تھا خط اہل بصرہ میں سے کچھ لوگوں کا نام  
 خط میں لکھا تھا کہ ہم ہیں ورنہ دار مصطفیٰ  
 حکمران ہمدنے شرع رسول اللہ کو  
 منور ہستی سے بالکل ہی مٹا ڈالا ہے آج  
 اہل بدعت سے بچو آگاہ کرتا ہوں تمہیں  
 تم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر چلو  
 منحرف نہ ہوتے ہو اولاد شریفان سے  
 منسلک گر تم رہو گے ہم سے اور قرآن سے  
 پڑھ کے اس خط کو بہت برہم ہوا ابن زیاد  
 نامہ بر اس خط کا فوراً سامنے لایا گیا

بعد اس کے فائدہ کوئی کی جانب کو چلا  
 راہ میں ٹھہرنے پر بل بھر کے لئے بھی زمیندار  
 چاہتا تھا ایک پل میں اڑکے کوئی پہنچ جائے  
 فائدہ اس کا یونہی چلتا رہ چلتا رہ  
 القرض پہنچا یہ جب کونے توشک وقت تھا  
 اتفاقاً ان ہی روز شب میں شاہ بھر و بر  
 لوگ گھبے آگے کوئی امام با وقار  
 بہر استقبال باہر سب گھروں سے آگے  
 غلغلہ سن کر یہ شب کو نعرہ ہائے پاک کا  
 بندہ مارے خوف کے دارالامارہ ہو گیا  
 لیکن اس کو جب ہوا معلوم ہوا جس بن زیاد  
 تب نشان خسروی قلعہ کا دروازہ کھلا  
 اہل کوفہ نہ جب دیکھا نہیں آئے امام  
 شب گزری صبح کو ابن زیاد بدو بر گہر  
 کہہ رہا تھا آمین فوراً کل عمائد شہر کے  
 حکم ہو گئے کہ کوفہ کے یہ پہنچا جلد تر  
 دیکھ کر ان اہل کوفہ کو عبید اللہ نے  
 ایسی باتیں کیں کہ جن سے خوف طاری ہو گیا  
 صاحب عزت تھے تب بے عزت سے ڈر گئے  
 ہو گیا ہر کس بجائے خود پر گندہ خیال  
 دیکھ کر وحشت زدہ ان سب کو اس تقریر سے  
 حکم یہ جاری کیا ان میں سے ہر اک فرد پر

ساتھ بصرے سے شریک ابن الاعور کو لیا  
 گو کہا بھی ایک اس کے ہمسفر نے بار بار  
 جلد کن جس قدر ہوا کے مسلم کو ستائے  
 اور دل میں اشتیاق انعام کا پلستار  
 شب کی تدریج ہی میں یہ شہر میں داخل ہوا  
 آنے والے تھے بہت تھی گرم آنے کی خبر  
 جن کا جیستی سے سب کو تھا بہت ہی انتظار  
 نعرہ یابن رسول اللہ فضا پر چھا گئے  
 شبہ حاکم کو مولانا ابن شہر لولاک کا  
 خواب گاہ خاص میں نعمان جا کر سو گیا  
 اور یہ گھبسا اس کے آنے سے تو ہے اپنا مفاد  
 اور با حقوں ہاتھ بڑھ کر اس کو بے دین لے لیا  
 لوٹ آئے سب گھروں کو اپنے بے نیل ورام  
 تھا بہت خوش کمرسی ظلم و ستم پر بیٹھ کر  
 کچھ سخن لانے ہیں لب پر تجھ کو جبر و تہر کے  
 حکم سننے ہی ہوئے حاضر شیوخ معتبر  
 دشمن دین نے عدو حق نے اور گمراہ نے  
 ہر بشر ہوش و حواس اپنے مکمل کھو گیا  
 چند خوات امیر فقرے کام اپنا کمر گئے  
 ہو گئے طاری ہر اک دل پر غم و رنج و ملال  
 کام چلتا دیکھ کر لیل اپنی اس تدبیر سے  
 فرض ہے واجب ہے تم میں سے ہر اک فرد پر

کوچہ کو پشہر میں ایسی کرے وہ گفتگو  
 کون رکھتا ہے خیال اپنا خلاق سلطنت  
 ایسے شخصوں کی مرتب کر کے سب بہت دین  
 اور کریگا جو بھی اخفائے عدو سلطنت  
 کچھ رعایت کی نہ جانے گی عمر جو خواہ زید  
 قتل کر دوں گا اُسے کیا منحصر ہے قید پر  
 اُس کا اک لمحہ میں گل گھڑ بار لوٹا جائیگا  
 اس سے زائد اپنی میں تقریر کو دوں گا نہ طول  
 گل عائد سن کے یہ تقریر تھرانے لگے  
 مشفق تھے جو حکومت سے قوی دل ہو گئے  
 خادہ مختار میں مسلم کا شاہاب تک تیسام  
 اور دیکھی اہل کوفہ کی نظر بدلی ہوئی  
 آگے مختار کے گھر سے یہ ہائی کے یہاں  
 تھا شریک ابن الاعور کا بھی اس گھر میں تیسام  
 سن کے یہ ابن زیاد بوجہ کہنے لگا  
 یہ خبر پا کر شریک ابن الاعور خوش ہوئے  
 کل عیادت کو مری آنے کو بے ابن زیاد  
 پائیں گرموقع تو فوراً قتل کر دیئے اُسے  
 اس کا سر کر دیئے اک وار میں من سے جدا  
 صبح کو ابن زیاد آیا عیادت کے لئے  
 ویر تک حالات نو کے تذکرے کرتا رہا  
 ماگ کر پائی اشارہ ابن الاعور نے کیا

ہر محلہ میں کرے وہ بہ تلاش و جستجو  
 کون پھیلاتا ہے حال اپنا خلاف سلطنت  
 سب کو چن چن کرین طاہر نہ کچھ اخفا کریں  
 بر جو لائیگا تمنائے عدو سلطنت  
 خواہ کتنا ہی معزز ہو کیا جائیگا قید  
 ظلم سے میرے وہ پھر مطلق نہ پائے رگامفر  
 جو بعد از عقل ہوں گی وہ نہ اس پائیگا  
 مجھ سے کچھ بھی رحم کی امید رکھنا ہے فضول  
 آنے والے وقت کی وحشت کا غم کھانے لگے  
 شوق سے احکام حاکم پر وہ عامل ہو گئے  
 جب سنایا حاکم ظالم کا ہے اب حکم عام  
 اپنی بجائے رہائش آپ نے تبدیل کی  
 جان کر ہائی کے گھر کو کچھ حفاظت کا مکان  
 اتفاقاً آگے لگا ان کی صحت کا نظام  
 علی کو میں بہر عیادت جاؤں گا اگر جاسکا  
 قرب پا کر حضرت مسلم سے یوں کہنے لگے  
 آپ اگر چاہیں تو کر لیں اس سے کچھ حاصل مفا  
 میں اشارہ جب کر دوں تو زد میں لے لیجئے اسے  
 بعد اس کے جو بھی کچھ ہو گا وہ دیکھا جائے گا  
 اور طبیعت پوچھنے کے واسطے لب واکبے  
 دولت عیساں سے دامن زلیت کا بھرتا رہا  
 حضرت مسلم نے خالی اس اشارے کو دیا

یعنی اب کرتے ہیں اب کرتے ہیں مسلم اس پر وار ہو گئے مجبور جب یہ ابن الاعور دیکھ کر حضرت مسلم مگر کچھ بھی نہ ٹس سے ٹس ہونے کیوں بنا د تو سہی زندہ اسے جانے دیا اس لیے میں بخیر ڈالا ارادہ اے شریک کہہ دیا گھر میں مرے یہ قتل تو ہو گا برا وجہ لفظ کن، حبیب حق شہزی جانہ کی ہرگز او مطلق نہیں ہے شیوہ اہل خدا ابن الاعور کی اسی تکلیف میں رحلت ہوئی حضرت مسلم کا دھوکے سے لگا لیا پتا جس جگہ کا خواب میں بھی ہونہ سکتا تھا کہاں کسی طرح ان کی گرفتاری عمل میں لائی جائے کوئی مشکل تو نہیں ان کی گرفتاری مگر کیوں پنہاں اپنے مکان میں اس نے مسلم کو کیا میں نے اپنے گھر میں مسلم کو چھپایا ہی نہیں پہلے مستحکم کیا جانے وہاں ان کا قیام میرے ہاتھوں سے بہت انعام سونپائے تو ٹوٹی کر یہ کام تو اس کام پر مامور ہے جاننا کوئی نہیں تجھ کو یہاں میسر ا غلام جلدانی کے یہاں جانچھ سے لے کر یہ قسم اور یہ کہہ نامہ بری پیشہ ہے میرا مستقل دین کے والی امام عقیلی کے پاس سے

ابن الاعور نے کیا مسلم کا بے حد انتظار اپنے حجرے سے نہ نکلے حضرت مسلم مگر صورت بزبان میں وہ شعر اک پڑھنے لگے بعد کو مسلم سے پوچھا کیوں نہیں صلہ کیا آپ نے فرمایا کچھ اولیٰ تمہیں کیا اے شریک اک تو بانی نے مجھے باذ اس ارادے سے رکھا دوسرے ہے اک حدیث ایسی رسول اللہ کی جس سے ہے واضح کہ دھوکے سے کسی کو مارنا الغرض اس واقعہ کے تین دن کے بعد ہی ان دنوں ہی اک غلام ابن زیاد نخس کا حضرت مسلم میں بانی ابن عمر کے یہاں بیٹھ کر کچھ دیر کو ہونے لگی آپس میں رائے یہ کہا ابن زیاد و بد گہر نے سوچ کر ہم کو بانی کو بھی تو اس کا چکھانا ہے مزا بعد میں بانی نے یہ انکار کر جلائے کہیں اس لیے میرے فدائی اے مرے سچے غلام بعد اس کے کام تیرا ہے اگر کر جائے تو پیکر و آل محمد کا تو یہاں مشہور ہے یہ تری شہرت عجب انداز سے آئی ہے کام میں تجھے دیتا ہوں کچھ معقول تعداد درہم سے پہلے جلائے تو بانی بن عروہ سے مل کر ہوں میں حسین ابن علی کے پاس سے

مجھ کو بھیجا ہے انہوں نے لیکے کچھ دام و درم  
 بلکہ تو مسلم سے مل بانی بن عروہ کے گھر  
 اور کہہ دینا کہا ہے یہ قسم ہے لیجئے  
 جب کہہ گا تویر بانی سے تو وہ بے اختیار  
 سارا قہر ان کے چھینے کا سدا دے گا تجھے  
 اس کا کہنا اور ملادینا سند ہو جائے گا  
 تاکہ بانی ہی کی پہلے میں گرفتاری کروں  
 سن کے معقل نے کہا جو حکم سو بر لاؤں گا  
 کہہ کے یہ عیار سوئے رخا نہ بانی چلا  
 اور ملا بانی سے جا کر اس ہی چالاکی کے ساتھ  
 اور جو کچھ بھی کیا تھا طے وہی اس نے کیا  
 نیک دل بانی خوش اطوار دھوکا کھا گئے  
 جا ملایا اس کو فوراً مسلم دیندار سے  
 مل کے معقل حضرت مسلم سے کو ماشا اللہ  
 سن کے کل احوال معقل سے بہت ہی خوش ہوا  
 آدمی اک خدمت بانی میں پھر بھیجا گیا  
 حاکم دوران نے نظروں پر چڑھایا ہے تجھے  
 سن کے یہ دارالامارہ کی طرف بانی چلے  
 داخل دارالامارہ بانی بے کس ہوئے  
 مبتلائے غم بلا کر ناگہانی کر دیا  
 حضرت مسلم نے بانی کی گرفتاری سنی  
 سن کے ان کو یہ خبر بے حد ہی رنج و غم ہوا

اور کہا ہے مجھ سے اپنی جان کی لئے کر قسم  
 اور رقم خود ہاتھ میں دینا یہ ان کے جانچ کر  
 جس جگہ بھی ہو ضرورت صرف اس کو کیجئے  
 تمہ کو نامہ بر سمجھ کر تجھ پر کر کے اعتبار  
 حضرت مسلم سے فوراً ہی ملا دے گا تجھے  
 پھر نہ وہ اس امر سے انکار کرنے پائے گا  
 بعد کو مسلم پر میں حملہ کی تیاری کروں  
 خانہ بانی پر مسلم کی رقم لے جاؤں گا  
 دشمن جانی اہل دین ربانی چسلا  
 بے جھجک بے خوف عتباری دمیبا کی کے ساتھ  
 جتنا دے سکتا تھا جلی بانی کو اس نے جل دیا  
 آدمی ہی تھے فریب شیطنت میں آ گئے  
 مل لے مسلم خوشی سے معقل مکار سے  
 منتظر بیٹھا ہی تھا اس کا ادھر ابن زیاد  
 ایک انعام گراں قیمت اسے فوراً دیا  
 جس نے جا کر بانی بے دست و پا سے یہ کہا  
 چل ابھی دارالامارہ میں بلایا ہے تجھے  
 صید بے بس ہو کے سونے دشمن جانی چلے  
 پھنس کے اس کے حال میں لاچار اور بے بس  
 بندان کو حبیل میں تاحکم ثانی کر دیا  
 حکمران ٹوکی چالاکی و عتباری سنی  
 ظلم بے جا پر مزاج ان کا بہت برہم ہوا

خاندان ہائی سے باہر گئے ہمت بدوش  
 اور خود اس لشکر بسیار کے بن کر امیر  
 ایک پہل میں کر لیا دار الامارہ کا حصار  
 ہو گیا وحشت زدہ و خوف خوردہ پڑ ملا  
 اگر مقابل آکے ہوتا ان سے ہوجاتا تباہ  
 کچھ شیوخ اہل کوفہ کا تھا صحبت میں تیار  
 چاہتے تھنا بھی تو اس وقت ٹل سکے نہ تھے  
 کام میں لا کر وہ بس انداز جبر و قہر کو  
 چل گیا جو چلنے والی تھی سیاست نیز حال  
 ڈال کر کچھ اپنی سلطوت کا مزید ان پر اثر  
 چور دروازہ محل کا کھول کر باہر کیا  
 حضرت مسلم ہیں باغی تم ان کا ساتھ دو  
 اور کھوان سے کہ تم ہو جاؤ مسلم کے خلاف  
 آؤ گے منہ پر حکومت کے تو منہ کی کھاؤ گے  
 سیکڑوں انسان برہم پائے بیرون محل  
 اُس طرف اس حاکم کوفہ کے جبر و قہر نے  
 ایسی تقریریں کرائیں چھا گیا خوف و خطر  
 صاحب تیغ و سناں تھا صاحب گفتار تھا  
 اہل کوفہ کچھ بتاؤ تو یہ تم کرتے ہو کیا  
 ہو جو عاقل اس بنیاد میں ذرا حصہ نہ لو  
 ایک باغی کے بجائے لاؤ نہ تم فرمان کو  
 گہوڑوں کے ساتھ تم گھن کی طرح پس جاؤ گے

تاب مضطربان کو رہی باقی نہ رویوشی کا ہوش  
 کچھ قبائل سے کیا لشکر فراہم اک کشیر  
 جا چڑھے دار الامارہ پر قطار اندر قطار  
 دیکھ کر انداز یہ ابن زیادؓ بد خصال  
 کیونکہ اس کے پاس تھی اس وقت تفویض کیا  
 تھے علاوہ مختصری فوج کے تھوڑے غلام  
 اس حصار پُر خطر سے جو نکل سکتے نہ تھے  
 دیکھ کر بیٹھا ہوا پاس ان شیوخ شہر کو  
 کر گیا ابن زیادؓ اس وقت دانائی کمال  
 ان شیوخ شہر کوفہ میں سے جو تھے معتبر  
 ایسے آڑے وقت میں اپنے یہ کام ان سے لیا  
 اور کہا تم جگہ ان انصارِ مسلم سے کہو  
 جس قدر بڑھا سکو بھر کا جو مسلم کے خلاف  
 ہو کے باغی ساتھ میں مسلم کے تم چھتاؤ گے  
 وہ شیوخ شہر کوفہ آئے بیرون محل  
 اسی طرف تھان کو بھڑکایا شیوخ شہر نے  
 سارے سرداروں کو بلانی چھتوں پر بھیج کر  
 اک کثیر ابن شہاب ان میں بڑا سردار تھا  
 چڑھ کے صحبت پر اس نے یہ دار الامارہ کی کہا  
 غیریت اس ہی میں ہے اپنے گھروں میں چھپاؤ  
 معصت میں ڈالو نہ خطر میں تم اپنی جان کو  
 بچھ نہ ہو گا اس سے حاصل کچھ نہ اس پاؤ گے

دیکھ سکتی ہے تمہیں اس طرح کب چشم نرید  
 سوچ لو اب بھی نہیں آنے کے ہوتے باز کیا  
 تم اگر اس وقت جاؤ گے نہ اپنے اپنے گھر  
 جس قدر جنگ آزما ہیں فوجہائے ملک شام  
 بھی جکر تم کو تمہارے گھر کو لوٹا جائے گا  
 جان اور عزت اگر پیاری ہے تو اچھا ڈیاز  
 حضرت مسلم کی گویا اس جماعت پر گریں  
 صاحبان دل کے دل پہلو میں گھبرانے لگے  
 ادیں آئیں خوشامد سے پسر کو لے گئیں  
 یہ سمجھ لو موت کا لبس اپنی پیغام آگیا  
 دم کے دم میں صاف ہر دوں میدان ہو گیا  
 تیس کل انفاس سے جن پر وہ کر سکتے تھے ناز  
 اور مسلم مبتلائے صد مصائب ہو گئے  
 و سو سے دل میں کھڑے ہو کر وہاں لائے بہت  
 خانہ طوطی پر پہنچی دفعتاً ان کی نگاہ  
 ایک نعمت تھی وہ طوطی کی عنایت آپ کو  
 ختم بالکل ہو گئے مسلم کے سارے گرو فر  
 جاگ اٹھی قسمت مری ان کا مقدّر ہو گیا  
 شہر کوڑے کے زمین و آسمان پر چھا گیا  
 کو فیو! منڈلا رہے ہیں سر پہ بادل تہر کے  
 مسجد جامع میں آئیں اور سینیں میرا بیاں  
 خانہ رو میں پر مسلط اہل دنیا ہو گئے

آنے والے ہے تمہارے سر پہ اب فوج مزید  
 خود سمجھ لو اس کی ہوگا فوج کا انداز کیا  
 کھا کے میٹھا ہے قسم ابن زیاد خوش سیر  
 ضبط کر کے کل ذالعت اور جاگیریں تمام  
 قتل بیگاری کے تم کو ان میں بھیجا جائے گا  
 حاضر و غائب میں بھی مطلق نہ ہوگا امتیاز  
 یہ صدائیں بیدیاں بن کر سماعت پر گریں  
 چھوڑ کر میدان گھروں کو اپنے سب جانے لگے  
 بیٹیاں نکلیں گھروں سے اور پردہ کو لے گئیں  
 خوف چھایا سب پر یہ بگر شکر شام آگیا  
 الغرض کل شکر مسلم پریشان ہو گیا  
 جب اٹھے مسلم ادا کرنے کو مغرب کی نماز  
 بعد کو وہ تیس بھی نظروں سے غائب ہو گئے  
 رہ گئے بالکل ہی جب تنہا تو گھبرائے بہت  
 سوچتے تھے اب کہاں جائیں کہاں پائیں پناہ  
 شب بسر کرنے کی اس نے دی اجازت آپ کو  
 اس طرف ابن زیاد اب کو پہنچی یہ خبر  
 منتشر سب شکر انصار ان کا ہو گیا  
 سن کے یہ قصر امارت سے نکل کر آگیا  
 گوشے گوشے میں کرا دی یہ منادی شہر کے  
 کل شیوخ و اہل کوڑے اہل شکر یا سہاں  
 جمع سب مسجد میں آکر اہل کو فہ ہو گئے

حاکم جابر ہوں ہے میرا عبداللہ نام  
اس کی کچھ سوتی ہے رد اسکا نہ کچھ ہوتا ہے صل  
شک نہیں اس میں ذرا مطلق نہیں اسکی کلام  
قتل میں اس کو کرادوں گا نہ مانگوں گا گواہ  
کہہ رہا ہوں صنا میں تم سے کرو میرا یقین  
بلکہ مسلم کو کپڑا لاؤ جو لا سکتے ہو تم  
دے سکوں گا جس قدر جاگیر دیدوں گا تمہیں  
جسے پوچھا حکم میرے واسطے کیا ہے امیر  
حکم ہے میرا کہ خود شہر کے ناکے ہوں بند  
تاکہ آسانی لگانے میں ہو مسلم کا پستہ  
اس سے پہلے کچھ بھی ہوت اور میرے سامنے  
در نہ چھین جائے گا تجھ سے کو تو الی کا نظام  
اور ملا اس کو بعد تجھیل یہ حکم گراں  
فوج کی بھرتی یہاں تو ٹھہرو لے دل ٹھو لکر  
در نہ بنظم حکومت درہم و برہم سمجھو  
سلطنت کا عقدہ دشوار حل ہونے لگا  
شب سے مسلم کو چھپا رکھا ہے مادر نے مری  
اس خوشی میں رقص ماکرنے لگا وہ بد نہاد  
اور سپاہی جس قدر چاہو وہ لے لو اپنے ساتھ  
لاؤ مسلم کو کپڑا کر جلد میرے دام میں  
یعنی منہ مانگی مرادیں آج میں دوں گا تمہیں

یہ کیا ابن زیاد نے اعلانِ عام  
حکم دیدیتا ہوں جو بھی میں وہ ہوتا ہے اٹل  
یہ کیے دیتا ہوں سن لو آج میں اعلانِ عام  
حضرتِ مسلم ہیں باغی ان کو جو دیکھا پناہ  
بعد کو میں عذرا سکا کوئی سننے کا نہیں  
بس یہی کہنا تھا تم لوگوں سے جا سکتے ہو تم  
اس کا میں بے انتہا انعام بخشوں گا تمہیں  
پھر ہوا دارا لامارہ میں طلب ابنِ نمیر  
اُس سے یہ بولا کہ تو ہے کو تو الی ہوشمند  
اور پھر ہوا ایک اک گھر کی تلاشی جسیرہ  
جلد تر اُن کو کپڑا لاؤ میرے سامنے  
کو تو الی شہر کو مطلق نہیں مشکل یہ کام  
پھر عمر ابنِ حریث آیا طلب کردہ یہاں  
حکم یہ تجھ کو دیا جاتا ہے سس لے اے عمر  
فوج جتنی جمع ہو جائے اُسے تو کم سمجھو  
اس کے یہ احکام سننے ہی عمل ہونے لگا  
صبح کو فرزندِ طوع نے خبر یہ آکے دی  
یہ خبر سننے ہی خنداں ہو گیا ابنِ زیاد  
اور دو شخصوں سے یہ بولا کہ جاؤ اسکے ساتھ  
دیر اک پل کی لگاؤ تم نہ اب اس کام میں  
جو بھی تم انعام مانگو گے وہ بخشوں گا تمہیں

تین سو بے دین گرفتاری کو ان کی آچڑھے  
 حق و باطل کا نمایاں ہو رہا تھا امتیاز  
 اُسکے باہر آپ نے دیکھا ہیں تبغیں بے نیام  
 اس طرف بھی حضرت مسلم کے کچھ تیور چڑھے  
 آپ نے بھی تیغ جو ہر وار کو عسریاں کیا  
 سخت تر تیغ آزمائی رہو ہونے لگی  
 پشت کی جانب کو اپنے سب کو رنج کرنے پڑے  
 حشر تک کے واسطے مقتل میں آکر سو گئے  
 اپنے فرمایا کیوں بھاگے؟ ذرا ٹھہرو۔ رکو  
 دل میں کیا جاما تھا اس نے اور کیا ظاہر ہوا  
 ان میں بھی مسلم نے ڈالا بڑھکے ایسا انتشار  
 کچھ ہونے آکر مقابل، تیغ مسلم کا شکار  
 دیکھ کر یہ ابن اشعث کو ہوا نجد ہراس  
 ابن اشعث سزا کی گھر در خواست یہ خالی گئی  
 اب تو کچھ چالاکي و دھوکہ دہی سے کام لے  
 حضرت مسلم کے پاس آیا کیا ان سے خطاب  
 آپ کو اب ہم حکم خاص دیتے ہیں پناہ  
 مجھ کو تجھ جیسوں کے حکم خاص کی حاجت نہیں  
 ابن اشعث ہو گیا حضرت پر بید خشم ریز  
 آپ کا جس سے تن اظہر بہت زخمی ہوا  
 خون میں تر جس کے باعث نکل رنج انور ہوا

حضرت مسلم نماز صبح میں مصروف تھے  
 آپ نے فوراً ادا فرمائی دو رکعت نماز  
 پھر بعد غلبت سب سے ہتھیار حشر نے تمام  
 دیکھتے ہی آپ کو سب آپ کی جانب بڑھے  
 آپ پر مل کر لیا ایک سب نے حملہ کر دیا  
 جنگ آپس میں پھر انکے دو بدو ہونے لگی  
 منکرین دین حق سے بڑھکے آپ ایسا بڑھے  
 ڈیڑھ سو بے دین تر شمشیر مسلم ہو گئے  
 سر پر رکھ کر پاؤں بھاگے تھے جو باقی ڈیڑھ سو  
 سن کے یہ ابن زیاد بد کبر گھبرا گیا  
 بعد اس کے اور بھی پانچ سو اس نے سوار  
 ہو گئے ان میں سے کچھ تو ڈر کے میدان سے فرار  
 رہ گئے باقی سپاہی صرف گنتی کے پچاس  
 حاکم کو ف سے جا کر پھر ملک مانگی گئی  
 کچھ دیا امداد فوجی کا نہ مطلق نام لے  
 ابن اشعث سن کے یہ سردار کو ف کا جواب  
 آپ اب بالکل نہ گھبرا بلکہ خدا اس کا گواہ  
 آپ نے فرمایا بس خاموش ہو تو اے یسین  
 حضرت مسلم کا یہ سن کر جواب تند و تیز  
 پتھروں سے بھاگے پھر اک سمت سے حملہ کیا  
 دفعتاً پیشانی اقدس پر اک پتھر لگا

ہوگئی طاقت بھی کم گھٹنے لگا آنکھوں کا نور  
کوئی گوشہ بھی مگر خالی نہ تھا اغیار سے  
اس نے پھینکے آپ کی جانب پتھر اور نہ تیر  
جس سے زخمی آپ کا فوراً لب بالا ہوا  
کارے کر سوس کا پھینکا دس قدم پر آپ نے  
زخم اتنے تھے نہ آتا تھا کسی پہلو ترار  
کم تھا گر بہ زخم سے آتی صدائے آب آب  
آپ کو پانی پلا دیتے ۹ وہ اہل دل تھے کب  
یعنی اہل کرب نے پھر یک بار گنہ گار کیا  
اور جواب لا جواب الیسا نہ لائیں جس کی تاب  
ہاں نہ چھوڑا جس کو اپنی زوہر پایا آپ نے  
ایک نے دو گھونٹ پانی لادیا کچھ سوچ کر  
ہوگیا بیکار فوراً بھر گیا خون سے تمام  
حلاک اس سمت سے پھر ناگہانی ہو گیا  
بے اصولی جنگ کی برقی یہ بے آئینی تے  
دشمن دین دیکھ کر یہ آگے ہر سمت سے  
ہو گئے بس گزرتاری عمل میں آگئی  
نے گئے ابن زیاد بد گہر کے سامنے  
حضرت مسلمؓ سے سختی سے کیا اس نے سوال  
اس کی شان خسروی پر کیا نہ پہنچی تھی نظر  
کس کو شاہ وقت میرے سامنے کہتا ہے تو

سے پانک ہو گئے آپا مقدرزخوں سے چور  
بیٹھنا ہی پڑ گیا لگ کر درا دیوار سے  
گھر سے نکلا دیکھ کر یہ صاحب خانہ بکیر  
بلکہ آکر وقتاً تو اس سے حملہ کیا  
اس ہی حالت اور کمزوری میں اٹھ کر اپنے  
اور آ بیٹھے وہیں پر زخم خوردہ غم گار  
اس پر پیاس اتنی زبیل تھی خشک اور دل تھا کیا  
آپ نے ہر دشمن دین سے کیا پانی طلب  
تشنگی سے آپ کی بلکہ اٹھایا ساڑھ  
آپ نے اس خشنگی میں بھی دیا اسکا جواب  
کچھ کو مارا کچھ لعینوں کو بھگایا آپ نے  
اور طلب پانی لعینوں سے کیا بار دیگر  
آپ نے چاہا پئیں پانی، مگر پانی کا جسم  
جھک کے دیکھا تھا کہ خون آلود پانی ہو گیا  
آکے مارا پشت سے نیزہ کسی بے دین تے  
آپ اس نیزہ کے صدمہ سے زیں پر آ رہے  
بے کسی کی زد میں آکر زندگی گھبرا گئی  
ظالموں کو ورغلا یا خواہش انعام نے  
دیکھ کر اس طرح زخمی دیکھ کر یوں خستہ حال  
کیوں خروج آکر کیا تھا تم نے شاہ وقت پر  
آپ نے فرمایا ناہنجا ربکت کیا ہے تو؟

صرف اب دنیا میں شاہِ دین دنیا ہیں حسینؑ  
 میں نے جو کچھ بھی کہا حکمِ شہِ دین سے کیا  
 حضرت مسلمؑ کی کر کے گفتگو کو ناپسند  
 ہے کوئی تم میں؟ جو لجائے انہیں بالائے بام  
 یہ سخن سننے ہی فوراً بول اٹھا ابنِ بکیر  
 پھلا وہ حضرت مسلمؑ کو ظالم سوائے بام  
 جا کے اوپر اپنے منہ کی جانب رخ کیا  
 السلام اے یاوردین محمدؑ السلام  
 آرزو یہ کتنی کر لیتا زیارت آپ کی  
 آرزو میری مگر پوری یہ ہو سکتی نہیں  
 بعد اس کے ہاتھ پھیلائے دعا کے واسطے  
 پھر کہا قاتل سے حاصل جا کے بانعام کر

تاج و تختِ دین احمدؑ کے خلیفہ ہیں حسینؑ  
 مر رہا ہوں اُن پر میں ان کی ہی الفت میں جیا  
 غینظ میں آ کر وہ یوں بولا با آواز بلند  
 اور کرے اک وار میں ان کا وہاں قصہ تمام  
 حکمِ شاہی کے بجالانے کو ہے حاضر حقیقہ  
 ہر قدم پر آپ کچھ فرماتے جاتے تھے کلام  
 اور شہِ دینؑ کو مخالف کر کے برو کر کہا  
 السلام اے شاہِ برحق اے حسینؑ ذی مقام  
 دیکھ لیتا اور میں اک بار صورتِ آپ کی  
 کیونکہ بعد اک لمحہ کے ہے شہِ دینؑ بالیقین  
 لب پہ بھی الفاظ کچھ آئے دعا کے واسطے  
 دیر کیا ہے ہاں اٹھا تلوار اپنا کام کر

ہو کے خوش اس نے اٹھائی آپ پر تیغِ دو دم  
 کر دیا اک وار میں تن سے سرِ اقدسِ قلم



## قطعہ تاریخ

طبع دویم سوانح حضرت مسلم بن عقیل علیہ السلام

حضرت آفا سروش لکھنوی

جنس گراں عمل کی رکھتی ہے اپنی قیمت  
آل نبی کے در سے بھی پائی عزت  
جاننازیاں دکھائیں ہر کوہ و دشت و در میں  
ہر کوہ و مدینہ آما جگہ ہے اب بھی  
نشر و اشاعت دین کب ہے جہاد سے کم  
اب کر بلا نہیں ہے حالات کر بلا ہیں  
اس کی مصیبتوں کی مسلم سے ابتدا ہے  
اہل عزاء کی آنکھیں نم ہونگی اسکو پڑھ کر  
انمول موتیوں کو لیتے ہیں مول جی سے  
ایسی حسینیوں کو مولا سے ہے عقیدت

جنت میں فاطمہ کی بخشش کے مستحق ہیں

حیدر علی نے چھاپی مدح شہید غربت

حسین

شہید

حسین

شہید

حسین

شہید

حسین

شہید

حسین

شہید

حسین

شہید

حسین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
يَا صَاحِبَ الْعَصْرِ وَالرَّمَانَ الْمَدَدُ

قسم خدا کی بڑا نیک کام کرتے ہیں  
غم حسین کا جو اہتمام کرتے ہیں

ناشر کتاب

# حسین حسین

مرتبہ و مؤلف

## محمد وصی خاں

حسین

شہید

حسین

شہید

حسین

شہید

حسین

شہید

حسین

شہید

حسین

شہید

حسین

شخصیتِ امامِ عالی مقام پر اجیرت انگیز معلوماتی  
تحقیقی بے مثال۔ مضامین کا نایاب مجموعہ جس کو پہلی  
بار اس کتاب میں یکجا کیا گیا ہے، ہزاروں سال کی محنت  
ہزاروں سال کا پتھر اور ہزاروں روپیہ کی کتابوں سے حاصل  
کیا ہوا مواد۔

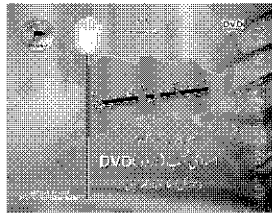
ناشر

رحمت اللہ تک ایجنسی  
بالمقابل بڑا امام بارگاہ، گھاٹا اور کراچی ۷۴۰۰۰

فون 2431577

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرون ملک مقیم ہیں  
مومنین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں۔



منجانب۔

سبیل سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدرآباد پاکستان



۷۸۶

۹۲-۱۱۰

یا صاحب الزماں اور کئی

DVD  
Version

# لبیک یا حسینؑ

نذر عباس  
مخصوصی تعاون: رضوان رضوی

اسلامی کتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری -

SABIL-E-SAKINA

Unit#8,

Latifabad Hyderabad  
Sindh, Pakistan.

[www.sabelesakina.page.fl](http://www.sabelesakina.page.fl)

[sabelesakina@gmail.com](mailto:sabelesakina@gmail.com)

[www.ziaraat.com](http://www.ziaraat.com)

NOT FOR COMMERCIAL